سلسلۂ مشاہیر اسلام

نمبر ۲

ابوبکر شبلی

یعنی

حضرت شیخ ابوبکر دُلف بن جحدر شبلی رحمہ اللہ کے سوانح عمری
آپکا تصوف اور آپکے اخلاق۔ عادات۔ جذبات تعلیمات اور اقران وتلامذ

مؤلفہ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر مؤلف تاریخ سندھ وتاریخ
ارض مقدس وجنید بغدادی ومصنف ناولہائے ملک العزیز ورجنا
ایام عرب۔ فتح اندلس۔ فردوس بریں وغیرہ

سنہ ۱۹۰۶ء میں
دلگداز پریس لکھنؤ میں چھپکے شائع ہوا

مربیانِ سلسلۂ مشاہیرِ اسلام

ع خدا خود میر سامان است اسباب توکل را۔ ہمین اُمید نہ تھی کہ ملک و قوم سے اِس سلسلہ کی کتابون کی ایسی قدر دانی ہو گی جیسی کہ ظاہر ہوئی۔ سب کے پہلے عالیجناب راجہ نوشاد علی خان بہادر نے پچاس جلدون کی خریداری فرما کر حوصلہ افزائی کی۔ اور حضرات اُنکی دستگیری سے ہم نے اِس اہم کام کو شروع کر دیا۔ اگر تجربہ سے معلوم ہو کہ اگر محنت و قابلیت سے کام لیا جاے تو ملک و قوم سے ضرور مدد ملتی ہے چنانچہ موجودہ فہرست ہمارے مربیونکی حسب ذیل ہے۔

(۱) عالیجناب یمین السلطنت سر مہاراجہ مدار المہام بہادر وزیر دولت آصفیہ دکن دام اقبالہ۔ ۱۰۰ جلدین۔

(۲) عالیجناب نواب سُلطان الملک بہادر دام اقبالہ۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۰۰ جلدین۔

(۳) عالیجناب راجہ نوشاد علی خان بہادر دام اقبالہ۔ تعلقدار میلارائے پور (اودھ) ۵۰ جلدین۔

(۴) عالیجناب نواب ابو نصر سید علی حسن خان بہادر فرزند نواب صدیق حسن خان مرحوم رئیس بھوپال ۲۰ جلدین۔

(۵) عالیجناب راجہ اعجاز رسول خان صاحب رئیس جہانگیر آباد۔ ۲۰ جلدین۔

(۶) مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب عظیم آبادی وارثی۔ (حیدرآباد دکن) ۱۰ جلدین۔

چند حضرات اِس سے کم جلدین خرید فرماتے ہین اُن کے نامون کو ہم نے اب کی مرتبہ چھوڑ دیا۔ اور اُن کے معزز نام آیندہ اِسی سلسلے کی کسی جلد کے ساتھ شائع کر دیے جائین گے۔

ابھی ہمین چند اور ایسے مربیونکی ضرورت ہے جو اس سلسلے کی کتابون کی متعدد جلدین حسبۃً للہ خرید فرما کے اُن لوگون مین تقسیم فرماوین جو قیمت دیکے لینے کی استطاعت نہین رکھتے۔ اسمین شک نہین کہ یہ سلسلہ ملک و قوم کے لیے نہایت مفید بلکہ ضروری ہے۔ اسی ترتیب سے اگر دس بیس لائف شائع ہو جائین گی تو عام لوگون کو تاریخ سے بہت اچھی اور سچی واقفیت ہو جائے گی۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ مختلف گروہون مین جو باہمی تعصبات ہین کم ہون گے۔ مثلاً علمائے ظاہر کا گروہ صوفیہ کو۔ اور صوفیہ کی ایک جماعت علما کو بُرا کہتی ہے۔ یہی حال مختلف مذاہب کے پیرون کا ہے۔ اور اس کا کوئی لحاظ نہین کرتا کہ بزرگان و مشاہیر سلف مین سے ہر شخص باکمال تھا۔ مگر ان کے کمالات ہمین اُسی وقت نظر آسکتے ہین جب ہم اُنھین اُن کے محل پر اور اُنھین کے طبقہ مین رکھ کے دیکھین اِس سلسلہ کے ذریعے سے ہم انشاء اللہ ہر گروہ کے لوگون کو دکھائین گے۔ اور اِس شان سے کہ اُن کے مخصوص کمالات پر لوگون کی نظر پڑے۔

الملتمس۔ محمد فاروق منیجر دلگداز۔

ڈیڈیکیشن

یون تو دولت آصفیہ حیدرآباد دکن سے ہر فن اور ہر مفید کوشش کو مدد ملتی ہی مگر عالیجناب یمین السلطنتہ سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد پیشکار و مدارالمہام سرکار عالی دام اقبالہ کو جو خاص دلچسپی فن تصوف سے اور جیسی عقیدت بزرگان صوفیہ سے ہی اُسکے لحاظ سے مین اپنا فرض تصور کرکے اس کتاب کو بہ کمال ادب جناب محتشم الیہ کے نام نامی سے معنون کرتا ہون۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

التماس

سلسلۂ مشاہیر اسلام کا یہ دوسرا نمبر قدردانون کے سامنے پیش کیا جاتا ہی۔ جس مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ کے حالات درج ہین۔ اور امید ہے کہ یہ نمبر پہلے سے زیادہ مکمل ثابت ہوگا۔

ناظرین کو بادی النظر مین صرف چھپوانے کی دشواریان نظر آتی ہین۔ اس بات کا اندازہ نہین ہوسکتا کہ ہر لائف کے مرتب کرنے مین کس قدر ورق گردانی اور دماغ سوزی کرنا پڑتی ہے۔ پھر اس پر جب کتابون کے تلاش کرتے اور بہم پہونچانے کی زحمت بھی اضافہ ہوجاتی ہے تو مصنف کے سر ناقابل برداشت بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ ہمین ناشکری نہ کرنی چاہیے شمس العلما مولانا شبلی نعمانی۔ نواب سید علی حسن خان صاحب بہادر۔ اور مولانا محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی۔ نے کتابون کے مرحمت فرمانے مین نہایت فیاضی سے کام لیا ہے۔ لیکن پورا فائدہ اُسی وقت اُٹھایا جاسکتا ہے جب کتاب اپنے کتب خانے مین ہو۔ اور جب ہمیشہ فرصت کے وقت فراغت و اطمینان سے اُس پر نظر ڈالی جاسکے۔ الغرض اس سلسلہ کی تکمیل کے لیے ترتیب و تدوین کی محنت اور چھپوانے کے مصارف کے علاوہ خرید کتب کا بھی ایک بہت بڑا بار مصنف کے سر ہے۔ اور وہ اسی طرح اُٹھایا جاسکتا ہے کہ قدردان اس سلسلے کی اشاعت مین جان و دل اور سچے شوق سے کوشش فرمائین۔

سب سے زیادہ قابل شکریہ وہ فیاض رؤسا و بزرگان قوم ہین جنھون نے

بہت سی جلدون کی خریداری محض اعانت کے لیے قبول فرمائی۔

جن حضرات نے تیار ہوتے ہی ایک جلد وی۔پی بھیج دینے کی عام اجازت عطا فرمائی ہے۔اُن کا شمار دو سو سے کسی قدر زیادہ ہے۔غالباً اس سلسلے کے آئندہ نمبر کے ساتھ ہم اُن بزرگون کے اسمائے گرامی کو بھی شائع کر سکین گے۔

فی الحال ہم بزرگ قوم شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین رُدولی شریف کے اصرار و شوق سے حضرت امام المتکلمین شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کے حالات مرتب کر رہے ہین۔جو امید ہے کہ جلد شائع ہو سکین گے۔اگرچہ اس لائف مین بعض دقیق مسائل چھیڑنا ہون گے۔کیونکہ علم و صفات باری۔دیدار الٰہی۔جبر و قدر کے ایسے نازک مباحث چھیڑنا پڑین گے۔مگر لوگون کو سُلجھا کے وضاحت سے بتا دیا جائے گا کہ اہل سنت کے کیا عقائد ہین۔لہذا یقین ہے کہ یہ نہایت مفید اور ضروری کتاب ہو گی۔

اِس مرتبہ ہم سخت مصائب و آلام اور ناقابل برداشت صدمات و افکار مین مبتلا ہو گئے تھے جن کے باعث اِس دوسرے نمبر کی اشاعت مین بہت دیر ہو گئی۔

خاکسار۔ محمد عبد الحلیم شرر۔ اڈیٹر دلگداز

لکھنؤ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء

ماخذ

اس کتاب مین جن کتب سے مضامین لیے گئے ہین اُن کے صفحات بھی بتا دیے گئے ہین اس لیے اس بات کے بتا دینے کی بھی ضرورت ہی کہ وہ کتابین کیسی کس زمانے کی اور کسکی تصنیف ہین۔ اور کس مطبع کی چھپی ہوئی ہین۔ لہذا اُن کی فہرست ذیل مین درج کی جاتی ہی۔

رسالۂ قشیریہ۔ مصنفۂ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قُشیری المتوفی ۴۶۵ھ مطبوعۂ بولاق مصر ۱۲۸۴ھ

طبقات الکبریٰ۔ مصنفۂ علامۂ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الانصاری۔ سال تصنیف ۹۵۲ھ مطبوعہ میریہ بولاق مصر ۱۲۷۶ھ۔

مرآة الجنان۔ مصنفۂ امام عضیف الدین ابی محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی الیمنی نزیل الحرمین الشریفین قریب زمانہ ۷۵۰ھ۔ قلمی نسخہ کتبخانۂ مولانا محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی۔

روض الریاحین فی حکایات الصالحین۔ مولفۂ علامۂ یافعی ممدوح۔ سال تصنیف ۷۵۳ھ مطبوعۂ مطبع کاستلیہ مصر ۱۲۹۷ھ۔

وفیات الاعیان۔ تالیف قاضی ابن خلکان مرتبۂ ۶۵۴ھ و مطبوعۂ بولاق مصر ۱۲۹۹ھ۔

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ مصنفۂ امام تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی المتوفی ۷۷۱ھ مطبوعہ مطبع حسینیہ مصر

تلبیس ابلیس۔ مصنفۂ ابوالفرج عبدالرحمن بن ابی الحسن جوزی البغدادی فقیہ حنبلی الملقب بہ جمال الدین واعظ المتوفی ۵۹۷ھ یہ نسخہ قلمی ہی جو عالیجناب نواب سید علی حسن خان صاحب بہادر کے کتبخانے سے دستیاب ہوا۔ مگر چونکہ اس مین صفحات کا شمار ہی نہین قائم کیا گیا ہے۔ لہذا ہم بھی صفحون کا شمار بتانے سے معذور تھے۔

تاریخ الکامل۔ مصنفۂ امام جمال الدین ابوالحسن علی بن اثیر۔ معروف بہ ابن اثیر جزری

المتوفی سنہ ۶۳۰ھ۔ مطبوعۂ مطبع ذات التحریر مصر سنہ ۱۳۰۳ھ۔

کتاب العبر و دیوان المبتداء و الخبر مشہور بہ تاریخ ابن خلدون۔ علامۂ عبد الرحمن بن خلدون مغربی مصنفۂ سنہ ۷۸۰ھ و مطبوعۂ مصر سنہ ۱۲۸۴ھ۔

عوارف المعارف۔ مصنفۂ شیخ شہاب الدین عمر و بن محمد سُہروردی المتوفی سنہ ۶۳۲ھ مگر ہمین اصل کتاب نہین مل سکی لہذا محمود بن علی کاشانی کے ترجمۂ فارسی مطبوعۂ نولکشور پریس سنہ ۱۹۰۸ء سے فائدہ اُٹھایا گیا۔

تذکرۃ الاولیا۔ مصنفۂ شیخ فرید الدین عطارؒ۔ پہلے یہ کتاب میرے پاس نہ تھی لہذا ابتداءً اُس کے اُردو ترجمہ مطبوعۂ نامی پریس لکھنؤ سے لیا گیا۔ اور بعد جب اصل نسخۂ مجتبائی پریس دہلی مطبوعہ سنہ ۱۳۱۰ھ دستیاب ہوا تو اُس سے فائدہ اُٹھایا گیا۔ بعض جگہ اردو ترجمہ کے صفحات بتائے گئے ہین اور بعض جگہ اصل فارسی کے۔ جن مین امتیاز بغیر دیکھے نہین کیا جا سکتا۔

تذکرۂ امیر دولت شاہ بن علاء الدولہ بختی شاہ غازی سمرقندی۔ مصنفہ سنہ ۸۹۲ھ مطبوعۂ لیڈن (ہالنڈ) سنہ ۱۹۰۱ء۔

نفحات الانس من حضرات القدس۔ مصنفۂ مولانا عبد الرحمن جامی۔ مصنفہ سنہ ۸۸۱ھ مطبوعۂ نولکشور پریس سنہ ۱۹۱۰ء۔

بوستان شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی۔ مطبوعۂ نولکشور پریس سنہ ۱۸۹۵ھ

لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ از عہد اولین تا عہد فردوسی۔ مصنفۂ ایڈورڈ براؤن۔ ایم۔ اے۔ و ایم۔ بی۔ مطبوعۂ لندن۔ (انگلستان)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

این طائفہ اند اہل تحقیق — باقی ہمہ خویشتن پرستند
فانی ز خود و بدوست باقی — این طرفہ کہ نیستند و ہستند

تمہید

ہجرت نبوی صلعم کی تیسری صدی کے ربع اخیر مین ایک دن کا واقعہ ہے کہ دار السلام بغداد دولھن بنا ہوا ہے۔ عباسی خلیفہ امیر المومنین المعتضد باللہ کے کسی جشن کی تیاریان ہو رہی ہین۔ عیش و عشرت کی چہلین ہین۔ اور شان و شوکت کے کرشمے نظر آ رہے ہین۔ تمام والیان مُلک شاہی جشن مین شریک ہونے اور نذرین پیش کرنے کے لیے طلب کیے گئے ہین جو حاضرِ دربارِ خلافت ہو کے آداب بجا لائے ہین۔ اور گران بہا خلعتون سے سرفراز ہو کے عبّاسی سریرِ شہریاری کے سامنے مودّب کھڑے ہوئے ہین۔

اتنے مین اتفاقاً کسی بدنصیب والیِ مُلک کو چھینک آ گئی۔ اور ناک سے کچھ رطوبت

نکل پڑی۔ رومال اس وقت موجود نہ تھا۔ گھبرا کے اُسی خلعت کے دامن سے جو ابھی ابھی مرحمت ہوا تھا ناک پاک کرلی۔ شامت اعمال سے یہ بدتمیزی کی حرکت خلیفہ نے دیکھ لی۔ فوراً عتاب ہوا حسب فرمانِ خلافت وہ گران بہا خلعت چھین لیا گیا۔ گورنری کی خدمت سے بھی معزول ہوا۔ اور بے عزّتی کے ساتھ دربار سے نکالا گیا۔

خلیفہ کے اِس عتاب اور برہمی کو دیکھ کے کُل حاضرین دربار کانپ گئے۔ اور خائف تھے کہ کہین ہم سے بھی کوئی بدتمیزی کی حرکت نہ صادر ہو جائے۔ سارے دربار پر سناٹا طاری تھا۔ اور سب سہمے ہوئے اپنے اپنے انجام پر غور کر رہے تھے۔ مگر انھین مین ایک صاحبِ دل پاک طینت اور خداترس رئیس زادہ بھی تھا جو نہاوند کی ولایت پر سرفراز تھا۔ اس عتاب شہنشاہی نے اُس کے دل مین بجاے دُنیوی انجام کے ایک دوسری فکر پیدا کر دی۔ یعنی نُورِ ہدایت نے اِس خیال کی طرف مائل کیا کہ "ایک دُنیوی بادشاہ کے خلعت کی بے وقعتی کرنے کی تو یہ سزا ہے۔ لیکن وہ شخص جو سارے عالم کے خالق (اللہ جل شانہ) کے خلعت (یعنی خلعت زندگی) کی بے وقعتی کرے اور اُسے ناپاک کر دے اُسکی کیا سزا ہو گی؟" یہ خیال آنا تھا کہ دل دنیاوی دولت وحشمت اور اِس چندروزہ جاہ وجلال کی طرف سے کھٹّا ہو گیا۔ فوراً استعفا لکھ کے بارگاہ خلافت مین پیش کر دیا۔ نہاوند کی حکومت کو آگ لگائی۔ ملازمت سے آزادی حاصل کی۔ اور کسی ایسے پاک باطن شیخِ زمانہ کی تلاش مین چل کھڑا ہوا جس کے ہاتھ پر توبہ کرے۔ اور جس کی تعلیم وتلقین سے یقین وعرفان کی بارگاہ ازلی مین رسوخ حاصل کرے۔[1]

[1] تذکرۃ الاولیا - ۶۸۸

یہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہین جن کے نعرۂ مستانہ کی صدا آج تک میدانِ معرفت مین گونج رہی ہے جن کا ذوق و شوق قیامت تک سرمستانِ بادۂ وحدت کے دلون مین عشق کی گرمجوشی پیدا کرتا رہے گا جن کے نقش قدم کو منزلِ حقیقت کے رہ نورد دیکھتے ہوئے چلتے ہین۔ اور جن کے مبارک حالات سے ہم اِن چند اوراق کو برکت دینا چاہتے ہین۔

ولادت۔ خاندان اور تعلیم

آپ کا پورا نام اور لقب ابوبکر دُلف بن جحدر شبلی ہے۔ بعض مورخین جعفر بن یونس نام بتاتے ہین۔ کیونکہ یہی نام آپ کے سنگ تربت پر کندہ تھا[1]۔ بعض اہل روایت کے نزدیک آپ کے پدر بزرگوار کا نام بجائے "جحدر" کے "جعفر" تھا[2]۔ جو ہمارے خیال مین صرف اگلے رسم خط کے مشتبہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ آپ کا لقب "شبلی" "شبلہ" نام ایک گاؤن سے نکلا ہی جو آپ کے خاندان کا اصلی سرچشمہ تھا۔ یہ قریہ شہر اسروشنہ کے مضافات مین تھا۔ اور اسروشنہ ماوراءالنہر مین سمرقند سے آگے بڑھ کے ایک بڑا شہر تھا[3]۔ یہ ترکستانی علاقہ جو فرغانہ کے نام سے مشہور رہا تھا۔ اُن دنون والی خراسان کے حلقۂ اقتدارات مین تھا۔ اور اِسی وجہ سے عام مورخین آپ کو خراسانی الاصل بتاتے ہین۔ ورنہ سچ پوچھیے تو آپ ترکی الاصل تھے۔ مگر طرہ یہ کہ سب کے خلاف ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا خاندان مصر سے آیا تھا۔

خیر یہ خوش اقبال خاندان چاہے جہان کا ہو۔ آپ کی ولادت سے پیشتر ہی ارالسلام

---

[1] ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔ [2] نفحات الانس صفحہ ۱۷۰۔ [3] ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔

بغداد مین آ کے آباد ہو گیا تھا۔ اور قریب قریب تمام اہل سیر کو اتفاق ہے کہ آپ نے بغداد مین نشو و نما پایا۔ اور وہین آپ کی ولادت بھی ہوئی۔ لیکن طبقات سلمی مین ہے کہ آپ سامرہ مین پیدا ہوئے[عـ۵]۔

گو یہ روایت سب کے خلاف اور بہ اصطلاح محدثین غریب ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ آپ سامرہ ہی مین پیدا ہوئے ہون گے۔ کیونکہ آپ کے پدر بزرگوار خلیفۂ زمانہ کے دربار مین حاجب الحجاب یعنی عرض بیگی کی معزز خدمت پر مامور تھے۔ اور سنہ وفات اور عمر کا حساب لگانے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۲۴۷ھ مین ہوئی جس سال کہ متوکل باللہ عباسی جو پندرہ سال سے مسند نشین خلافت تھا اپنے بیٹے المنتصر کی سازش کے نتیجے مین خاص اپنے ترکی غلامون کے ہاتھ سے کمال بیرحمی کے ساتھ سامرہ مین مارا گیا[عـ۵]۔ اِن دنون چونکہ دربار خلافت عباسی کا مرکز و مستقر بجاے بغداد کے سامرہ تھا لہذا ضرور ہے کہ آپ کے والد ماجد بھی اپنے فرائض منصبی بجا لانے کے لیے سامرہ ہی مین قیام رکھتے ہون گے۔

متوکل باللہ کو بنی فاطمہ سے سخت عداوت تھی۔ یہان تک کہ ۲۳۶ھ مین اُس نے حکم جاری کر دیا کہ کربلاے معلّیٰ مین حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربت پاک اور اُس کے گرد و پیش کے مکانات کھود کے برابر کر دیے جائین۔ اور اُن کی زمین پر ہل چلا دیا جائے۔ اُس کے دربار مین علانیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کی تضحیک و توہین کی جاتی تھی۔ یہان تک کہ اُس کی صحبت مین ایک دن ایک مخنث کو پیٹ پر تکیہ باندھ کے حضرت علی کی نقل اور ناپاک تمسخر کرتے دیکھ کے اُس کے بیٹے المنتصر سے بھی نہ رہا گیا۔ ادب سے کہا "امیر المومنین۔ علی رضہ آپ کے ابن عم اور آپ کے گھرانے کے بزرگ اور آپ کیلیے

عـ۵ نفحات الانس ۱۷۷۔ ۵ و مین خلکان۔ جلد اول ۳۲۵۔ عـ۵ ابن اثیر۔ جلد ۷۔ ۲۹۔ ۳۰۔

سرمایۂ ناز تھے۔ اگر آپ اُن کا گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہین تو خیر مگر اس کتے (مخنث) کو تو نہ کھلائیے۔ اِس آزادی کا اُس صحبت مین تو کچھ نتیجہ نہین ہوا۔ مگر اسی کا اثر تھا کہ ایک طرف تو المتوکل کے دل مین بیٹے کی طرف سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف بیٹا (المنتصر) اُس کے قتل کے لیے سازشین کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو بکر شبلی کی ولادت کے ساتھ ہی ایک ایسے ظالم بد تہذیب اور بے حمیت بادشاہ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کو ہم اِس امر کا ایک قدرتی اشارہ خیال کرتے ہین کہ آپ کی ذات بابرکات سے دین اسلام کو بڑے دینی اور روحانی فائدے پہونچنے والے تھے۔ اور اِس کے ساتھ ہی جب ہم اِس امر کا لحاظ کرتے ہین کہ ۲۴۵ھ مین ولی زمانہ حضرت ذوالنون مصری اور صوفی بے ہمتا شیخ ابو تراب نخشبی کا انتقال ہو چکا تھا [۱] تو معلوم ہوتا ہے کہ خداوند جل وعلا نے آپ کی ولادت باسعادت سے دُنیائے اسلام مین کتنی بڑی کمی کو پورا کر دیا۔

آپکے خاندان کا پتہ لگانے کے لیے ہم نے کتب تاریخ کے بہت ورق اُلٹے۔ اولیاء ومشائخ کی سیرۃ لکھنے والون نے بے شک بتایا ہے کہ آپ کے والد ماجد خلافت کے معزز اور سر برآوردہ لوگون مین تھے حتیٰ کہ حاجب الحجّاب دربار کی اعلیٰ ترین خدمت اُن کے سپرد تھی۔ مگر تاریخ کی کتابون سے بغیر درایت وقیاس سے کام لینے کے ہمین کچھ ثبوت نہین مل سکتا۔ تاہم آپ کا نام دُلف ایسا انوکھا اور غیر مروج نام ہے کہ اِس سے کسی نہ کسی قدر پتہ ضرور لگ جاتا ہے جو بہت کچھ قرین قیاس ہے۔

ہمین اُس عہد مین اِس نام کا صرف ایک ہی خاندان نظر آتا ہے۔ جس کا

---

[۱] ابن اثیر۔ جلد ۷۔ صفحہ ۱۸۔ ابن اثیر۔ جلد ۷۔ ۲۹

ابتدائی ظہور مامون رشید کے عہد مین ہوا تھا۔ عیسیٰ بن ماہان کے ساتھ جو لوگ طاہر کے مقابلے کو گئے تھے اُن مین ابو دُلف نام ایک نامور شخص تھا جس کا قیام ہمدان کے قریب کرخ نام ایک قریہ مین تھا۔ عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد ابو دُلف مذکور پھر کرخ مین جا کے خاموش بیٹھ رہا۔ طاہر نے خط بھیج کے اُسے اپنے ساتھ ملانا چاہا تو اُس نے جواب دیا کہ "مین نے اب ارادہ کر لیا ہو کہ کسی کی بھی طرفداری نہ کرون"۔ یہ امر مامون کو ناگوار ہوا کہ سلطنت کی اعانت سے انکار کرنا کیا معنے۔ چنانچہ اپنے دردودرے کے زمانے مین اُسے بُلوایا۔ اُسکی خطا معاف کی۔ اور وہ پھر کرخ مین جا کے خاموشی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ابو دُلف کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے عبدالعزیز کو نمود حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ لہذا جب سرکش غلامان ترک نے خلیفۃ المستعین کے موجود ہوتے المعتز کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو عبدالعزیز بن ابو دُلف نے اصلی خلیفہ المستعین کا ساتھ دیا۔ المستعین نے اِس کے صلے مین اُسے خلعت سے سرفراز کیا۔ اور علاقہ جبل اور اصفہان کی حکومت اُس کے ہاتھ مین دیدی۔ المعتز نے رجب ۲۵۳ھ مین نئے پُرجوش باغیونکی ۲۰ ہزار فوج پر موسیٰ بن بغا نام ترکی غلام کو سردار مقرر کر کے عبدالعزیز کے مقابلے کو بھیجا۔ شہر ہمدان کے باہر لڑائی ہوئی۔ اور عبدالعزیز شکست کھا کے اپنے مستقر کرخ مین چلا گیا۔ ابن بغا کے مقدمۃ الجیش کا سردار مفلح کرخ پہونچا اور عبدالعزیز کو اُس کے گھر کے دروازے پر بھی شکست دی۔ اب عبدالعزیز نے بھاگ کے نہاوند کے قلعے مین پناہ لی۔ اِس کے چند روز بعد ابن بغا سے اور اُس سے ایک اور مقابلہ ہوا۔ اور اب بھی عبدالعزیز کی قسمت نے نامساعدت کی۔ مگر باوجود اِن شکستون کے نہاوند وغیرہ اُسی کے قبضے مین رہے۔ عبدالعزیز کے مرنے پر

عہ ابن خلدون - جلد ۳ - ۲۵۵

اُس کا بیٹا دُلف جانشین ہوا۔ اُسے قاسم بن صباہ نے آ کے شکست دی جس کے باعث دُلف کی زندگی ہی مین خاندان ابودُلف کے خیراندیشون نے اُس کے بھائی احمد بن عبدالعزیز بن ابودُلف کو اپنا سرگروہ بنا کے ۲۶۵ھ مین بھائی کا جانشین کیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی اِس خاندان کا ستارہ ذرا چمک گیا۔

اِن دنون عمرو بن لیث صفّار نے خراسان وغیرہ مین ایسا زور پکڑ لیا تھا کہ خلافت کے مقبوضات پر بھی اپنا قبضہ قائم کر رہا تھا۔ اُس نے احمد بن عبدالعزیز بن ابودُلف کو اپنی طرف سے والی اصفہان مقرر کیا۔ بغداد کے سریر خلافت پر اب المعتمد تھا۔ اُس نے بجاے اِس کے کہ احمد بن عبدالعزیز سے کوئی بازپرس کرتا اپنی طرف سے بھی ۲۶۶ھ مین اُسے حاکم اصفہان بنا دیا۔ اور یون احمد ایک ایسا عجیب وغریب گورنر بن گیا جو ایک ہی مُلک پر دو مخالف فرمان رواؤن کا نائب تھا۔ ۲۶۹ھ مین کیغلغ ترکی اُس کے مقابلے کو آیا۔ اور شکست کھا کے واپس گیا۔ اور شاید اِسی مہم کی ضرورت سے ۲۶۸ھ مین عمرو لیث نے اُسے روپیہ بھیجا تھا۔ ۲۸۰ھ مین احمد بن عبدالعزیز نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کے دو بھائی عمر اور بکر مشترک والی مقرر کیے گئے۔ جنھون نے آخر مین خلافت بغداد کی حمایت کی۔ یعنی المعتضد کی جانب داری مین عمرو بن لیث کے بھائی رافع بن لیث سے لڑے۔ مگر شکست کھائی۔ اِس کے بعد ۲۸۱ھ مین المعتضد باللہ نے عمر بن عبدالعزیز کو والی اصفہان و نہاوند و کرخ مقرر کیا۔ [ع۵] پھر چند اور جھگڑے ہوئے۔ لیکن اب عمر بن عبدالعزیز بن ابودُلف کی وقعت اِس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ۲۸۳ھ مین جب وہ بغداد مین آیا

ع۵ ابن خلدون۔ جلد ثالث ص ۲۵۵ و ۲۹۶۔

تو خلافت کی جانب سے بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے اُس کا استقبال کیا گیا۔ اور خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوا[عہ]۔

اِن واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر شبلی جن کا نام نامی دُلف تھا اسی خاندان کے کوئی رُکن رکین تھے۔ دُلف اور جحدر ترکی نام ہین۔ اور قرینہ متقاضی ہے کہ ان دنون ان نو مسلم خاندانون مین دو نام رکھے جاتے ہون۔ ایک اصلی خاندانی اور قومی۔ اور دوسرا عربی جسے اسلامی نام کہنا چاہیے۔ اِسی تعدد اسمائے لوگون کو دھوکا دیا۔ اور اختلاف روایت پیدا ہوا۔ لہذا آپ کا نام غالبًا دُلف بھی ہے۔ اور جعفر بھی۔ اور آپ کے والد کا نام جحدر بھی اور یونس بھی۔ اصلی بانی خاندان کا نام نہین معلوم صرف کنیت ابو دُلف بتائی گئی ہے جس سے ظاہر ہو کہ دُلف نام اُسکا کوئی بیٹا ضرور تھا اور کیا عجب کہ ابو دُلف ہی کا نام جحدر ہو۔ لہذا بظن غالب حضرت ابو بکر شبلی عبد العزیز بن ابو دُلف کے بھائی تھے۔ اور اپنے عزیز والی کی طرف سے حسب فرمان خلافت یا نیابۃً نہاوند کی گورنری کرتے تھے۔

علاوہ برین جب یہ امر کتب سیر مین موجود ہے کہ آپ نہاوند کے گورنر تھے[عہ] اور والد حاجب خلافت تھے[عہ] تو یہ قیاس اور یقینی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ المستعین کے زمانے مین پہلے عرض بیگی یعنی حاجب اعظم کی خدمت پر وصیف نام ایک غلام مقرر تھا۔ اور اُسی کو جبل و اصفہان کی گورنری بھی دی گئی تھی۔ پھر جب عبد العزیز بن ابو دلف نے رفاقت پر آمادگی ظاہر کی تو وہ اُسی وصیف کا قائم مقام مقرر کیا گیا[عہ]۔ اور اسطرح یہ دونون خدمتین بنی دُلف مین آگئین۔

عہ ابن اثیر۔ جلد ۷۔ ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۶ ؁ عہ مرآۃ الجنان یافعی۔ حالات ۳۳۴ھ سہ ابن خلدون جلد ۳۔ ۲۹۶

حضرت ابوبکر شبلی کسی عالم دفقیہ یا صوفی وصاحب باطن شیخ کے گھر مین نہین پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ آپ ایک شہر کی سردار اور نامی اسٹیٹسمین کے گھرانے کے نونہال تھے۔ لہٰذا آپ کی بچپن کی تربیت وتعلیم کا حال بالکل نہین معلوم ہو سکتا۔ کیونکہ کتب رجال و سیر مین اخلاق و عادات کے دکھانے کی جس قدر کوشش کی گئی ہے علما وفضلا اور محدثین واتقیا ہی پر محدود ہے۔ امرا اور رؤسا کا طبقہ سوا تاجدارون اور فرمان رواؤن کے علما و مصنفین کی اس توجہ سے اکثر محروم رہا ہے۔ آپ کے قرابت دارون مین بھی کوئی ایسے بزرگ نہ تھے جیسے کہ جناب جنیدؒ کے عزیزون مین حضرت سری سقطی تھے۔ کہ اُن بزرگ کی صحبت ہی مین کبھی کبھی آپ کی صورت نظر آجاتی۔

جو کچھ معلوم ہو سکا صرف اس قدر ہے کہ چونکہ آپ کا خاندان فقہ مالکیہ کا پیرو تھا۔ اور اسی گروہ مین آپ بھی تھے[1] لہٰذا ابتدائی تعلیم کے بعد فقہ مالکیہ پڑھنا شروع کی اور اُس مین کمال تبحر حاصل کیا[2]۔ حدیثین لکھین۔ اور محدثین کے گروہ مین بھی شامل ہوئے موطاے امام مالک برزبان تھی[3]۔ جو حدیث کی افضل ترین کتاب تصور کی جاتی تھی۔ لیکن حق جو طبیعت چونکہ رموز باطن کے انکشاف کی مشتاق تھی لہٰذا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اِس پڑھنے لکھنے سے کچھ فائدہ نہین حاصل ہوا اور جس چیز کی تلاش ہے وہ نہین ملتی خود فرماتے ہین "مین نے تیس برس تک فقہ پڑھی یہان تک کہ ایک آفتاب میرے سینے سے طلوع ہوا۔ پھر مین اُستادون کے پاس گیا اور اُن سے علم الٰہی کا خواستگار ہوا۔ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ کیونکہ وہ خود نہ جانتے تھے۔ یہی کہا کہ ہر چیز کا ایک نشان ہے

[1] رسالۂ قشیریہ ۳۳۔ [2] مرآۃ الجنان یافعی۔ حالات ۳۳۴ھ [3] طبقات الکبریٰ للشعرانی ۱۲۱

[4] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۸۷۔

مگر غیب کا کچھ نشان نہین - یہ جوابات سُن کے مجھے تعجب ہوا - اور مین نے کہا کہ آپ سب صاحب اندھیرے مین ہین - اور مین اپنے آپ کو صبح روشن مین پاتا ہون - مگر افسوس کہ اپنی اِس حالت پر شکر گزار نہ ہوا - اور اپنی ولایت چورون کے سپرد کر دی" میری زبان سے یہ کلمات سُن کے لوگ بگڑے اور عداوت پر آمادہ ہو گئے [ع۴]۔

اِس سے ظاہر ہے کہ آپ کے دل مین خود بخود توحید و خدا شناسی کا جوش پیدا ہوا - اور تعلیم فقہ و حدیث کے زمانے ہی سے انکشاف باطن کی جستجو شروع ہو گئی تھی - گو اُس کے ظہور کا ابھی وقت نہین آیا تھا۔

سن رشد - ملازمت اور دُنیوی اَوج و عروج

لیکن جس خاندان کے رُکن تھے اُس کا ہر متنفس ملازمت سپہگری اور حکومت کے کاروبار مین مشغول تھا - چنانچہ اِس علم و فضل اور اِس جستجوئے حق پر خاندانی تعلقات غالب آ گئے - جو کسی درس گاہ یا خانقاہ مین بیٹھنے کے عوض انھین ایوان امارت مین بٹھانا چاہتے تھے - آپ تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہی شاہی ملازمت مین داخل ہوئے - اور اپنے خاندانی کارنامون کے صلے مین نہاوند کے والی یعنے گورنر مقرر ہوئے [ع۵]۔

ہمارے پاس اِس امر کا کوئی ثبوت نہین موجود ہے کہ آپ نے زمانۂ حکومت مین کیا کارروائیان کین - خلافت کی کیسی خدمتین بجا لائے - اور رعایا کے

ع۵ نفحات الانس ۸۴، ۱۷۔ ع۶ تذکرۃ الاولیا۔ ۹ ۶۸۔ ابن خلکان و رسالۂ قشیریہ وغیرہ مین دنیاوند ہے۔ مگر تاریخی شہادتون سے نہاوند ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اسی قدر نہین - ہم اس سے بھی لاعلم ہین کہ نہاوند کی عنان
حکومت کتنے دنون تک ہاتھ مین رہنے پائی تھی کہ کسی ضرورت و تقریب سے
دار الخلافت مین بُلائے گئے۔ اور وہ عبرتِ خیز واقعہ پیش آیا جس کا ذکر تمہید مین
آچکا ہے اور جس نے صرف ایک لفظ پر آپ کو ایک والی مُلک اور رئیس قوم
سے ایک صاحب باطن فقیر اور پاک نفس صوفی صافی بنا دیا۔

علوم باطنی کی طرف توجہ کرنے سے پیشتر کے حالات بیان کرنے سے مورخین
اس قدر خاموش ہین کہ سوا نہاوند کی امارت کے اور کچھ حال نہین معلوم ہو سکتا۔
اکثر بزرگان دین کے حالات مین مورخین کے قلم نے اسی قسم کا بخل ظاہر کیا ہے مگر اتنا
نہین جتنا کہ حضرت ابوبکر شبلی کے معاملے مین کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کی ابتدائی زندگی
بالکل تاریکی اور گمنامی مین ہے۔

اِن امور کا پتہ چلتا ہے کہ صوفیۂ اسلام کے سچے مذاق کے مطابق آپ متاہل
تھے۔ بی بی تھین جن کے متنبہ کرنے کے لیے بعض اوقات آپ عجیب و غریب کام
کر گزرا کرتے تھے۔ خدا نے اولاد بھی دی تھی۔ جن مین سے بعض کو اُس نے والدین کو
ثواب آخرت عطا کرنے کے لیے دُنیا سے اُٹھا لیا اور بعض زندہ رہے۔ چنانچہ کہتے
ہین کہ آپکا ایک بیٹا جس کا نام ابوالحسن تھا۔ اُس نے مان باپ کے دل کو داغ
دے کے سفر آخرت کیا۔ اور آغوش مادر سے نکال کے آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔
دل شکستہ مان کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ روئین پیٹین اور سر کے بال نوچ ڈالے۔
یہ حالت دیکھ کے حضرت شبلی حمّام مین گئے۔ اور ڈاڑھی مین نورہ لگا لیا۔ چند لمحون
کے بعد جب حمام سے باہر نکلے تو ڈاڑھی غائب تھی۔ ڈاڑھی منڈوانا اُن دنون

اس قدر خلاف فیشن تھا کہ کسی کی ڈاڑھی منڈی دیکھ کے لوگون کا خیال جواز وعدم جواز کی طرف متوجہ ہونے کے عوض اُس شخص کے ہوش وحواس بجا نہ ہونے یا کسی خاص مجبوری کی طرف رجوع ہوتا۔ اب جو لوگ تعزیت کو آتے تو آپ کی یہ وضع دیکھ کے متحیر ہو جاتے۔ اور پوچھتے "شبلی خیریت تو ہے؟" جس کا جواب آپ یہ دیتے کہ "مین نے اس بارے مین بی بی کی پیروی کی ہے۔ اُنھون نے بیٹے کے غم مین اپنے بالون پر ہاتھ صاف کیا اور مین نے اپنی ڈاڑھی پر۔" لیکن اس بامذاق جواب سے کسی کا اطمینان نہ ہوتا تھا اور بار بار ڈاڑھی اُڑا دینے کا اصلی سبب پوچھا جاتا۔ تب آپنے فرمایا "سنو مین نے یہ خیال کیا کہ لوگ یادِ خدا چھوڑ کے میرے پاس تعزیت کے لیے آئین گے۔ لہذا میرے سبب سے جو لوگون کے دل مین خدا کی طرف سے بے توجہی ہوگی اُس کے فدیہ مین مین نے اپنی ڈاڑھی نذر کر دی۔"

اس واقعہ کو فقہا اور اہلِ ظاہر غالباً اچھی نگاہ سے نہ دیکھین گے۔ مگر ہم اُنھین مشورہ دیتے ہین کہ ذرا درایت سے بھی کام لین۔ ڈاڑھی منڈانا اُن دنون نہ امرا کے فیشن مین تھا۔ اور نہ کسی اور طبقہ کے۔ لہذا اُس زمانے مین اِس فعل سے کوئی دنیوی رسوخ یا طرحداری نہین ظاہر ہو سکتی تھی۔ بلکہ بے ڈاڑھی کا انسان ہر سوسائٹی مین ذلیل و خوار تصور کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر شبلی جذبات وحدت مین غرق ہونے سے اِس قدر ازخود رفتہ ہو گئے تھے کہ کسی خاص دُھن مین محو ہو کے بعض اوقات ایسے افعال کر گزرتے تھے جن پر لوگون کو حیرت ہو جاتی۔ اور اگر آپ مین ہوتے تو وہ خود بھی حیران ہو جاتے۔

اِسی طرح آپ کے ایک دوسرے صاحبزادے یونس بھی تھے۔ جن سے آپ کے

سے رسالۂ قشیریہ۔ ۱۵۲۔

حالات کے متعلق صرف ایک یہ روایت ہم تک پہونچی ہے۔ کہ ایک مرتبہ اُن کے والد ماجد ساری رات چھت کے ایک کونے پر کھڑے رہے۔ اور کہتے تھے کہ "اے آنکھ اگر تو نے پلک جھپکائی تو تجھ سے کام نہ لیا جا سکے"۔ اسی طرح رات بھر پلک نہ جھپکائی۔ صبح ہوئی تو مجھ سے کہا "بیٹا۔ مین نے آج رات سوا ایک مرغ کے کسی کو خدا کا ذکر کرتے نہین سُنا"۔

ان مستند شہادتون سے یہ تو بے شک ثابت ہو گیا کہ آپ کی بی بی بھی تھین۔ اور خدا نے اولاد بھی عطا کی تھی۔ مگر یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ یہ عقد آپ نے جام معرفت پینے کے بعد کیا تھا یا پہلے۔ تاہم قیاس سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ باتین مدرسہ حقیقت مین آنے سے پیشتر ہی کی ہون گی۔ کیونکہ اول تو آپ کا مذاق تصوف اِس قدر گہرا اور بیخود بنا دینے والا تھا کہ اگر تجرد کو آپ ضروری نہین تو اپنے لیے جائز اور اپنے مذاق توحید کے مناسب ضرور خیال کرتے ہون گے۔ علاوہ برین یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے تیس سال تک فقہ وحدیث کی تعلیم پائی۔ اور اگر تعلیم کا آغاز آٹھ برس کی عمر مین ہوا ہو اور چار ہی پانچ برس آپ نہاوند کے والی رہے ہون تو توبہ کر کے علوم باطن کی طرف توجہ کرنے کے وقت آپ کی عمر شریف ۴۲ یا ۴۳ برس سے کم نہ ہو گی۔ اور اِس عمر تک اُن دونون ایک دنیا دار امیر زادے کا مجرد رہنا اور شادی نہ کرنا خلاف قیاس ہے۔

بس اِس کے سوا آپ کی دُنیاداری کی ابتدائی زندگی کے متعلق ہم کوئی بات جانتے ہین اور نہ کہہ سکتے ہین۔ لہذا اب خانقاہ عرفان مین چل کے ہم آپ کا استقبال کرتے ہین۔

عــہ تلبیس ابلیس۔ بیان جملۃ مرویۃ علی الصوفیۃ من الافعال المنکرۃ۔

درسگاہ معرفت

دربار خلافت مین استیفا داخل کرتے ہی آپ کو رموز باطن حل کرنے کی طرف توجہ ہوئی - اور وہ جوش یک بیک بڑے زور و شور سے اُبھرا جو تعلیم فقہ و حدیث کے وقت دل کو کسی طرح مطمئن نہین ہونے دیتا تھا - اور کسی بات سے جویاے حق قلب بیقرار کو تسلی نہ ہوتی تھی - اَب کسی ایسے پاک باطن رمزدانِ وحدت کی تلاش ہوئی جسکی خدمت مین حاضر ہو کے مراحل یقین طے کرین -

اِن دنون دربار خلفا کا مرکز شہر سُرّمن رأیٰ تھا جسے اَب سامرہ کہتے ہین ایوان خلافت سے نکل کے شہر کی سڑکون پر آئے اور کسی ولی کامل کا پتہ پوچھا تو لوگون نے خیر نسّاج کا نام لیا جو اسی شہر سُرّمن رائی مین پیدا ہوئے تھے اور فی الحال خاص دار السلام بغداد مین اقامت گزین تھے - غالباً ہم وطنی کے خیال نے خیر نسّاج سے ملنے کا شوق دل مین اور بڑھا دیا ہوگا - خلاصہ یہ کہ سامرہ چھوڑ کے بغداد کی راہ لی - اور سیدھے ابو الحسین خیر نسّاج کی خدمت مین حاضر ہوئے - خیر نسّاج اگرچہ بڑے صاحب معرفت بزرگانِ دین مین سے تھے - لیکن شبلی کا ذوق و شوق دیکھا - اِن کی جوانانہ مستعدی و گرمجوشی دیکھی - اور پھر اِن کے علم و فضل کا اندازہ کیا تو اُنھین اپنے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھے - اور خیال کیا کہ اِن کے لیے جنید بغدادیؒ سے بہتر کوئی شیخ طریقت نہین ہو سکتا - لہذا پہلے تو اپنی صحبت مین اُن سے تمام گناہون اور معصیتون سے توبہ کرائی - اور پھر اُنھین حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین بھیج دیا - جو اُن

عـــہ طبقات الکبریٰ - ۱۲ - عـــہ رسالۂ قشیریہ - ۳۳ -

دونون علوم باطن کے مرکز اور رہ نوردان طریقِ معرفت کے مرجع و ماویٰ بنے ہوئے تھے۔ اور جن کی صحبت مین اہل ذوق کا ایک بڑا مجمع رہا کرتا تھا۔

شبلی جب خیر نساج کے پیام کے ساتھ حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوے تو سامنا ہوتے ہی عرض کیا "لوگون نے آپ کے پاس گوہرِ مراد کا پتہ دیا ہے۔ یونہی عطا ہوگا؟ یا قیمت سے؟" جنیدؒ نے اِن کی صورت دیکھ کے فرمایا "بیچون تو تم لے نہ سکوگے کیونکہ وہ بہت گران ہے اور تمھارے پاس اتنا سرمایہ نہین۔ اگر مفت دے دون تو تمھین اُس کی قدر نہ ہوگی۔ ہان اگر جوا لمزدون کی طرح اِس دریا مین سر کے بھل غوطہ لگاؤ گے۔ اور صبر و انتظار سے جستجو کرو گے۔ تو وہ گوہر مراد ہاتھ آجائے گا"

آپ کی سیرۃ لکھنے والون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی اور خیر نساج کے علاوہ اُس عہد کے دیگر ائمۂ باطن اور اولیاے زمانہ کی صحبتون سے بھی آپ نے فیض اُٹھایا۔ مگر ہمین سوا ے مذکورۂ بالا دو بزرگون کے اور کسی کا نام نہین بتایا گیا ہے۔ اور نہ آپکے حالات سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ کبھی کسی اور شیخ باطن کی خدمت مین بھی شرفیاب ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ یون تو آپ دنیا کی ہر حالت سے۔ دُکاندارون۔ راہگیرون کی صداؤن۔ اور چڑیون کی آوازون تک سے سبق لیتے عبرت حاصل کرتے۔ اور بیتاب و بیخود ہو جاتے جیسا کہ آگے چل کے ہم بیان کرین گے۔ مگر ارادت اور شاگردی کی حیثیت سے آپ کو جو کچھ فیض پہونچا صرف شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے۔ خیر نساج سے بھی جو کچھ حاصل ہوا گو وہ بہت بڑی چیز ہے اور اُسی کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ایوان معرفت کا دروازہ

؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۸۹۔ ؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۲۳۔

کھول کے اندر آپ کو اُنھین نے بلایا۔ مگر وہ اس سے زیادہ نہین ہے کہ آپ نے اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور اُنھین کی تلقین سے مشاغل دنیا کو ترک کیا۔

حضرت جنید نے ابتدا ہی سے بڑی سخت محنت لینا شروع کی بخصوص سب سے زیادہ یہ کہ کہا "تم نے نہاوند کی رعایا پر حکومت کی ہے۔ بہتون کے مظلمے تمھارے سر باقی ہون گے۔ جب تک وہ دھبے دامن سے نہ چھوٹین تم دربار معرفت مین باریاب نہین ہو سکتے۔ لہذا جاؤ۔ اور وہان کی رعایا سے سند معافی حاصل کرو"۔ سچ یہ ہے کہ یہ سب ریاضتون سے بڑی ریاضت تھی۔ مگر آپ کو جستجوے حقیقت کی ایسی دُھن لگی ہوئی تھی کہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہاوند مین جا کے اُنھین لوگون سے جو ابھی کل تک آپ کے تابع فرمان تھے معافی چاہی۔ اور سب سے بعجز و الحاح کہا "مین تمھارا والی تھا۔ مجھ سے تم پر کوئی زیادتی ہوئی ہو۔ یا تم پر کبھی میرے ہاتھ سے جور ہوا ہو۔ تو اُسے معاف کر دو"۔ اس بارۂ خاص مین خلوص نیت کی برکت سے آپ مین ایسی سرگرمی پیدا ہو گئی تھی کہ سارے شہر مین ایک ایک کے دروازے پر جا کے مرد عورت بوڑھے بچے سے عفو کی درخواست کرتے۔ اور کوئی نہین رہا جس سے اپنا کہا سُنا معاف کرا کے سند معافی نہ حاصل کر لی ہو۔ سوا ایک شخص کے جو موجود نہ تھا۔ اور اُس کا ایک درہم اِن کے ذمہ باقی تھا۔ اُسے بہت تلاش کیا۔ بہت سا روپیہ اُس کے کفارے کے طریقے سے خیرات کیا۔ مگر دل کو کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔ اور مرتے دم تک اُس کا ڈر لگا رہا۔ چنانچہ جعفر بن نُصیر بکران دینوری جنھین آپ کی خدمتگذاری کرنے کا شرف حاصل ہے۔ بیان کرتے ہین کہ شبلی نے وفات کے

ع تذکرۃ الاولیا ۶۸۹۔ ع رسالۂ قشیریہ ۳۲۔ ع تذکرۃ الاولیا۔ ۶۸۹۔

وقت مجھ سے کہا "میرے اوپر ایک درہم کا مظلمہ باقی ہے۔ اِس کے عوض ہزارون درہم خیرات کرچکا ہون مگر دل پر سے اُس کا بار نہین ہٹتا۔"

اب حضرت جنید نے ریاضت شروع کرانے سے پہلے کسرِ نفسی کے سبق دینا شروع کیے۔ چنانچہ کہا ایک سال تک گبریت بیچو۔ جب یہ سال ختم ہوا تو ارشاد ہوا کہ ایک سال دریوزہ گری کرو اور در در بھیک مانگو۔ لیکن یہ شرط ہے کہ جو چیزین ملین اُن مین سے کسی مین مشغول نہ ہو جانا۔ یہ برس آپ کو اس حالت مین گذرا کہ سارے بغداد مین ایک ایک کے دروازے پر جاکے سوال کرتے۔ اور کوئی کچھ نہ دیتا۔ کیونکہ یقیناً لوگون کو بڑی مشکلون سے یقین آیا ہو گا کہ یہ محتاج ہین۔ اور افلاس کی مجبوری سے سوال کرتے ہین۔ فقیری مین اس ناکامی کی خبر حضرت جنید کو پہونچی تو فرمایا "اب تمھین اپنی قدر و قیمت معلوم ہو گئی ہو گی"۔

برابر چار سال ان مختلف حالتون کو گزر گئے تو شیخ جنید نے آپ کے قلب کا امتحان لیا اور فرمایا "ابھی تم مین تھوڑی جاہ طلبی باقی ہے۔ ایک سال اور گدائی کرو"۔ اس سال آپ کو لوگون کی فیاضی سے بھیک ملتی تھی۔ مگر جو کچھ ہاتھ آتا روز بلا ناغہ لا کے حضرت شیخ کی خدمت مین پیش کر دیتے۔ وہ اُسے اپنے حلقے کے درویشون مین تقسیم کر دیتے۔ اور انھین اکثر بھوکا ہی رکھا کرتے۔ جب یہ سب مراحل جھیل چکے تو شیخ جنید نے فرمایا "اب مین تمھین اپنی صحبت مین رکھون گا۔ لیکن اتنی شرط باقی ہے کہ ایک سال تک درویشون کی خدمت کرو"۔ یہ بھی کیا۔ اور ان ابتدائی ریاضتون سے فارغ ہو کے حضرت شیخ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے تو جنید نے پوچھا "بتاؤ

نمبر۹ طبقات الکبریٰ ص ۱۲۳ - و رسالۂ قشیریہ - ۱۶۱۔

اب تمھارے نزدیک تمھارے نفس کا کیا رُتبہ ہے؟" عرض کیا "اپنے آپ کو ساری خلقت سے ادنیٰ درجے پر پاتا ہون"۔ ارشاد ہوا کہ "اب تمھارا ایمان درست ہوا۔"[ع۴]

دیگر اہل سیر نے اگرچہ اِن ابتدائی امتحانون اور بے نفسی کی تعلیمون کی تفصیل نہین بیان کی ہے۔ مگر اس امر مین کُل اہل سیر کو اتفاق ہے کہ ابتدائے عمر مین آپکے مجاہدات حد سے گزرے ہوئے تھے۔[ع۵] کمال باطنی کی یہ ابجد ختم کرنے کے بعد عبادت وریاضت مین مشغول ہوے تو معمول تھا کہ ہر روز ایک سرد آب (تہ خانے) مین اُتر جاتے۔ اور اپنے ساتھ جلانے کی کچھ لکڑیان بھی لیتے جاتے۔ وہان خلوت مین بیٹھ کے مصروف عبادت ہوتے۔ کسی وقت دل ذرا بھی غفلت کرتا تو اُن مین سے ایک لکڑی اُٹھا کے آپ ہی اپنے جسم پر مارنا شروع کرتے۔ اور یہان تک مارتے کہ جب تک وہ لکڑی ٹوٹ نہ جاتی ہاتھ نہ رُکتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ سب لکڑیان دن ختم ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتین اور ایسی حالت مین جسم کو اذیت پہونچانے کیلیے اپنے ہاتھ پاؤن زور زور سے دیوار پر مارتے۔ غرض ایسی ایسی سخت مصیبتین جھیل کے دل کو قابو مین لاتے۔ اور اُسے عادی بناتے کہ حضرت رب العزت کی طرف متوجہ ہو تو پھر کسی اور طرف کا رُخ نہ کرے۔

آغاز حال مین زار و قطار رویا کرتے۔ اور آہین بھرتے تھے۔ حضرت جنید نے یہ دیکھ کے فرمایا "حق تعالیٰ کی درگاہ سے شبلی کو ایک ودیعت دی گئی تھی۔ اُنھون نے چاہا کہ اُس امانت مین خیانت کرے لہذا اُسی جرم کی سزا کیلیے آہ وزاری کی تکلیف مین مبتلا

ع۴ تذکرۃ الاولیا۔ ۶۸۵۔ ع۵ رسالۂ قشیریہ ۲۳۔ مرآۃ الجنان۔ حالات ۳۳۴ھ۔ ابن خلکان جلد اول ۲۲۵۔ ۵ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۳۲۔

کیا گیا ہے[۱]۔ راتون کو بالالتزام جاگتے۔ اور صبح تک سونے کا نام نہ لیتے۔ بعض اوقات نفس نہ مانتا طبیعت سُستی کرتی۔ اور آنکھون مین نیند بھر آتی۔ اِس کے لیے طرح طرح کی تدبیرین کرتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہین "فلان فلان راتون کو مین نے نمک کا سُرمہ لگایا۔ تاکہ جاگنے کی عادت پڑے۔ اور نیند نہ آئے۔ اور جب اِس سے بھی کام نہ چلا تو مین نے سلائی گرم کر کے آنکھون مین پھیری[۲]"۔ یہ دیکھ کے لوگون نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ کو آنکھون کی ضرورت نہین رہی"۔ فرمایا "مضائقہ نہین جس کے دیدار کا اشتیاق ہے وہی اِن آنکھون سے پوشیدہ ہے تو پھر یہ کس کام کی ہین[۳]؟"

اُستاد ابو علی دقاق کا بیان ہے کہ اُنھون نے ایسے ایسے نمکون کا سُرمہ لگایا۔ جن کی وجہ سے نیند نہ آتی۔ اور بیداری کی عادت پڑتی۔ اور اگر شرع شریف کی تعظیم کا خیال نہ ہوتا تو اور زیادہ ریاضت کرتے[۴]۔ حد سے زیادہ جاگنے اور نیند سے دست بردار ہو جانے پر لوگون نے آپ کو الزام دیا تو فرمایا "مین نے سُنا کہ خدا مجھ سے کہہ رہا ہے جو سویا غافل ہوا۔ اور جو غافل ہوا اُس کی آنکھ پر پردہ پڑ گیا۔ پھر بھلا مین کیونکر سو سکتا ہون؟ اِسی لیے نمک کا سُرمہ لگاتا ہون تاکہ آنکھ نہ لگے[۵]"۔

عشق الٰہی کے مکتب مین داخل ہوتے ہی یہ رنگ ہو گیا کہ اللہ جل شانہ کے نام پر شیدا تھے۔ جس کسی کے مُنہ سے یہ نام پاک نکل جاتا۔ اُس کا مُنہ شکر سے بھر دیتے۔ اور لڑکون کو شکر بانٹا کرتے کہ اللہ کا نام لو۔ یہ ذوق بڑھتے بڑھتے اِس درجے کو پہونچا کہ اَب جس کی زبان پر یہ نام پاک آتا اُس کا مُنہ دیناروں (اشرفیون)

---

[۱] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۳۔ [۲] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲۔ [۳] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۹۔ [۴] رسالہ قشیریہ۔ ۳۳۔ [۵] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۳۔

سے بھرتے۔ اِس کے بعد عشق الٰہی کے جوش مین کچھ ایسا انقلاب ہوا۔ اور ایسا خیال
رقابت پیدا ہوا کہ تلوار لیے پھرتے۔ اور کہتے کہ جو کوئی اللہ کا نام زبان پر لائے گا
اُس کا سر اُڑا دونگا۔ بعض لوگون نے جرأت کر کے اِس کا سبب پوچھا تو فرمایا
کہ "لوگ عادت پڑ جانے کے سبب سے غفلت و بے توجہی کے ساتھ اللہ کا نام پاک
زبان پر لاتے ہین۔ اِن مین خلوص و ارادہ نہین"۔ یہ بھی آپ کے معمولات مین تھا
کہ جہان کہین اللہ جل شانہ کا نام لکھا یا منقوش نظر آجاتا اُسے بوسہ دیتے۔ یہ حالات
تھے۔ اور اِس رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے کہ یکایک سینے سے نکل کے کان مین
فرشتۂ ہدایت کی آواز آئی "کب تک رسم پرستی کرے گا؟ طالب ہے تو بجاے اسم
کے مسمی کی راہِ طلب مین قدم رکھ"۔ اب ہجوم شوق بڑھا۔ جوش عشق نے جنون و
جذب کی شان اختیار کی۔ اور ایسے بیتاب و بیقرار ہوئے کہ ایک بار دجلہ مین
پھاند پڑے۔ مگر خدا کی قدرت لہرون نے کنارے پر پھینک دیا۔ آگ مین کودے
لیکن اُس سے بھی بچ گئے۔ دیگر مہلک تدبیرین عمل مین لائے۔ اور اُن سے
بھی بچے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن جوش و خرد شی مین کمی ہونے کو نہ آتی تھی۔ پکارتے
پھرتے تھے۔ "ویل لمن لا تقتلہ الماءُ والنارُ والسباعُ والجبال!" (شامت ہے اُسکی
جسے نہ پانی ڈبوتا ہے ورنہ آگ جلاتی ہے۔ نہ درندے پھاڑتے ہین۔ اور نہ پہاڑ ہلاک
کرتے ہین) مگر اِس بیتابانہ سوال کا جواب اُسی فرشتۂ ہدایت نے سینے کے اندر سے
یہ دیا کہ "من کان مقتول الحق لا یقتلہ غیرہ" (جو خدا کا مقتول ہو اُسے کوئی دوسرا قتل نہین
کر سکتا)۔ آخر بیتابی یہان تک بڑھی کہ لوگون نے زنجیرون مین باندھ کے بٹھایا اور
مشہور ہوا کہ شبلی دیوانے ہو گئے۔ چنانچہ لوگ شفاخانے مین اُٹھا لے گئے۔ مگر یہ سب سے

DBA000001595URD

یہی فرماتے تھے کہ تمہارے نزدیک مین دیوانہ ہون - اور میرے نزدیک تم دیوانہ ہو - میری یہ دیوانگی انشاءاللہ روز بروز زیادہ ہی ہوگی"۔

از سرِ بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

پیر اور مرید

حضرت جنید بغدادی کی بارگاہ فیض سے طالب حقیقت مرید شیخ ابوبکر شبلی کو جو تعلیمین حاصل ہوئین جس عنوان سے اُنھون نے آپ سے شاہراہ طریقت کی دشوار منزلین طے کرائین - اور پیر اور مرید مین باہم جو واقعات پیش آئے وہ بھی اگرچہ دراصل گذشتہ بحث یعنی درس گاہ معرفت ہی کا ایک جزو ہین مگر ہم اُن مین ایک خاص لُطف دیکھ کے اُنھین علٰحدہ بیان کرنا پسند کرتے ہین - بے شک مرشد کی تعلیمون کا اہم حصہ اوپر بیان ہو چکا - لیکن سچ یہ ہے کہ گذشتہ بحث کی تعلیمون مین صرف پڑھانے اور درس دینے کی شان تھی اور ان باتون مین جن کا ذکر اب آئے گا - اتالیقی اور روحانی تربیت کی شان پائی جاتی ہے -

حضرت جنید بغدادی مین باوجود اعلیٰ درجے کے مدارج عرفان طے کر لینے کے متانت تھی - ضبط تھا - اور اُن کی فقیری مین بھی عالمانہ وقار نمایان تھا - بہ خلاف اس کے شبلی مین جوش و خروش تھا - بے صبری و بیقراری تھی - اور ایسی محویت و بے اختیاری تھی کہ اپنی بے روک طبیعت کو قابو مین نہ رکھ سکتے تھے - اور اس اختلاف مذاق و طبیعت کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی تو حضرت جنید آپ سے باہر ہونے والے

ﮯ تذکرۃ الاولیا - ۲۹۰ -

مرید کو اپنی قوت کمال سے روک دیتے اور کبھی اُس کے اثر سے یہان تک متاثر ہوتے کہ خود بھی بیتاب ہو جاتے۔

حضرت جنید کی صحبت مین ابوبکر شبلی کا پہلا رنگ تو یہ تھا کہ ایک بار اُن کی زبان سے کلمۂ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" نکل گیا۔ جنید نے فوراً ٹوکا اور ارشاد فرمایا "یہ کلمہ کبھی بات سے تنگ آجانے کے خیال کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تنگ آجانا راضی برضا ہونے سے دست بردار ہونے کا نام ہے۔" عرض کیا بجا ارشاد ہوا[۵]۔ غالباً ظاہر بینون کو اِس پر اعتراض ہو گا۔ لیکن خود واقعہ بتا رہا ہے کہ حضرت جنید نے لاحول پڑھنے سے نہین بلکہ خدا کی مرضی پر نہ راضی ہونے سے روکا۔ اور یہ تعلیم اسلام کی اعلیٰ تعلیمون کی جان ہے۔

ایک مرتبہ ایک خُراسانی جوان حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کا عصا اور اُس کی چھاگل لے کے اپنے پاس گھر مین رکھلی اور ٹھہرایا۔ اتفاقاً اُسی رات کو آپ کے مریدون کی ایک صحبت ہونے والی تھی۔ لہذا آپ نے بعض اصحاب کو بُلا کے فرمایا "اِس نوجوان کو لے جا کے اپنے ساتھ رکھو۔ رات کو اپنی صحبت مین شریک کرو اور صبح کو میرے پاس لے آنا۔" اِس محفل مین کھانے کے بعد مریدان جنید مین کچھ مزاح ہونے لگا۔ اور اُس خراسانی جوان سے بھی شریک ہونے کی درخواست کی گئی۔ اُس نے انکار کیا۔ بلکہ ان سب لوگون کو الزام دینے لگا کہ آپ کا یہ کام نہین۔ شبلی تمام مریدان جنید مین پُرجوش تھے اُس پر نگاہ غیظ و غضب ڈالی۔ اور کہا "چپکے بیٹھے رہو۔ ورنہ اُٹھ کے سر اُڑا دونگا۔" یہ سُن کے وہ خاموش ہو رہا۔

---

[۵] رسالہ قشیریہ۔ ۳۱۷

اور پھر سب کی نظر بچاکے غائب ہوگیا۔ دوسرے دن جب یہ واقعہ حضرت جنید کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ نے گھر مین جا کے دیکھا۔ کیا دیکھتے ہین کہ اُس کا عصا اور چھاگل بھی غائب ہین۔ سمجھ گئے کہ وہ کوئی صاحب تصرف شخص تھا۔ باہر آکے اپنے مریدون پر خفا ہوئے۔ اور فرمایا "مین کئی بار تم لوگون سے کہہ چکا ہون کہ کوئی اجنبی شخص آیا کرے تو اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا کرو۔ خدا کی قسم مجھے خبر بھی نہ ہونے پائی اور وہ اپنا عصا اور چھاگل اُٹھائے گیا۔"۵

شاید یہ واقعہ حضرت شبلی کے پہلے پہل آنے کا ہو۔ کیونکہ آپ کی زندگی مین ہمین اس قسم کا اور کوئی واقعہ کسی مستند و معتبر کتاب مین نہین نظر آیا۔ اور نہ اور کبھی ہمنے جنید کو شبلی پر غصہ کرتے یا اظہار ناراضی فرماتے دیکھا۔ حضرت ابوبکر شبلی مین جوش تھا۔ اور عالم باطن مین جنید کے سامنے آپ کی وہی شان نظر آتی ہے جو کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلے مین تھی۔ اور ہمین آپ سے کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا جو مرشد کو ناگوار ہو قرین قیاس نہین معلوم ہوتا

خیر اگر ابتدائے زمانۂ ارادت مین یہ مان بھی لیا جائے تو بعد کے زمانون مین ہم حضرت جنید کو شبلی کا نہایت ہی قدردان شیخ پاتے ہین۔ حضرت جنید کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ شیخ ابوبکر شبلی پر اکثر ایک مدہوشی کا عالم طاری رہتا۔ اور اس کا خیال بھی نہ رہتا کہ کون بیٹھا ہے اور کون کس خیال و مذاق کا ہے۔ ایک دن دریائے وحدت مین ڈوبے ہوئے اور عشق الٰہی سے بیتاب و بے قرار عجب مستانہ وضع سے اپنے مرشد حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ سامنے آکے

۵ نفحات الانس، ص ۲۔

ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور انتہا درجے کی بیتابی کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور جوش و خروش سے یہ اشعار پڑھے۔

عَوَّدْتُمُونِي الْوِصَالَ وَالْوَصْلُ عَذْبٌ ٭ وَرَمَيْتُمُونِي بِالصَّدِّ وَالصَّدُّ صَعْبٌ

مجھے وصل کا عادی بنایا اور وصل شیرین ہے۔ اور روگردانی سے مجھے زخمی کیا اور روگردانی بڑی دشوار چیز ہے۔

زَعَمُوا حِيْنَ أَزْمَعُوا أَنَّ ذَنْبِي ٭ فَرْطُ حُبِّي لَهُمْ وَمَا ذَاكَ ذَنْبٌ

مجھے زخمی کرنے کا ارادہ کرتے وقت وہ سمجھے کہ میرا گناہ یہی ہے کہ مجھے اُن سے زیادہ محبت ہے۔ حالانکہ یہ کوئی گناہ کی بات نہین۔

لَا وَحَقِّ الْخُضُوعِ عِنْدَ التَّلَاقِي ٭ مَا جَزَا مَنْ يُحِبُّ أَنْ لَا يُحَبَّ

اُس فروتنی کی قسم جو وصال کے وقت ہوا کرتی ہے محبت کرنے والے کی سزا یہ نہین ہے کہ محبت ہی نہ کرے۔

یہ اشعار سُن کے حضرت جنید نے بھی بیتابی کے ساتھ یہ پُرجوش و پُرحسرت شعر پڑھ دیا۔

وَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَاكَ فَلَمَّا رَأَيْتُكَا ٭ غَلَبَتْ دَهْشَةُ السُّرُورِ فَلَمْ أَمْلِكِ الْبُكَا

اور مجھے تیرے دیکھنے کی تمنا تھی۔ لیکن جب تجھے دیکھا تو مسرت کی حیرت اِس قدر طاری ہوئی کہ جوش گریہ کو نہ روک سکا[۱۵]۔

حضرت جنید کے حالات مین ناظرین اِس واقعہ کو بھی ملاحظہ کر چکے ہین۔ گر ہم ضروری خیال کر کے ابوبکر شبلیؒ کے واقعات مین بھی اِس کا اعادہ کرتے ہین کہ شبلی ایک دن مئے وحدت کے نشے مین چور مستانہ وضع سے مرشد کی خدمت مین حاضر ہوئے۔

[۱۵] ابن خلکان۔ جلد اول صفحہ ۳۲۔

جنابِ جنید کی بی بی حارث زمانہ شوہر کے پاس بیٹھی ہوئی تھین ۔ ایک نامحرم مرید کو آتے دیکھ کے ارادہ کیا کہ اُٹھ کے پردے مین چھپ جائین ۔ مگر جنید نے روکا اور فرمایا "کہان جاتی ہو؟ شبلی اِس وقت اپنے آپے مین نہین ۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ یہان موجود ہین ۔ وہ تو غائب ہین ۔ اور عالم باطن کی سیر کر رہے ہین ۔ ایسی حالت مین تھین چھپنے کی ضرورت نہین" شوہر کی زبان سے یہ کلمات سُن کے بیچاری اُٹھتے اُٹھتے پھر بیٹھ گئین ۔ اور شبلی اندر آئے ۔ جن سے جنید سے کچھ باتین ہوئین ۔ اثنائے گفتگو مین شبلی پر یکایک پھر ایک حالت طاری ہوئی ۔ اور رنگ متغیر ہونے لگا ۔ یہ رنگ دیکھتے ہی جنید نے بی بی سے فرمایا "تمھارے چھپنے کا وقت آگیا ۔ کیونکہ شبلی عالم باطن سے ظاہر کی طرف آرہے ہین ۔ اب تم اُٹھ کے پردے مین چلی جاؤ" وہ اُٹھ کے پردے مین چلی گئین ۔ اور شبلی پھر اسی عالم ظاہر مین تھے۔ عہ۵ بعض معتبر ذرائع عہ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی کا وہ اشعار پڑھنے کا مذکورۂ سابق واقعہ اور یہ جنید کی بی بی کے سامنے آنے کا واقعہ دونون ایک ہی وقت مین گذرے یعنی وہ اشعار شبلی نے اِسی محترم خاتون کے سامنے پڑھے تھے۔

اب جذبات وحدت نے شبلی کا یہ عالم کر دیا تھا کہ مرشد کو بھی اکثر خاموشی کے ساتھ اُن کے عذرات تسلیم کر لینا پڑتے ۔ چنانچہ جب اُنھین حد سے گذرتے اور مخفی جذبات باطن کو علانیہ اور علی رؤس الاشہاد بیان کرتے دیکھا تو حضرت جنید نے روکا اور فرمایا "مین اِن رموز کو پوشیدہ بیان کیا کرتا تھا اور تم منبرون پر چڑھ چڑھ کے علانیہ کہا کرتے ہو" خودی سے گذرے ہوئے پُرجوش مرید نے عرض کیا "مین ہی

عہ۵ عوارف المعارف ۱۰۸-۱۰۹ عہ۶ مرآۃ الجنان یافعی ۔ حالات ۳۳۴ھ

کہتا ہون اور مین ہی سنتا ہون - میرے سوا دونون جہان مین موجود ہی کون ہے؟ یہ صدا حق سے آتی ہے - اور حق کی طرف جاتی ہے - درمیان مین شبلی نہین ہے"۔ یہ جواب شافی سُن کے حضرت جنید بولے "یون ہے تو تم جو چاہو کہو" باوجود اس کے حضرت جنید آپ بھی اکثر یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کے بھید کو محجوبون پر نہ ظاہر کیا کرو" اگر اس نصیحت پر عمل کرنا شبلی کے اختیار سے باہر تھا - بعض اوقات شیخ کے پند و نصائح پر آپ ایسی پُرلطف تعریض فرماتے کہ خود مرشد کا دل پھڑک جاتا! ایک دن اثنائے گفتگو مین حضرت جنید نے فرمایا "من طلب وجد" (جس نے ڈھونڈھا پایا) شبلی بولے جناب یون نہین - یون فرمائیے کہ "من وجد طلب" (جس نے پایا وہی طالب ہوا)

ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم مانک جو بندار ارغانی کے شاگرد تھے اُنھون نے چھ اوپر سو برس کی عمر پائی تھی اور شیخ ابو بکر شبلی کو دیکھا تھا - وہ بیان کرتے ہین کہ ایک بار جنید نے منبر پر جا کے فرمایا "حق جنید حاضر بود" مطلب یہ تھا کہ "جنید (مین) سچ مچ موجود تھا" شبلی نے ایک جوش و خروش کے ساتھ فوراً ٹوکا - اور کہا "غیبت حرام ہے" مطلب یہ کہ جنید کہان سوا اُس ذات وحدہ لاشریک کے کوئی نہ تھا - اور جب کہ جنید غائب تھے تو پھر اُن کو اُن کے پیٹھ پیچھے موجود بتانا غیبت ہے۔

ایک دن جنید نے پوچھا "تم حق تعالیٰ کو کیونکر یاد کرتے ہو؟ اس لیے کہ نہ تم مین اُس کے یاد کرنے کے قابل صدق ہے - اور نہ اُس کے ذکر کی صلاحیت ہے" حضرت جنید کے اس قول مین صرف شبلی مخاطب نہین بلکہ انسانی حالت و فطرت کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُس مین خدا کا ذکر کرنے کے مناسب صدق اور اُس کا نام زبان پر

سے تذکرۃ الاولیا - ۲۹۴ - سع طبقات الکبری - ۱۳۰ - سے تذکرۃ الاولیا - ۲۹۶ - سے نفحات الانس - ۲۴۹ -

لانے کی اہلیت نہین ہو سکتی۔ شبلی نے کہا "مین بہ حیثیت مجاز اُس کو اِس قدر یاد کرتا ہون کہ وہ بہ حیثیت حقیقت خود ہی میری طرف توجہ کرتا اور ایک بار مجھے یاد کر لیتا ہے"۔ یہ ایسی سچی اور رتبہ کی بات تھی کہ حضرت جنید سا ضابط دستین شخص بھی ایک نعرہ مار کے بیہوش ہو گیا۔ مرشد کی یہ حالت دیکھ کے شبلی کی زبان سے نکلا "رہنے بھی دو کیونکہ اس دربار مین کبھی خلعت ملتا ہے اور کبھی تازیانہ"۔

اِن باتون سے جنید شبلی کے کمال روحانی کا لوہا مان گئے تھے۔ چنانچہ ایک دن شبلی کو شوق و وجد کے غلبہ سے متحیر و مضطرب دیکھ کے کہا "شبلی اگر تم اپنا کام حق تعالےٰ پر چھوڑ دو تو راحت پاؤ"۔ یہ سُن کے شبلی نے جواب دیا "یون تو نہین۔ لیکن ہان اگر حق تعالےٰ میرا کام مجھ پر چھوڑ دے تو البتہ راحت پاؤن"۔ جنید یہ سُنتے ہی بے تحاشا کہہ اُٹھے "شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے"[۱]۔

اِنھین باتون کی وجہ سے حضرت جنید کے ساتھ شبلی کو ایسی خصوصیت حاصل ہو گئی تھی کہ اُن کی صحبت مین جو قدر و منزلت اُنکی ہوتی کسی کی نہ تھی۔ چنانچہ ایک دن حضرت جنید نے اپنے مریدون اور حاضرینِ صحبت سے فرمایا "تم لوگ باہم ایک دوسرے کو جس آنکھ سے دیکھتے ہو اُس آنکھ سے شبلی کو نہ دیکھا کرو۔ کیونکہ یہ ایک آنکھ ہین اللہ کی آنکھون مین سے"[۲]۔

ایک بار جنید نے خواب مین دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ صبح اُٹھتے ہی شبلی سے یہ کیفیت بیان کر کے پوچھا "تم ایسے کون سے اعمال کیا کرتے ہو؟" اُنھون نے عرض کیا کہ "نماز مغرب کی سنتون کے بعد

ع۵ تذکرۃ الاولیا ۲۰۶۔۲۰۷، ع۵ نفحات الانس ۱۷۷۔۱۷۸

دو رکعت نفل پڑھا کرتا ہون۔ اور اُن مین آیۂ کریمۂ لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم عزیزٌ علیہ الخ ضرور پڑھا کرتا ہون۔" سُن کے جنید نے فرمایا "بے شک یہ اسی کی برکت ہے۔" غالباً اسی معاملے کو ملاحظہ فرما کے اور نیز دیگر حالات باطن کا اندازہ کر کے اکثر فرمایا کرتے تھے "ہر قوم کا ایک تاج ہوا کرتا ہے اور شبلی اس قوم کے تاج ہین"۔ع

اور یہ بھی مرشد کی خدمت مین اب اس قدر بیباک ہو گئے تھے کہ اپنے جذبات باطنی کے جوش مین جو چاہتے کر گذرتے۔ چنانچہ ایک دن حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئے تو اُن کی صورت دیکھی۔ اور ہاتھ بڑھا کے اُن کے عمامے کی بندش بگاڑ دی۔ جنید نے تو تعرض نہین کیا۔ مگر حاضرین نے متحیر ہو کے پوچھا "یہ کیا؟" بولے "مجھے اس وقت یہ پگڑی بہت ہی بھلی اور خوشنما معلوم ہوئی۔ اس لیے مین نے اُسے بگاڑ دیا۔ یعنی مین اپنے مرشد کے لیے زینت دنیوی کو نہین پسند کرتا۔"ع

لیکن باوجود اِن قدردانیون اور ایسی قربت۱ کے راز و نیاز کے حضرت جنید نے اپنی مرشدی اور اُستادی کی وضع نہین چھوڑی تھی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہ ہونے دیتے جس سے شبلی کا نفس موٹا ہو۔ ایک دن خدمت مین بہت سے مرید اور عقیدت کیش حاضر تھے۔ اور شبلی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگون نے شبلی کی تعریف شروع کی کہ "اِن مین صدق ہے ذوق و شوق ہے۔ اور یہ ایسی باتین ہین جو اور کسی مین کم نظر آتی ہین۔" حضرت جنید بولے "غلط کہتے ہو۔ یہ تو مردود اور خدا سے دور ہے۔" پھر حکم دیا کہ "شبلی کو میری صحبت سے نکال دو۔" جب شبلی اس حکم کے

ع تذکرۃ الاولیا۔ ۷۹ ع نفحات الانس ۲۰۴ ۱ ع تذکرۃ الاولیا ۶۹۶

مطابق نکالے جا چکے تو ارشاد فرمایا "تمھاری یہ تعریف تعریف نہ تھی بلکہ ایک تلوار تھی جس سے تم شبلی کو قتل کیا چاہتے تھے۔ اگر مین نے اختلاف نہ کیا ہوتا تو اُس کا نفس سرکش ہو جاتا۔ وہ تمھارے اِس حربے سے ہلاک ہونے ہی کو تھا کہ مین نے ایک سپر درمیان مین کر دی اور اُسے بچا دیا[۱]۔"

حضرت جنید کے بعد بھی شیخ ابوبکر شبلی کو اپنے مرشد کا ویسا ہی ادب و لحاظ رہتا جیسا پاس ادب کہ اُن کی زندگی مین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جنید مرحوم و مغفور کی تربت پر کھڑے ہوئے تھے کہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے بجائے جواب دینے کے یہ شعر پڑھ دیا۔ ؎

انی لاستحییہ فی التراب بیننا ۔۔۔ کما کنت استحییہ و ھو یرانی

اس وقت جب کہ وہ ہمارے سامنے خاک مین مدفون ہین مین اُنسے ویسی ہی شرم کرتا ہون جیسی شرم اُن سے اُن دنون کرتا تھا جب وہ مجھے دیکھتے ہوتے تھے[۲]۔

خلاصہ یہ کہ دنیا مین ہزارون بلکہ لاکھون پیر اور مرید گذرے ہین مگر جنید اور شبلی کے سے مراد و مرید کم نظر آئین گے جس طرح اب کسی مرید کو جنید کا سا مرشد ملنا دشوار ہے اُسی طرح شبلی کا سا مرید بھی چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو کسی مرشد کو نصیب ہو گا۔

مزاج طبیعت ۔ اخلاق و عادات اور عام واقعات

باوجودیکہ شبلی کے جذب و جوش اور بے اختیاری و از خود رفتگی کی کوئی انتہا

---

[۱] تذکرة الاولیا۔ ۲۹۳ [۲] تذکرة الاولیا۔ ۲۵۳

نہ تھی مگر اُن درویشون اور فقیرون مین نہ تھے جو شرع شریف کی طرف سے غافل
و بے پروا ہو جاتے ہین۔ آپ کے شیخ حضرت جنید بغدادی ہی کی نصیحت تھی کہ
سوا حضرت رسالت صلعم کے نقش قدم پر چلنے کے خلقت پر تمام راستے بند ہین ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

چنانچہ فرائض دین کے پورے پورے پابند تھے۔ نماز روزہ اور عبادت الٰہی مین ہمیشہ
مشغول و منہمک رہتے۔ اور اس حد سے زیادہ انہماک سے طبیعت مین ایک
اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ پھر اُس اضطراب کے ساتھ یہ کیفیت تھی کہ شرع مطہر
نبوی صلعم کی تعظیم مین بہت مبالغہ کرتے۔ رمضان مبارک کا مہینہ آتا تو عبادت کیلیے
خاص اہتمام اور بے انتہا کوشش فرماتے۔ اور کہتے "اُس مہینے کی میرے پروردگار
نے تعظیم کی ہے تو پھر مین تو اسکی تعظیم کرنے کا اور زیادہ مستحق ہون" ؎۱

لیکن روحانی تعلیم اور صفاے باطن کی برکت سے اس زہد و اتقا مین کسی
قسم کا عُجب و تکبر نہین پیدا ہونے پایا تھا جیسا کہ اکثر متقشفون مین پیدا ہو جاتا ہے
فرماتے تھے "میرا تکیہ گاہ عجز و نیاز ہے۔ اور انکسار مجھے لاٹھی پکڑ کے بے چلنا
ہے" ؎۲ مزلۃ الاقدام دنیا کی حالت دیکھ کے فرماتے "مین چار بلاؤن مین مبتلا
ہون۔ (۱) نفس۔ (۲) دُنیا۔ (۳) ہوا۔ (۴) شیطان۔ اور یہ مین بڑی بھاری مصیبتین
مجھ پر آ پڑی ہین۔ (۱) حق میرے دل سے دور ہے (۲) باطل حق کی جگہ آ کے بیٹھ گیا
ہے (۳) ایسا نفس کا فر رکھتا ہون جسے اس دُکھ کی دوا کی ذرا بھی فکر نہین ہے" ؎۳ اکثر فرماتے۔
"میری ذلت نے یہود کی ذلت کو مٹا دیا۔ ایک شخص سے آپ نے پوچھا "اپنا

؎۱ تلبیس ابلیس۔ ؎۲ ابن خلکان جلد اول ص ۲۲۵۔ و رسالہ قشیریہ ص ۳۲۔ ؎۳ تذکرۃ الاولیا ص ۱۹۲۔

حال بیان کرو" اُس نے کہا "مین حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہون" یعنی نہایت حقیر چیز ہون۔ آپ نے سُن کے فرمایا "تم میرے گواہ ہو جب تک اپنے لیے کوئی جگہ نہین معین کرتے"[1] آپ کے انکسار کی یہ حالت تھی کہ فرمایا "ایک مدت سے ارادہ کررہا ہون کہ حسبی اللہ کہون۔ مگر جب کہنے پر آمادہ ہوتا ہون دل مین خیال گزرتا ہے کہ کیون جھوٹ بکتا ہے۔ اور یہ سُن کے مین خاموش ہو جاتا ہون"[2]

عبدالرحمٰن خراسانی جو آپ کے خوشہ چینان باغ ولایت مین سے تھے کہتے ہین کہ ایک ترسبی شخص نے حضرت شیخ شبلی کے دروازے پر جا کے دستک دی۔ آپ گھبرائے ہوئے ننگے سر اور ننگے پاؤن باہر نکل آئے اور پوچھا "کسے پوچھتے ہو؟" اُسنے کہا "شبلی کو" سنتے ہی بولے "تم نے نہین سُنا؟ مات الکافر فلا رحمہ اللہ (کافر مر گیا خدا اُس پر رحم نہ کرے)"[3]

زُہد و ریاضت نے آخر الامر آپ کے دل مین رنج و الم اور تکلیف و مصیبت کی گوارائی پیدا کر دی تھی۔ رنج سے اُنس ہو گیا تھا۔ اور تکلیف مین ایک مزہ ملنے لگا تھا۔

چنانچہ درگاہ حضرت رب العزت مین دعا کیا کرتے کہ "خداوندا۔ خلقت تیری نعمتون کی وجہ سے تجھ سے محبت کرتی ہے اور مین تیری بلاؤن کے باعث تجھ سے محبت رکھتا ہون"[4] اور حقیقۃً آپ کو دنیوی سامان عشرت سے بالطبع نفرت تھی چنانچہ ایک دفعہ جوش مین آ کے بارگاہ الٰہی مین دُعا کی کہ "خدایا! دنیا و آخرت دونون مجھے بخش دے تاکہ ان دونون کا ایک نوالہ بنا کے کسی یہودی کے مُنہ

[1] رسالۂ قشیریہ ۱۰۱۔ [2] تذکرۃ الاولیا ۶۶۹۔ [3] نفحات الانس ۱۸۷۔ [4] طبقات الکبریٰ ۱۲۲۔

مین رکھ دون جس کے بعد یہ دونون پردے خلقت کے آگے سے اُٹھ جائین اور اہل عالم منزل مقصود تک پہونچ سکین[1]۔" یہودیون کا حریص و طامع اور انتہا درجے کا دنیا طلب ہونا یورپ مین بھی مشہور ہے۔ اور مسلمانون کے عہد اوّلین مین بھی مشہور تھا۔ لہذا اس تمام سامان عیش کے دینے کے لیے ایک یہودی کو منتخب کرنا حضرت شبلی کا ایک بڑا شاعرانہ کمال ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اِس خیال کو اُنھون نے نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

عبادت و ریاضت کے ساتھ اتقا بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔ چنانچہ اپنے اوپر عہد کر لیا تھا کہ سوا اکل حلال کے کچھ نہ کھائین گے[2]۔ پھر اس پر بے نفسی اور یکسوئی اِس بلا کی تھی کہ بعض افعال سے جو خلوص اور سچے جوش بے نفسی کا نتیجہ ہوتے جنون کی جھلک نمایان ہو جاتی۔ ایک دن نئے کپڑے پہنے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اُتار کے اُنھین آگ مین رکھ دیا۔ لوگون نے اعتراضاً کہا "یہ تو شرع کے بھی خلاف ہے۔" فرمایا "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (تم اور جن چیزون کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہون گے) یعنی جس چیز کی طرف تیرا دل مائل ہو وہ بھی تیرے ساتھ آتش دوزخ مین جلائی جائے گی۔ اور اِس وقت اس لباس کی طرف میرا دل مائل ہو گیا تھا[3]۔"

بعض اوقات انھین خیالات سے جوش مین آ کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے۔ اور لوگ سمجھے کہ مجنون ہو گئے ہین۔ ایک ایسے ہی اتفاق کے موقع پر کسی نے کہا "آپ نے اپنے سب کپڑے پھاڑ ڈالے ہین۔ اور عید سر پر آ گئی۔ لوگ تو اُس دن

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۰۹۔ [2] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۲۶۔ [3] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۳۔

زیب و زینت کے ساتھ نئے نئے کپڑے پہن کے آئین گے اور آپ کی یہ حالت ہوگی"
فرمایا "فقیر کی زینت اُس کا فقر اور اُس فقر پر صبر کرنا ہے۔" ایک مرتبہ عید کو (غالباً
کسی کے کہنے سننے سے) دو نئے کپڑے پہن لیے۔ مگر جب عیدگاہ مین گئے تو دیکھا کہ
لباس کے امتیاز کا لحاظ کر کے لوگ ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہین۔ دنیا پرستی
کی یہ تصویر دیکھتے ہی اِن کے دل مین کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ اپنے وہ دونون نئے
کپڑے اُتار کے ایک تنور مین ڈال دیے۔ لوگون نے پوچھا کہ "حضرت یہ کیا؟" جواب
دیا "میرے دل مین آئی کہ جس چیز کی یہ لوگ پرستش کر رہے ہین اُسے جلا دون"
اور اِس کے بعد اپنا معمولی زرد و سیاہ فقیرانہ لباس پہن لیا۔[۱]

علیٰ ہذا القیاس ابو عبداللہ رازی جو نیشاپور مین اقامت گزین ہو گئے تھے بیان
کرتے ہین کہ ابن انباری نے مجھے ایک صوف کا کپڑا پہنایا تھا۔ اور اُس کے بعد
اتفاقاً مین نے شیخ ابوبکر شبلی کے سر پر ایک عمدہ ٹوپی دیکھی۔ جو اُس صوف کے لباس پر
موزون اور اُس کے جوڑ کی تھی۔ میرے دل مین خیال گزرا کہ کاش یہ دونون
چیزین میرے پاس ہوتین۔ اِنھون نے اُس ٹوپی کو کچھ ایسی لالچ کی نگاہ سے دیکھا
تھا کہ شبلی اِن کے دل کی ہوس پرستی کو سمجھ گئے۔ جب اُس صحبت سے جس مین
تھے اُٹھ کے چلے تو ابو عبداللہ رازی کی طرف پھر کے دیکھا۔ ابو عبداللہ کہتے ہین
یہ اُن کا معمول تھا کہ جب مجھے ساتھ لیجانا ہوتا تو اُٹھتے وقت میری طرف دیکھ لیا
کرتے۔ چنانچہ یہ اشارہ پاتے ہی مین اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اپنے گھر مین پہونچ کے
مجھے بھی اندر بلا لیا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا "اپنا یہ صوف کا کپڑا اُتار دو۔

[۱] طبقات الکبری، ۱۴۲/۱-۱۴۳

مین نے اُم تارکے حوالے کیا تو اُسے لپیٹ کے رکھا۔ پھر اپنی وہ ٹوپی سر سے اُتار کے اُسپر رکھ دی۔ اور آگ منگوا کے دونون کو جلا دیا۔[ع]

کچھ اسی واقعہ پر منحصر نہین۔ معمول تھا کہ جب کبھی کوئی کپڑا صوف ہو یا پیراہن ٹوپی ہو یا پائجامہ نفس کو بھلا معلوم ہوتا تو اُسے لپیٹ کے آگ مین ڈال دیتے۔ جلا کے خاک کر دیتے۔ اور کہتے "جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اور وہ ماسوی اللہ ہو اُس کا تلف کر دینا واجب ہے۔" لوگون نے عرض کیا "تو حضرت آپ اُسے صدقہ کیون نہین کر دیتے؟" فرمایا "اس طرح اُس کی صورت و حالت تو باقی رہے گی۔ کبھی کسی دوسرے کے جسم پر دیکھ کے بھی دل کو رغبت ہوتی ہے۔ جلانے سے وہ جھٹ پٹ تلف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ختنہ کا حکم ہوا تو اُنھون نے فوراً کلھاڑی سے اپنا ختنہ کر ڈالا۔ لوگون نے کہا کہ آپ نے اتنا صبر کیون نہ کیا کہ اُسترا فراہم کر لیتے۔ تو جواب مین ارشاد فرمایا کہ "خدا کے حکم مین اتنی تاخیر کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔"[ف]

اُن کے لباس کی یہ وضع تھی کہ ابتداءً سیاہ کپڑے پہنا کرتے تھے۔ کیونکہ امرائے دولت مین تھے۔ اور بنی عباس کے دور مین خود خلفا اور اہل دربار بلکہ تمام امرائے مملکت کا لباس سیاہ رنگ کا ہوا کرتا تھا۔ لیکن جب فقرا اور اہل باطن کے زمرے مین شامل ہوئے تو خرقہ پہننے لگے۔[س] جو مشائخ باطن کی عام وضع تھی۔ اور غالباً اُسکا رنگ زرد ہو گا۔ جیسا کہ اشارۃً اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہی رنگ آج تک فقرا و مشائخ مین رواج پذیر ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ اُنھین خرقہ پہننے

ع رسالۂ قشیریہ ۱۳۹ - ف طبقات الکبریٰ - ۱۲۲ - س تذکرۃ الاولیا - ۲۹۱ -

نے انکار تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ اُن کے مرید خاص ابو بکر شبلی کو ہم وہی لباس پہنے دیکھتے ہین جسے جنید نے اپنے لیے ناپسند کیا تھا۔ بعض کوتہ اندیش حضرت جنید پر اعتراض کر بیٹھین گے کہ "آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند" لیکن اتنے بڑے بزرگ پر ایسی ذلیل نکتہ چینی کرنا گستاخی ہے۔

لباس کی بحث آج کل بھی اکثر چھڑا کرتی ہے۔ کیونکہ انقلاب زمانہ اور امارتِ معاشرت کا مذاق بدل جانے سے ہندوستان ہی نہین ساری دنیا کے مسلمانون مین انگریزی لباس روز بروز زیادہ رواج پذیر ہوتا جاتا ہے۔ کہنہ خیال بزرگ فرماتے ہین کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم۔ اِن لوگون کا حشر بھی عیسائیون ہی کے ساتھ ہوگا۔" نئے خیالات والے آزاد مشرب کہتے ہین کہ "اسلام ساری دنیا کے لیے ہو۔ اُس نے کوئی وردی مخصوص نہین کی۔ اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو بھی معاملات دینی کے ساتھ مخصوص ہے نہ معاشرت سے۔ ورنہ خود آنحضرت صلعم نے جُبّہ رومی پہنا ہے جو اُس دَور کا انگریزی کوٹ تھا۔"

-- سچ یہ ہے کہ اب اِن تنگ خیالیون کا زمانہ نہین رہا۔ ایسے امور کو زیادہ تر تعلق انسان کی نیت اور اُس کے مقصد و غرض سے ہوا کرتا ہے۔ ہر طبقہ اور ہر گروہ کی ایک وضع ہوتی ہے۔ اور اُس کا کوئی نہ کوئی زی و لباس ضرور ہوا کرتا ہے۔ اُس زی مین ہونا بغیر زبان سے کہے بتا دیا کرتا ہے کہ یہ شخص اُس گروہ اور طبقہ سے علاقہ رکھتا ہے۔ اِس کی ضرورت دین کو نہین بلکہ معاشرت کو اور دُنیوی سوسائٹی کو ہے۔ تاکہ صورت دیکھتے ہی ہر شخص کے ساتھ اُس کی شان و حالت کے مناسب برتاؤ کیا جا سکے۔ لیکن علما و مشائخ چونکہ قوم کے مقتدا اور سرتاج ہوا کرتے ہین لہذا اُن مین اکثر

اسی لباس کے پہلو سے ریاکاری ونمود اور تبختر وخیلاء (نخوت) کی شان پیدا ہو جاتی ہے جس سبب سے عالمانہ اور درویشانہ زی مین دو جہتین پیدا ہو گئی ہین۔ یعنی ممکن ہے کہ کوئی ریاکاری وخیلاء سے بچنے کے خیال سے اُسے ترک کر دے۔ اور کوئی یہ خیال کر کے کہ مین جس گروہ کی وضع اختیار کرون گا۔ اُسی گروہ کے خصائل و عادات اختیار کرنے کا شوق دل مین پیدا ہو گا اُسے اختیار کرے۔ اگرچہ دونون کے مذاق مین اختلاف اور بون بعید ہے مگر دونون شخص اپنی جگہ پر نیک نیت ہین اور کمال پاکبازی کا ثبوت دے رہے ہین۔

حضرت جنید اس قدر مشہور و معروف تھے کہ ضرورت نہ تھی فقیرانہ لباس کو ذریعۂ تعارف قرار دین۔ بخلاف اس کے اُن کے مریدین کے لیے فقیرانہ وضع کا قائم رکھنا لازمی تھا۔ کیونکہ اور لوگ درکنار بعض کو شاید بعض اوقات خود بھی بھول جاتا کہ ہم درویش ہین یا کوئی دنیادار۔ رہا یہ کہ حضرت شبلی نے ارادت کے مراحل طے کر کے جب ارشاد کا درجہ حاصل کر لیا تو اُس وقت بھی اس لباس سے کیون نہ کنارہ کشی کی اس کا فیصلہ مناسب ہو گا کہ ہم حضرت شبلی ہی کے مذاق وخیال پر چھوڑ دین۔ اُنھین اپنی بے نفس طبیعت پر اطمینان تھا کہ اُن کا خرقہ کبھی دلق سالوس نہ بنے گا۔ اور کبھی کبر ونخوت مین نہ مبتلا ہون گے۔ اور اپنے فقیرانہ مشاغل کا شوق قائم رکھنے کے لیے وہ مناسب نہین سمجھتے تھے کہ اُس مقدس گروہ کے زی ولباس کو چھوڑ دین۔

اسی طرح آج کل کے کوٹ پتلون پہننے والون کی نسبت بھی ہمین کوئی عام رائے نہ قائم کر دینی چاہیے کیونکہ ان مین بھی مختلف مذاق ومقاصد کے لوگ ہین۔ اور انکے لیے بھی مختلف جہتین پیدا ہو گئی ہین۔ بعض اِسے آج کل کی وضع امارت تصور کرتے ہین۔

بعض وس مین پُھرتیلاپن یا اور قسم کی معاشرتی سہولتین اور خوبیان پاتے ہین۔ بعض بجاے عیسائیون کے اسے ترکون کا لباس خیال کر کے اختیار کرتے ہین۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا جو محض اس لیے انگریزی لباس پہنتا ہو کہ یہ عیسائیون کا لباس ہے۔ اور سب سے بڑی اور صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کو دینی مسئلہ بنانا ہی غلطی ہے۔ کیونکہ جیسا ہم اوپر بیان کر چکے ہین یہ ایک معاشرت و سوسائٹی کا مسئلہ ہے۔ اور دنیوی امتیاز و تعارف کے لیے ہے نہ ثواب و عقاب حاصل کرنیکے لیے۔

حضرت شبلی اگرچہ عموماً زرد رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے مگر کبھی کبھی سیاہ لباس بھی پہن لیا کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عید کے دن سیاہ کپڑے پہنے وجد و بیخودی کی حالت مین نظر آئے۔ لوگون نے پوچھا "حضرت یہ سیاہ کپڑے کیون؟" فرمایا "خلقت کی مصیبت کے غم مین۔ اس لیے کہ خدا اسے غافل ہے"[عہ]

حضرت شبلی گو خود خرقہ پوش تھے مگر نمائشی خرقہ پہننے والون کی نسبت اُن کے جو خیالات تھے اُن کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن ایک شخص نے اُن کی خدمت مین حاضر ہو کے عرض کیا کہ "آپ کے اصحاب اور مریدون کی ایک جماعت آئی ہے۔ اور وہ لوگ جامع مسجد مین ٹھہرے ہوئے ہین"۔ آپ اُن سے ملنے کو تشریف لے گئے تو دیکھا کہ سب کے سب خرقہ پہنے ہوئے ہین۔ دیکھتے ہی فرمایا "اما الخیام فانھا کخیامھم و اری نساء الحی غیر نسائھا"[عہ] (خیمے تو ہان ویسے ہی ہین مگر قبیلہ کی عورتین دوسری معلوم ہوتی ہین) یعنی لباس تو بے شک تارک الدنیا بزرگون کا سا ہے مگر پہننے والے ویسے نہین بلکہ نفس پرست ہین۔

عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۱ عہ تلبیس ابلیس (تلبیس علی الصوفیۃ فی لباسہم)

آپ کا معمول تھا کہ بغداد مین جامع منصور کے اندر فقیہ ابو عمران کے حلقۂ درس کے برابر بیٹھ کے خلق اللہ اور طالبان حقیقت کو روحانی درس دیا کرتے۔ اور گرد مریدون کا حلقہ ہوتا۔[۳۴] آپ کے خادم ابو بکر اصفہانی بھی اِس حلقۂ فیض مین شریک رہا کرتے۔ اُنھین کا بیان ہے کہ ابن سمعون جو بعد کے زمانے مین ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے ولی کامل ہوئے ہین اور "الناطق بالحق" کے محترم لقب سے مشہور تھے اُن کا بچپن کا زمانہ تھا۔ ایک نہایت ہی پُر تکلف ٹوپی بانکپن کی وضع سے پہنے ہوئے بچون کی طرح وہ مسجد مین داخل ہوئے شبلی کے قریب آئے۔ اور بغیر اِس کے کہ اُنھین سلام بھی کرین آگے بڑھ گئے۔ وہ پیٹھ پھیرے جا رہے تھے کہ شبلی نے اُن کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے کہا "ابو بکر جانتے بھی ہو کہ اس بچے مین خدا کے کیا کیا ذخیرے ہین؟"[۳۵]

یہان حضرت شبلی کی فصیح البیانی اکثر اوقات ابو عمران کے حلقۂ درس کے طلبہ کو خاموش کر دیا کرتی۔ اور اُن کا وعظ سُننے کے شوق مین وہ اپنا درس بھول جایا کرتے۔ ایک دن ابو عمران کے طلبہ نے اپنے زعم مین خیال کیا کہ کوئی فقہی مسئلہ پوچھ کے ہم شبلی کو خاموش کر دین گے۔ اور مجمع عام مین شبلی کی سُبکی ہو گی۔ چنانچہ اُنھون نے آپ سے مسئلۂ حیض پوچھا۔ اُنھون نے اِس مسئلہ مین علماے سلف اور مجتہدین کے اقوال بیان کرنا شروع کر دیے۔ پھر اُن کے باہمی اختلافات بتائے۔ غرض ایسی سچی اور پُر اثر تقریر کی کہ تمام سامعین مبہوت و حیرت زدہ رہ گئے۔ اور خود ابو عمران نے اُٹھ کے شبلی کے سر پر بوسہ دیا۔ اور کہا "ابو بکر مین نے اِس مسئلے مین بارہ نئی باتین تم سے حاصل کین جن کو اِس سے پہلے کبھی نہین سُنا تھا۔"

[۳۴] رسالۂ قشیریہ۔ [۳۵] ایضاً۔ نفحات الانس۔ ۲۲۱۔

تم نے جو کچھ بیان کیا اُس مین سے صرف تین امر مجھے معلوم تھے[عہ]

یہی صحبت تھی جس مین ممبر پر بیٹھ بیٹھ کے وہ اُن رموز عرفان اور باریک حِکَم وحدت کو بیان کیا کرتے جن کی نسبت حضرت جنید کو خاص طور پر اخفار کا اہتمام رہتا اور بار بار حضرت شبلی سے کہتے کہ "مجوبون پر نہ ظاہر کیا کرو" آپ اس صحبت مین ہر قسم کی ایسی تعلیم دیتے اور مریدون کے شکوک رفع کرنے کے لیے اِس قدر مستعد رہتے تھے کہ کبھی اگر ایسا اتفاق ہو جاتا کہ صحبت ذرا سُست پڑ جاتی۔ اور کوئی طالب حقیقت کوئی بات نہ پوچھتا تو جوش مین آکے کہہ اُٹھتے "ووقع القول علیھم بما ظلموا فھم لا ینطقون[عہ]" (اُن کے ظلم کی وجہ سے اُن کی نسبت خدا کا جو کہنا تھا پورا ہوا۔ لہذا اُن کے مُنہ سے بات نہین نکلتی۔)

زندگی مین بارہا بیمار ہوئے ہون گے۔ مگر صرف دو بار ایسا اتفاق ہوا کہ لوگ اُنھین بیمارستان یعنی دار الشفا مین اُٹھا لے گئے[عہ]۔ لیکن وہان بھی اُن کی ولایت وقناعت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی شان قائم رہا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک بار طبیب نے کہا "پرہیز کیجیے" کہا "کس چیز سے؟ جو قسمت مین ہے اُس سے یا اُس سے جو نہین ہے؟ جو چیز تقدیر مین لکھی ہے وہ ہر طرح پہونچے ہی گی۔ رہی وہ جو نہین ہے اُسے مین چاہون بھی تو نہین مل سکتی[عہ]"

سنہ ۳۰۱ھ مین المقتدر باللہ نے علی بن عیسیٰ کو خلعت وزارت سے سرفراز فرمایا تھا جس نے سنہ ۳۰۱ھ مین دولت عباسیہ کی وزارت کا چارج لیا اور پبلک نفع رسانی

عه رسالۂ قشیریہ - ص ۲۰۳ - مرآۃ الجنان یافعی - حالات سنہ ۳۳۴ھ بلسه رسالۂ قشیریہ - ۲۷ ،
سه نفحات الانس - ص ۸۷ ، ابلعه تذکرۃ الاولیا - ۲۹۶ -

کے لیے بہت سے کام کیے۔ مسجدین تعمیر کرائین پُرانی مسجدون کی مرمت کرائی۔ اُن مین فرش اور روشنی وغیرہ کا انتظام کیا۔ اماموں قاریون اور موذنون کی تنخواہین مقرر کین۔ جابجا دارالشفائین قائم کرائین۔ اُن پر نامی گرامی اطبا مقرر کیے۔ اور دواؤن وغیرہ کے علاوہ مریضون کے با آرام رہنے کا بھی بندوبست کیا۔ جہان یہ سب انتظامات ہوئے۔ وہان خدا کی قدرت کہ اسی سال سارے عراق مین امراض دمویہ مین لوگ اس قدر مبتلا ہوئے کہ ہزارہا خلقت مرگئی حتی کہ بہت سے مکانون کے دروازے بند ہوگئے۔ کیونکہ کوئی رہنے والا ہی نہ رہا تھا۔عہ

اِنھین دنون اتفاقاً ابوبکر شبلی بھی سخت بیمار ہوئے۔ اور دارالشفا مین لا کے رکھے گئے۔ وزیر علی بن عیسی آپ کے علم وفضل اور کمال باطنی کا معتقد تھا اُسے خبر ہوئی تو فوراً خلیفۂ وقت المقتدر باللہ کو اطلاع کی۔ خلیفہ نے بھی شبلی کی بیماری کو اس قدر امر اہم تصور کیا کہ اپنے طبیب خاص کو جو افسر الاطبا ہونے کے شرف سے ممتاز اور ملت عیسوی کا پیرو تھا آپ کے علاج پر مامور کیا۔ اُس نے بڑی توجہ سے علاج کیا۔ اور خدا نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔ صحت کے بعد اُس دربار خلافت کے محترم طبیب نے ایک دن شبلی سے کہا "خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے علاج کے لیے اپنے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ دینے کی ضرورت ہے تو مین اِس مین بھی بُخل نہ کرتا۔ بلکہ خوشی سے گوارا کر لیتا۔" سُن کے شبلی نے جواب دیا "مگر میری دوا کچھ اور ہی ہے۔" حکیم صاحب نے پوچھا "وہ کیا؟" فرمایا "یہ کہ اپنی صلیب توڑ کے مسلمان ہوجاؤ۔" طبیب اِن کے کمالات کا اس قدر معتقد ہو چکا تھا کہ اِس حکم کی تعمیل مین ذرا بھی تامل نہ کیا اور بلا تامل پیروان دین

عہ ابن اثیر۔ جلد ہشتم۔ ۲۲-۲۷۔

محمدی مین داخل ہوگیا۔ جب یہ خبر خلیفۂ المقتدر باللہ کو پہونچی تو سُن کے بولا "ہمنے مریض کے پاس طبیب کو بھیجا تھا۔ یہ نہین سمجھے تھے کہ طبیب کے پاس مریض کو بھیج رہے ہین"[1]

خدا جانے یہ اسی زمانے کا واقعہ ہے یا کسی اور زمانے کا کہ بیمار ہوئے۔ اور دار الشفا مین جا کر رہے۔ وزیر سلطنت (اُن دنون جو کوئی ہو) عیادت کو آیا۔ اُس نے اِس سے پیشتر اکثر اِن کو یہ کہتے سُنا تھا کہ "جس صدیق کا معجزہ نہ ہو وہ جھوٹا ہے" اب اس موقع پر اُس نے باتون باتون مین آپ کا یہ مقولہ یاد دلا کے کہا "ہان یہ تو فرمایئے کہ اب آپ کا وہ معجزہ کیا ہوا؟" سنتے ہی جوش دینی کے لہجے مین بولے "میرا معجزہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے اوامر و نواہی مین اُس کے حکم کی پیروی کرون"[2] اور سچ یہ ہے کہ یہی ہر مومن و دیندار کا معجزہ ہونا چاہیے۔ اِس واقعہ مین معجزہ لغوی معنون مین "کرامت" کے محل پر استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ متاخرین کی اصطلاح شرع مین معجزہ صرف اُس خارق عادت واقعہ کو کہتے ہین جو کسی پیغمبر سے ظاہر ہو۔

بیماری اور دار الشفا مین پڑے ہونے کے زمانے مین بھی آپ کے جذبات ولی اکثر نظر آجاتے۔ اور جوش وحدت کی بیخودیان عجیب شان دکھا دیتین۔ چنانچہ دار الشفا مین پڑے ہوئے تھے کہ چند لوگ ملنے کو آئے۔ آپ نے اُن سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" اُنھون نے عرض کیا "این! آپ نے پہچانا نہین! ہم آپ کے دوست اور احباب ہین۔ بیمار سُنا تھا۔ عیادت کو حاضر ہوئے ہین"[3] سنتے ہی آپ پر جو جذبہ سوار ہوا تو پتھر پھینک پھینک کے اُنھین مارنا شروع کیا۔ اور وہ سب بدحواس بھاگے۔ تب اُن سب نے چلا کے کہا "جھوٹو! میرے دوست ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو"[4]

[1] روض الریاحین للیافعی ۔ ۱۱۴ ۔ ۱۱۵ ۔ [2] طبقات الکبریٰ للشعرانی ۱۲۲ ۔ [3] رسالہ قشیریہ ۔ ۱۱۲ ۔ ۱۹۰ ۔

یہ بے صبری کیسی کہ یہان دوڑے آئے ہو؟"

یہ جوش جنون کی سی شان آپ پر زیادہ تر وفور عبادت اور جذبات وحدت میں محو ہو جانے کے سبب سے طاری رہا کرتی تھی۔ اور بہت کچھ دخل اس مین اس امر کو بھی تھا کہ متعدد مجنونون کو دیکھا جن کی باتون مین آپ کو نور حق کا جلوہ نظر آ گیا۔ خود فرماتے ہین کہ ایک دن بہلول (جن کا نام ہمارے فارسی لٹریچر مین بہت مشہور ہے اور باوجود مجنون ہونے کے بہلول دانا کہے جاتے ہین) میرے قریب سے ہو کے گذرے۔ ایک نرکل پیرون کے نیچے تھا جس پر بچون کی طرح سوار تھے۔ ہاتھ مین ایک گرز تھا اور مقام حیانہ کی طرف جا رہے تھے۔ مین نے پوچھا "بہلول کدھر کا ارادہ ہے؟" بولے "اللہ جل شانہ کے سامنے جائزہ دینے جا رہا ہون" یہ کہہ کے چلے گئے۔ اور مین خاموش ہو رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہون کہ پلٹے چلے آتے ہین۔ اور اس حالت سے کہ وہ نرکل جو اُن کا گھوڑا تھا ٹوٹ گیا ہے۔ اور دونون آنکھین روتے روتے سُرخ ہو گئی ہین۔ مین نے پوچھا "کہو کیا گذری؟" جواب دیا "اُس کے سامنے مین جا کے کھڑا ہوا۔ امید تھی کہ خادمون مین میرا نام لکھ جائے گا۔ لیکن جیسے ہی مجھے پہچانا نکلوا دیا۔" یہ کہہ کے بہلول تو چلے گئے۔ مگر ان کے دل پر ایسا اثر نہین چھوڑ گئے تھے کہ زندگی بھر مٹ سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس فرماتے ہین ایک جمعہ کو جامع رُصافہ کے پاس مین نے ایک مجنون کو دیکھا کہ ننگا کھڑا ہے اور کہتا ہے "مین اللہ میان کا سڑی ہون ا" مین نے کہا "اللہ میان کے سڑی ہو تو پھر اُس کی مسجد مین کیون نہین آتے کہ کپڑے پہن کے

ف روض الریاحین یافعی ۔ ۵۰ ۔ ۵۱ ۔

نماز پڑھو"۔ میری یہ درخواست سُن کے اُس نے یہ دو شعر پڑھے۔

يَقُولُونَ زُرْنَا وَاقْضِ وَاجِبَ حَقِّنَا ۔ وَقَدْ اَسْقَطَتْ حَالِي حُقُوقَهُمْ عَنِّي

کہتے ہین کہ ہماری زیارت کو آ اور ہمارے مفروضہ حقوق ادا کر۔ حالانکہ میری حالت ایسی ہو رہی ہے جس نے اُن کے تمام حقوق میرے اوپر سے ساقط کر دیے۔

اِذَا اَبْصَرُوا حَالِي وَلَمْ يَانِفُوا لَهَا ۔ وَلَمْ يَانِفُوا مِنْهَا اَنِفْتُ لَهُمْ مِنِّي

جب اُنھون نے میری حالت دیکھی اور اُس کی پروا نہ کی اور اُس سے تعلق نہ رکھا تو مین نے بھی اُنھین اپنی طرف سے بے تعلق کر دیا۔[۵]

خود ہی ایک اور دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا ایک مجنون چلا جاتا ہے اور بازار کے لڑکے اُس کے پیچھے ہین جو اُسے پھینک پھینک کے پتھر مار رہے ہین۔ یہان تک کہ اِن پتھرون سے اُس غریب کا سر پھٹ گیا اور سارا مُنہ خون آلودہ ہے۔ یہ حالت دیکھ کے مین نے لڑکون کو جھڑکا اور ڈانٹا کہ "کیون اِس غریب کو ستاتے ہو؟" لڑکون نے کہا "جناب آپ اس مین دخل نہ دین۔ ہم اِسے بے مارے نہ رہین گے۔ یہ کمبخت تو کافر ہے!" مین نے کہا "تم نے کیسے جانا کہ یہ کافر ہے؟" سب بولے "جناب اُس کے دل مین بسی ہوئی ہے کہ مین خدا سے ملتا ہون۔ اور اُس سے باتین کرتا ہون"۔ تب مین نے کہا "اچھا ذرا ٹھہرو۔ مین اِس سے دو دو باتین کر لون"۔ پھر مین اُس مجنون کے قریب گیا تو دیکھا کہ آپ ہی آپ باتین کرتا اور ہنس ہنس کے کہ رہا ہے "بس یہ تو نے خوب کیا کہ ان لڑکون کو مجھ پر

ف ۵ ابن خلکان۔ ۵۰۳۔ و مرآۃ الجنان حالات سنہ ۲۳۲ھ

مسلّط کر دیا۔ تاکہ ستائین۔" مین نے کہا" تم نے سنا بھی کہ لڑکے کیا کہتے ہین؟" فوراً میری طرف دیکھ کے پہلے کہا" این اشبلی!" پھر پوچھا" کیا کہتے ہین؟" مین نے کہا کہتے ہین کہ تم اپنے گمان مین خدا کو دیکھتے اور اُس سے باتین کرتے ہو؟" یہ الفاظ سنتے ہی اُسنے جوش وخروش سے ایک نعرہ مارا۔ اور کہا شبلی۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے اپنی محبت مین مبتلا کیا۔ اور پھر اپنے قرب وبُعد کے درمیان مین اٹکا رکھا ہے۔ ایک چشم زدن کے لیے بھی اگر وہ میری نظر سے اوجھل ہو جاے تو مین صدمۂ فراق سے تڑپ تڑپ کے پاش پاش ہو جاؤن۔" پھر یہ شعر پڑھا۔

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی ومثواک فی قلبی فاین تغیب

(تیرا خیال میری آنکھون مین ہے۔ تیرا ذکر میری زبان پر ہے۔ اور تیرا مقام میرے دل مین ہے۔ پھر تو کہان چھپ کے جائے گا؟) اور یہی شعر پڑھتا ہوا بھاگا چلا گیا۔[۱] اگر غور سے دیکھیے تو یہ واقعات بھولنے والے نہ تھے۔ اور ایک شخص کو جسکا دل حضرت ابوبکر شبلی کا ایسا ہو خدا جانے کیا بنا دے سکتے تھے۔ اِن سب پر طرہ یہ ہوا کہ انھین دنون حسین بن منصور حلاج کا واقعہ پیش آیا۔ جو انھین کے مرشد حضرت جنید کے مرید۔ جذبات مین ڈوبے ہوئے۔ اور ایسے مخفی الحال شخص تھے کہ خدا جانے کیا تھے اور کس مذاق کے تھے۔ صوفیۂ متاخرین اور تقریباً کل شعراے فارس نے اُنھین ایک ولی کامل۔ اعلیٰ درجے کا صوفی صافی۔ جذبات وحدت مین غرق۔ اور فنائیت کے درجے پر پہونچا ہوا شیخ باطن تسلیم کر لیا ہے۔ گو اُن کی نسبت بڑے بڑے اختلافات ہین مگر صوفیۂ متاخرین کا دعوی ہے کہ اُنھون نے جوش مین آ کے نعرہ

[۱] روض الریاحین یافعی۔ ۵۲۔

"انا الحق" بلند کیا یہ خلاف شرع شریف دعوے اگرچہ اہل ذوق کے گوش باطنی کو ناگوار ہونے کے عوض سچا معلوم ہوا مگر علمائے خلیفہ المکتفی باللہ کے دربار مین شکایت پیش کی جس کے حکم سے اس عہد کے علما اور قاضیون نے قتل کا فتوی دیا۔ اور حسین بن منصور مصلوب ہونے کے بعد قتل کیے گئے۔

ظاہر ہے کہ خود اپنے ہی مرشد کے ایک مرید اور اپنے ہی مکتب عرفان کے ایک طالب حق کو ایسی حالت مین مبتلا دیکھ کے آپ کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ اور کیسے کیسے خیالات دل مین گذرے ہون گے؟ تاہم اتنی احتیاط ضرور تھی کہ جب منصور نے آپ کو اپنے ہم خیال وہم عقیدہ لوگون مین بتایا تو آپ نے اگرچہ اس خیال وعقیدہ سے اپنی برأت ظاہر کی مگر حسین بن منصور حلاج کے قتل کا فتوی دینے سے بھی ہاتھ روکا۔ اور جو کچھ فرمایا صرف اس قدر تھا کہ جس شخص کے ایسے خیالات ہون۔ روکا جائے[۱] جس امر مین کہ ابو العباس عطا۔ ابو عبد اللہ خفیف ابو القاسم نصر آبادی اور ابو العباس سریج کے ایسے نامی گرامی بزرگان زمانہ نے بھی آپ سے اتفاق کیا۔ بلکہ متاخرین کی ایک روایت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شبلی نے چاہے صریح الفاظ مین حلاج کے اقوال کی تصدیق نہ کی ہو مگر ضمناً اُن کی حقیت تسلیم کرلی۔ اس لیے کہ حلاج جب مصلوب کیے گئے تو شبلی سولے کے نیچے جاکے کھڑے ہوئے۔ اور اُن سے کہا۔ اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِين "(یعنی اہل عالم پر آشکارا کرنے سے ہم نے تمھین نہین منع کیا تھا؟) جس قاضی نے قتل کا فتوی دیا تھا اُن کے بولا" وہ (حلاج) تو پیغمبری ہی کا دعوی کر رہا تھا مگر یہ (شبلی) خدائی کا بھی دعوی کر رہے ہین"[۲]

[۱] تلبیس ابلیس۔ باب ۱۰۔ فصل ۵

شبلی نے اِس کے جواب مین کہا "جو یہ کہتے تھے وہی مین بھی کہتا ہون مگر فرق یہ ہے کہ دیوانگی نے مجھے بچا لیا۔ اور عقل نے انھین تباہ کیا"

لیکن ہمین مذکورۂ بالا واقعہ کے صحیح ہونے مین شک ہے کیونکہ ہمدانی کی یہ روایت زیادہ قابل وثوق ہے کہ "حسنین بن منصور کے قتل کے وقت جناب شبلی نے فاطمۂ نیشاپوریہ نام ایک عورت کو اُن کے پاس بھیجا۔ اور اُس کے ذریعہ سے چند باتین دریافت کرائین۔ جن مین سے ایک یہ تھی کہ تصوف کیا چیز ہے؟" اس کا جواب الحلاج نے یہ دیا کہ "جو کچھ مین ہون وہی ہون۔ کیونکہ مین نے بجز اے لم یزل کبھی ایک گھڑی کے لیے بھی لذت والم مین امتیاز نہین کیا"

حضرت شبلی کو سب کے پہلے قناعت کا سبق دیا گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ مین دُنیا طلبی نام کو بھی نہ تھی۔ مگر دُنیا بُری چیز ہے۔ ایک آدھ مرتبہ کسی دُنیادار سے کچھ درخواست کرنے پر مجبور ہونا ہی پڑا۔

چنانچہ ایک امیر کے پاس آدمی بھیج کے کچھ منگوایا تو اُس نے اعتراضاً کہلا بھیجا "جس سے آخرت و عقبیٰ کے طالب ہوا کرتے ہو اُسی سے یہ بھی مانگو۔" یون تو شیخ شبلی بہت ہی بے نفس بزرگ تھے مگر زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت نے انھین توحید و خدا پرستی کے بارے مین بڑا ہی صاحب جلال بزرگ بنا دیا تھا۔ جواب مین اسکے پاس کہلا بھیجا کہ "تو ذلیل ہے اور دُنیا بھی ذلیل ہے۔ اس کے مقابل خدا شریف ہے اور آخرت بھی شریف ہے۔ لہذا مین ذلیل کو ذلیل سے اور شریف کو شریف سے

؎ نفحات الانس۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ؎ لٹرری ہسٹری آف پرشیا۔ از ابتدا تا عہد فردوسی مصنفہ ایڈورڈ براؤن۔ صفحہ ۴۳۳۔

مانگتا ہون عہ" گو اس جواب کے ایک ایک لفظ سے غیظ و غضب اور جوش و جلال کی چنگاریان نکل رہی ہین۔ مگر کس قدر سچی بات کہی ہے۔

ایسا نہ تھا کہ آپ صرف اپنے مدرسۂ باطن کے طلبہ اور حلقہ نشینان درسگاہ ارادت کی رہبری و مقتدائی اور تعلیم و تربیت ہی مین مشغول و مصروف رہتے ہون۔ اور دیگر ائمۂ باطن کی تعلیمون اور اُن کے حالات سے بے پروا ہو جائین یہ سچ ہے کہ ایک عابد و مرتاض بزرگ کا کام یہ ہے کہ جس سے لو لگائی اُس کے سوا کل چیزون کا خیال صفحۂ دل سے مٹا دے۔ لیکن چونکہ آپ امام اہل باطن تھے اور اپنے نفس کی تکمیل کے سوا دوسرون کے کمال کی فکر مین بھی رہا کرتے تھے اس لیے ضرور تھا کہ دیگر مشائخ باطن اور معاصر علمائے طریقت کے حالات و تعلیمات کی تنقید بھی فرماتے رہین۔

اِس بارۂ خاص مین آپ کی سرگرمی اور جستجو کا اس سے پتہ چلتا ہو کہ جب آپ نے ابو علی ثقفی کے کمالات باطن کی کیفیت سُنی جو خراسان کے شہر نیشاپور مین گوشہ گیر تھے۔ اور بلاد مشرق کے شیخ طریقت بنے ہوئے تھے تو اپنے حلقۂ ارادت کے ایک معتمد و صاحب علم شخص کو نیشاپور بھیجا اور حکم دیا کہ "پورے ایک سال تک ہر صبح و شام اُنکی صحبت مین شریک ہو۔ اُنکی زبان سے جتنی باتین سُنو اُن کو بقید وقت لکھو۔ اور پھر ملفوظات کے اس ذخیرے کو میرے سامنے لا کے پیش کرو۔" وہ شخص گیا۔ اور اس طرح خاموشی کے ساتھ شیخ ابو علی ثقفی کے پند و نصائح کو قلمبند کرتا رہا کہ نیشاپور مین کسی کو گمان بھی نہین گذرا کہ بغداد کے شہنشاہ معرفت کا کوئی جاسوس خراسان کے اس روحانی دربار مین موجود ہے۔ یہ ملفوظات اُس نے اس ترتیب سے جمع کیے کہ

عہ عوارف المعارف۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ ۱۶۳۔

دو جلدین کرین - ایک مین صبح کے وقت کی تعلیمین تھین اور ایک مین شام کے وقت کی۔ ختم سال پر جب وہ مرید ان ملفوظات کو لے کے حاضر ہوا تو آپ نے دونون جلدون کو لے کے خوض و تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمایا - اور غور کامل کے بعد فرمایا "اس شیخ کی صبح کی باتین تو علم حقائق کے رموز ہی نہین معجزات ہین - مگر رات کا کلام ناقص و فاسد ہے - اور حقیقت معرفت سے دور - اِس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہو کہ شب کو وہ اپنے ستری مشاغل مین مصروف رہتا ہے - اور صبح کو ایسا پاک باطن اُٹھتا ہے کہ کلام مین یہ اعلیٰ درجے کی خوبیان نظر آتی ہین۔" یہ کہہ کے اپنے اُس شاگرد سے پوچھا "تم نے شیخ کے گھر مین جا کے فرش ظروف اور سامان خانہ داری کو بھی کبھی دیکھا تھا وہان اُس قسم کی چیزین ہین جنھین لوگ زینت دنیا کہتے ہین؟" عرض کیا "جی ہان - مین نے وہان فرش دیکھا - اور اکثر ایک دمشقی طشت کو دیکھا کرتا جو مکان کے ایک کونے مین رکھا رہا کرتا تھا۔" اتنا سنتے ہی آپ جوش و خروش سے چلا اُٹھے - اور فرمایا "بس یہی چیز روز شام کو اُن کی حالت بدل دیا کرتی ہے ع۵"

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ باوجود مشاغل باطنی اور خدا شناسی کے جذب و جوش کے آپ معاصر مشائخ باطن کے حالات سے کس قدر واقف رہا کرتے تھے -

آپ کی حالت پر غور کیا جائے تو اول سے آخر تک خوف الٰہی کے جذبات طاری نظر آتے ہین - اور خود ہی فرماتے تھے "کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا کہ مجھ پر خوف طاری ہوا ہو اور ساتھ ہی حکمت و عبرت کے دروازے میرے دل پر نہ کھل گئے ہون ع۶"

آپ کے فضائل و عادات سے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے بھی

ع۵ طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۷۲-۱۷۳، ع۶ تذکرۃ الاولیا - ۲۰۴

اپنی بے مثل و بے نظیر اخلاقی و روحانی کتاب بوستان مین فائدہ اُٹھایا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک دن گیہون کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے بازار سے گاؤن مین پہونچایا۔ وہان پہونچ کے نظر آیا کہ گیہون مین ایک چونٹی بھی چلی آئی ہے۔ رات کو سوئے تو نیند نہ آئی کہ مین تو اپنی خوابگاہ مین ہون اور وہ چونٹی میرے سبب سے بے خانمان ہو گئی۔ آخر اُسے گیہون مین سے ڈھونڈھ کے نکالا اور جہان سے لائے تھے وہین پہونچا آئے تب چین پڑا۔ چنانچہ اسی واقعہ کو شیخ سعدی نے اِن دلکش الفاظ مین نظم فرمایا ہے:-

یکے سیرتِ نیکمردان شنو	اگر نیکمردی و پاکیزہ رَو
کہ شبلی ز حانوتِ گندم فروش	بدِہ بُرد انبانِ گندم بدوش
نگہ کرد مورے در آن غلہ دید	کہ سرگشتہ از ہر طرف میدوید
ز رحمت برو شب نیارست خفت	بماوای خود بازش آورد و گفت
مروّت نباشد کہ این مور ریش	پراگندہ گردانم از جای خویش

محویت - اور ذوق و شوق

اسلام نے اِن گذشتہ تیرہ سو برس مین بڑے بڑے باخدا اور برگزیدۂ بارگاہ لم یزلی پیدا کیے جن مین صحابۂ کبار اور بعد کے طبقون مین ابو بکر شبلی سے بہت زیادہ مرتبہ کے خداشناس و خدارسیدہ گزر گئے ہین لیکن اِس جوش کا اور ایسے ذوق و شوق کے لوگ کم نظر آتے ہین۔ فرمایا کرتے تھے "چالیس برس سے تمنا ہے کہ

ایک گھڑی کے لیے خدا کو جانون اور پہچانون "[۷] اسی جوش کو دوسرے الفاظ مین یون آشکارا فرماتے ہین "اِس آرزو مین عمر گذر گئی کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی خلوت نصیب ہو کہ شبلی درمیان مین نہ رہے "[۸]

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ مین ایک دن ابوبکر شبلی سے ملنے کے لیے اُنکے گھر پر گیا۔ تو دیکھا کہ بار بار چلّاتے ہین اور کہتے ہین "جسے قُرب کی عادت ہو اُسے بُعد مین صبر نہین آتا۔ اور جسے تیری محبت ہے اُس مین تیرے ہجر کی برداشت نہین۔ اگر تجھے آنکھ نہ دیکھے تو دل دیکھ رہا ہے "[۹]

جب کوئی فقیر ملنے کو آتا تو پوچھتے "تمھارے پاس کچھ خبر یا کچھ پتہ ہے؟" پھر مجنون عامری کا یہ مشہور شعر پڑھتے۔

اَسائِلُ عَن لیلیٰ فھل مِن مُخبِرٍ — یُخبِرُنا عِلماً بِھا این تنزِلُ

(لیلیٰ کو پوچھتے ہو؟ بھلا کوئی خبر دینے والا ہے جو جانتا ہو اور بتائے کہ وہ کہان جا کے ٹھہری ہے؟) اس کے بعد آپ ہی فرماتے "قسم ہے تیرے عزّت و جلال کی خود تیرے سوا دونون جہان مین کوئی بتانے والا نہین "[۱۰]

سچے خدا طلب اور خدا پرست کی شان بتاتے ہین کہ "اگر مین حق کا پورا پورا مرتبہ جان جاتا تو پھر کسی ماسوی اللہ سے نہ ڈرتا "[۱۱] اور سچ یہ ہے کہ سچّے موحد سے زیادہ آزاد و بیخوف شخص دنیا کے پردے پر نہین ہو سکتا۔ یہی آزادی اور جرأت و شجاعت تھی جو توحید نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مین پیدا کر دی تھی۔ ایک ملحد و بے دین

[۷] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔ [۸] مرآۃ الجنان یافعی۔ بیان ۳۳۴ھ۔ [۹] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۴۔

[۱۰] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔

شخص ہرگز اتنا آزاد و حری نہین ہو سکتا جتنا کہ ایک سچا موحد و خدا پرست ہوتا ہے۔

جوش توحید سے بیتاب ہو کے کبھی کبھی آپ کہہ اُٹھا کرتے "جب تک یہ نہ ہو کہ روے زمین پر خدا کا کوئی او ر یاد کرنے والا نہ باقی رہے مجھے چین نہ آئے گا" بعض بزرگان صوفیہ نے حضرت شبلی کے اِس قول کی تشریح یون فرمائی ہے کہ "جب تک مین دربار شہود مین نہین پہونچ لیتا مجھے چین نہین آتا۔ کیونکہ اُس مقام پر ذکر نہین ہے"[۱] لیکن سیدھی سادی یہ بات ہے کہ عشق الٰہی نے ایک جوش رقابت پیدا کر دیا ہے۔ اور ذکر الٰہی کی دُھن مین محو ہو جانے کی آرزو یہ تمنا کر رہی ہے کہ بس میری ہی آواز میرے کان مین آ رہی ہو اور کسی کی نہین۔ مین ہی ہون اور سارا عرصۂ ہستی فنا ہو۔ درگاہ رب العزت مین دعویٰ کرتے ہین۔ کہ "خداوندا۔ اگر تو آسمان کو میری گردن کا طوق۔ زمین کو میرے پاؤن کی بیڑی۔ اور سارے جہان کو میرے خون کا پیاسا بنا دے تو بھی مین تجھ سے رُو گردان نہ ہون گا"۔ اِس کے بعد محویت کے مقام پر پہونچ کے فرماتے ہین: "کُل کائنات کی یہ ہستی نہین کہ میرے دل پر گزر کر سکے۔ پھر بھلا اُس کے دل پر اُس کا گزر کیسے ہو سکتا ہے جو حق تعالےٰ کو جانتا ہو"[۲] سبحان اللہ! کتنا بڑا دعویٰ ہے اور پھر اُس کے ساتھ کیسا انکسار!

ایک دن نماز عصر مین دیر ہو گئی۔ یہان تک کہ آفتاب اُفق مغرب کے قریب پہونچ گیا جب خیال آیا تو فوراً اُٹھ کے نماز پڑھی پھر لوگون کی طرف ہنستے ہوئے دیکھ کے فرمایا: "کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

نسیتُ الیومَ مِن عِشقی صَلاتی ۔۔۔ فَلا اَدری عِشائی مِن غَدائی

---

[۱] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲ و ۱۲۳۔ [۲] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۵، ۲۰۹۔

(آج اپنے عشق کی دُھن مین مین نماز پڑھنا بھول گیا۔ تو اب خبر ہی نہین ہوتی کہ کب شام ہوئی اور کب صبح ہوئی[عہ])

ایک دن خلوت گاہ خاص مین تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا "کون؟" آواز آئی "ابوبکرؓ" (کوئی صاحب ہون گے) فرمایا "اس وقت تو اگر ابوبکر صدیقؓ بھی آئین تو دروازہ نہ کھولون گا۔ جائیے مجھے فرصت نہین[عہ]"

ابو مقاتل عکّی کا بیان ہے کہ "مین ایک مرتبہ ابوبکر شبلی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ موچنے سے بھوؤن کے بال اُکھاڑ رہے ہین۔ مین نے کہا "حضرت آپ اپنے بال اُکھاڑتے ہین اور میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔" فرمایا "افسوس کہ حقیقت مجھ پر ظاہر ہو گئی ہے۔ اور مین ضبط و برداشت کی طاقت نہین رکھتا ہون۔ اِسی وجہ سے مین عمداً اپنے جسم مین درد کو پیدا کرتا ہون کہ شاید اس الم مین وہ تکلیف بھول جائے۔ مگر کیا کہون کہ نہ درد محسوس ہوتا ہے نہ وہ تکلیف جاتی ہے۔ اور نہ اُس کے برداشت کرنے کی طاقت ہے[عہ]"

ایک مجلس مین آپ کو بار بار "اللہ! اللہ!" کہتے سُن کے ایک درویش بولا "لا الٰہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین؟" یہ سنتے ہی ایک نعرہ مارا۔ اور فرمایا "ڈرتا ہون کہ ایسا نہ ہو لا کہون اور دم نکل جائے۔" یہ بے مثل اور عاجز کر دینے والا فقرہ اُس صاحب دل درویش کے قلب پر اس قدر اثر کر گیا کہ کانپ اُٹھا۔ اور اُسی وقت روح پرواز کر گئی۔ اُس کے اعزا اور رشتہ دارون نے یہ واقعہ سُنا تو دعویٰ کیا کہ شبلی نے اُس غریب کو مار ڈالا۔ صرف اِس کی شہرت ہی نہین ہوئی۔ بلکہ عدالت مین آپ پر قصاص کا

عہ طبقات الکبریٰ ۔ ۲/۱۴۲ ۔ عہ تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۹۲ ۔ عہ رسالہ قشیریہ ۔ ۴۴ ۔

دعویٰ دائر کر دیا گیا۔ جواب دہی کے لیے لوگ آپ کو دربار خلافت مین لے گئے۔ مستانہ وضع سے خلیفہ کے سامنے گئے تو اُس نے کہا "تمھارے پاس اپنی برأت کے لیے کیا جواب ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ ایک نجان تھی شوق بقاے حق تعالیٰ کے جلال کی آگ سے مشتعل۔ تمام علائق سے جُدا۔ انسانی صفات و آفات سے فنا۔ طاقت سے بے طاقت۔ صبر سے بے صبر۔ درگاہ رب العزت کا تقاضا اُس کے دل اور سینے پر چھایا ہوا۔ میرا کلام سنتے ہی مشاہدۂ جمال کی ایک بجلی اُس کی جان پر چمکی۔ اور اُسکی سوختۂ عشق روح قفس قالب سے ایک چڑیا کی طرح اُڑ گئی۔ شبلی کا اِس مین کیا گناہ؟" یہ پُرجلال تقریر سُنتے ہی خلیفہ نے سہم کے کہا "اِنھین فوراً یہان سے ہٹاؤ۔ کیونکہ اِن پُرشور الفاظ سے ایک ایسی کیفیت و حالت میرے دل پر طاری ہے کہ ڈرتا ہون بیہوش نہ ہو جاؤن[ع]"

ایک صاحب دل شخص نے پوچھا "یا حضرت۔ مین آپ کو اکثر غمگین کیون پاتا ہون؟ کیا وہ ہر گھڑی آپ کے پاس نہین موجود ہے؟" جواب مین ارشاد فرمایا "اگر مین اُس کے ساتھ ہوتا تو مین ہوتا۔ مین تو اُس کی ہستی مین محو و جذب ہو گیا ہون[ع]"

ایک دن فرمانے لگے "بھلا اُس آفتاب کو ن کے آفتاب کی نسبت کیا کہو گے جس کے مقابل ظلمت ہی ظلمت[س] ہے" ذات باری عز اسمہ مین اِس طرح محو ہو جانے کا ایک معجز نما نمونہ بھی اُس وقت نظر آگیا جب آپ کو لوگون نے پتھر مارے۔ پاؤن زخمی ہو گیا۔ اور اُس سے خون بہنے لگا تو خون کا جو چھاپہ زمین پر بنتا اُس سے

کہتے ہین کہ "اللہ" کا لفظ بن جاتا۔[ع۱]

آپ کے سچے ذوق وشوق محویت اور فنا فی اللہ ہونے کے اکثر واقعات دیگر مقامات خصوصًا شاعری اور تعلیمون کے مباحث مین بیان کیے جائین گے۔ سر دست اس بحث کو چھوڑ کے ہم دیگر حالات کی طرف توجہ کرتے ہین۔

الہامات صفائے باطن اور دنیا کی ادنی ادنی چیزسے عبرت وتاثر

حدیث مین آیا ہے کہ سچے پُر اثر خواب بھی نبوت کا ایک شعبہ ہین۔ چنانچہ صفائے باطن اور تزکیۂ نفس کا یہ کمال بھی حضرت مخبر صادق روحی فداہ کے ارشاد فیض بنیاد کے مطابق آپ کو حاصل تھا۔ اگرچہ شیخ ابو بکر شبلی کے اس قسم کے خواب جو ابتدائی درجۂ ولایت باری تعالی سے تعلق رکھتے ہین ہمین کم معلوم ہو سکے۔ کیونکہ آپ کی سیرت لکھنے والون نے زیادہ تر جستجو صرف اُن حالات کی کی ہے جو ابتدائی نہین بلکہ کمال ولایت کے زمانے سے علاقہ رکھتے ہین جیسا کہ آگے چل کے معلوم ہوگا۔ تاہم ویسا نہ خواب کا ایک واقعہ معلوم ہو سکا ہے۔ جو تزکیۂ نفس کی تدریجی ترقیون کا پورا ثبوت دیتا ہے۔ وہ خواب خود آپ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ "مین نے دو شخصون کو دیکھا جنھون نے بہت سے امور پیش کر کے کہا" اے شبلی جو شخص اس قسم کے کام کرتا ہے اُس کا شمار غافلون مین ہے"[ع۲]

لیکن اس درجہ سے بہت جلد ترقی کر کے آپ اُس درجۂ ولایت کو پہونچ گئے جب کہ بیداری ہی مین نور عرفان مختلف حالات وکیفیات کو آپ پر منکشف کر دیا

ع۱ تذکرۃ الاولیا۔ ۱۹۱ ع۲ تذکرۃ الاولیا ص ۵۰۔

کرتا تھا۔ اور فرشتۂ غیب کی صدائے باطن کانون مین گونج کے اکثر متنبہ کرتی تھی چنانچہ
ایک مرتبہ آپ نے بحر معرفت مین غرق ہوکے فرمایا "خداوند تعالیٰ نے مجھ پر طلوع
کیا۔ اور ارشاد کیا جو سو گیا غافل ہوا۔ اور جو غافل ہوا حجاب مین ہو گیا"؎ ایک
اور مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا ارادہ کیا تھا۔ یکایک گوش عبرت
نیوش مین آواز آئی "ایسا وضو؟ اور پھر یہ گستاخی کہ ہمارے گھر کو چلا ہے؟" سنتے ہی
آپ پلٹے۔ آواز آئی "ہماری درگاہ سے پھرا جاتا ہے؟ بتا کہان جائے گا؟" اب
ضبط کی تاب نہ تھی انھون نے ایک نعرہ مارا۔ آواز آئی "ہم پر طعنہ مارتا ہے!" گھبرا کے
خاموش کھڑے ہو گئے تو ندا آئی "ہان! صبر و تحمل کا دعویٰ ہے؟" آخر آپ سے نہ رہ گیا
بے تحاشا کہہ اٹھے المستغاث بک منک (فریاد مگر تجھی سے)؎

یہ خود آپ کا ضمیر روشن تھا جو فرشتہ بن کے رہبری کرتا۔ اپنی ثابت قدمی
کا آپ ہی امتحان لیتا۔ اور ہر قسم کی لغزشون سے آپ کو بچاتا تھا۔ چنانچہ خود ارشاد
فرماتے ہین کہ ایک دن میرے دل نے مجھ سے کہا "تو کنجوس ہے"۔ مین نے جواب دیا
کہ "نہین مین کنجوس نہین"۔ دل نے پھر کہا "نہین تو کنجوس ہے"۔ اپنے ضمیر کے دامن پر سے
اس دھبے کے مٹانے کے لیے مین نے اسی وقت نیت کی کہ اب اس کے بعد اگر کچھ خدا
مجھے دے گا اسے جو فقیر سب کے پہلے نظر آئے گا اس کی نذر کرون گا۔ نیت کر ہی
رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور پچاس دینار (اشرفیان) میری نذر کین۔ مین انھین
لے کے گھر سے نکلا۔ سب کے پہلے ایک اندھا فقیر نظر آیا جو ایک نائی کے سامنے
بیٹھا ہوا سر منڈوا رہا تھا۔ مین نے فوراً وہ رقم لے جا کے اس کے سامنے رکھ دی۔

؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۲۹۔ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۰

اور کہا یہ آپ کی نذر ہے - اُس نے دیکھ کے کہا " اچھا تو اِس نائی کو دے دو " مین نے متحیر ہو کے کہا " حضرت یہ دینار (اشرفیان) ہین " اِتنا سننا تھا کہ اُس فقیر نے میری طرف سر اُٹھا کے عجب پُر جلال نظر سے دیکھا - اور کہا " ہم نے تم سے نہین کہا تھا کہ تم کنجوس ہو ؟ " یہ سنتے ہی ظاہر ہے کہ جناب شبلی پر صدہا گھڑے پڑ گئے ہون گے - کہتے ہین کہ " اَب مین نے وہ دینار نائی کی طرف بڑھائے " وہ بولا کہ " جس وقت یہ فقیر میرے سامنے آ کے بیٹھا ہے مین نے دل مین اللہ جل شانہ سے عہد کیا تھا کہ اِس سے خط بنانے کی کچھ مزدوری نہ لون گا - اِس لیے مین کچھ نہین لے سکتا " تب مجبور ہو کے مین نے وہ دینار اُٹھا لیے - اُن سے اِس قدر نفرت ہو گئی تھی کہ لیجا کے اُنھین دریا مین پھینک دیا - اور دل مین کہا " خدا کو جو منظور تھا کیا - اور اے دنیا تجھے جس نے دوست رکھا وہ ذلیل ہوا "[۵ع] بعض اہل ظاہر کو اِس پر اعتراض ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت کو دریا مین پھینک کے کسی کے کام کا نہ رکھنا نہایت ہی بدنما اِسراف بلکہ ناشکری ہے - لیکن حضرت ابوبکر شبلی پر یہ اعتراض ہرگز نہین وارد ہو سکتا اَب وہ اپنے آپ کو اِس رقم کا مالک ہی نہین سمجھتے تھے - کیونکہ نیت کے ساتھ ہی وہ اُن کے قبضے سے نکل گئی تھی - اور پریشانی گھبراہٹ اور اضطراب نے اِنھین اِس امر پر آمادہ کر دیا -

ایک دن چند لڑکون کو دیکھا کہ ایک اخروٹ پر جھگڑ رہے ہین - انھون نے کہا " لاؤ مین بانٹ دون " وہ راضی ہوئے - اور انھون نے توڑا تو وہ اخروٹ اندر سے خالی اور بغیر مغز کا نکلا - ساتھ ہی عبرت کے کانون مین غیب کی آواز آئی " بڑے بانٹنے والے ہو تو اب بانٹو ! "[۵ع]

ع۵ روض الریاحین یافعی - ۹۰ - ۹۹ ع۵ تذکرۃ الاولیا - ۶۹۹ -

روشن ضمیری کے اِس سچّے احساس نے اور غیب کی اِن سرزنشون نے آخر مین حق و باطل کی ایسی پرکھ پیدا کر دی تھی جسے کرامت اور خرقِ عادت کہنا چاہیئے: فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین نے عہد کیا تھا کہ سوا اکل حلال کے کچھ نہ کھاؤن گا۔ اتفاقاً صحراؤن مین پھر رہا تھا اور بادیہ گردی مین مشغول تھا کہ ایک انجیر کا درخت نظر آیا۔ بھوک لگی ہی تھی اُسے دیکھ کے اور اشتہا غالب ہوئی ہاتھ بڑھا کے ارادہ کیا کہ اُس مین سے چند پھل توڑ کے کھاؤن۔ ناگہان درخت مین سے آواز آئی کہ "شبلی۔ اپنے عہد کو نہ توڑو۔ مین ایک یہودی کی ملکیت ہون۔ اس لیے میرا پھل نہ کھاؤ"۔ یہ صدائے غیب سنتے ہی مین نے ہاتھ روک لیا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ "جب مین بازار مین گذرتا ہون تو اکثر لوگون کی پیشانیون پر سعید یا شقی کا لفظ لکھا ہوا دیکھتا ہون"۔ اب اپنی اس پاک نفسی اور صفائے باطن کو آپ خود بھی بخوبی محسوس کرنے لگے تھے۔ اور ممکن ہے کہ کبھی نفس اپنے کمال باطن اور اپنی روحانی ترقیون پر ناز کرنے لگتا جس لغزش سے بچنے کے لیے یون سبق ملا کہ فرماتے ہین ایک مرتبہ ابلیس نے میرے پاس آ کے کہا "تیرے اوقات کی صفائی تجھے مغرور نہ بنائے۔ کیونکہ انھین روشن ضمیرون کے نیچے آفتون کی تاریکیان ہین"۔ اسے کہتے ہین - ع عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد۔ اور سچ کہا ہے کہ جن کا نفس پاک ہوتا ہے نفس امّارہ اُن کا تابع فرمان ہو جایا کرتا ہے۔ اور وہی صراطِ مستقیم مین رہبر بن جاتا ہے۔

صفائے باطن اور پاکیزہ نفسی کے اِن حالات و کیفیات نے آپ کی طبیعت مین ایک عجیب قسم کی روحانی نازک مزاجی پیدا کر دی تھی جس کا یہ اثر تھا کہ کوئی ادنیٰ اور

۱؎ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی جلد ۲-۵، ۲؎ تذکرۃ الاولیا ۲۹۵ و ۲۹۶۔

معمولی بات ہو آپ اُس سے بیحد متاثر ہو جاتے۔ اور راہ چلتے چلتے صحبتون مین بیٹھے بیٹھے
اور بازار والون کی صدائین سنتے سنتے جوش مین آ کے بیتاب ہو جاتے۔ اور جنون
کی سی حالت طاری ہو جاتی۔ اور سچ پوچھیے تو یہی واقعات حضرت ابوبکر شبلی کی خداشناسی
و ولایت کے خصائص ہین۔ آج کل ہمارے یہان تعلیم مین "آبجکٹ لسن" پر بہت زور
دیا جاتا ہے۔ یعنی علم کتاب نہین بلکہ علم حال پر۔ اس لیے کہ ہر چیز کی حالت و کیفیت کا
مشاہدہ و معاینہ کر کے جیسی سچی واقفیت طالب علم کو حاصل ہو سکتی ہے علم کتاب و سفینہ سے
ممکن نہین۔ اس طرف حضرت ابوبکر شبلی کا انہماک آج سے بہت پیشتر حد سے زیادہ گزرا
ہوا تھا۔ آپ زندگی بھر مکتب توحید کے طالب علم رہے۔ ساری دنیا آپ کا کنڈرگارٹن
(درس گاہ جس مین بغیر کتاب سے مدد لیے موجودات عالم کی صورتین دکھا کے طلبہ کو اُنکے
حالات بتائے جاتے ہین) تھی۔ اور آپ کی نازک طبیعت عالم ظاہر کی ہر ہر کیفیت کو
دیکھ کے اس قدر بیتاب ہو جاتی کہ جذبات روحانی کا جوش ہوتا۔ اور چیخ اُٹھتے۔ آپکی
چیخ اور آپ کا نعرہ مشہور تھا۔ حتی کہ مرتعش اور جعفر خلدی اور خواص کے ایسے بزرگان صوفیہ
اُس کے معترف اور آپ کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ آپ کے اُس نعرۂ مستانہ کی صدا مشائخ
باطن کی صحبتون مین آج تک گونج رہی ہے اور صاحبان ذوق اپنے باطن کے کانون سے سُن کے متاثر ہوتے ہین۔

خیر اب حضرت ابوبکر شبلی کی بیتابیان اور ہر عبرت بخش لفظ یا حالت یا کیفیت پر
آپ کی از خود رفتگیان ملاحظہ ہون۔ ایک دن ایک شخص نے آ کے پوچھا "کیون حضرت
ایک صابر شخص کے لیے سب سے زیادہ مشکل اور سخت کون سا صبر ہے؟" فرمایا
"اَلصَّبْرُ فِی اللہِ" (خدا کے معاملات مین صبر کرنا) سائل نے کہا "ایسا نہین ہے" فرمایا "الصبر للہ"

ع۵ نفحات الانس - ۲۱۳ -

(خدا کی راہ مین صبر کرنا) سائل بولا "یہ بھی نہین"۔ اب حضرت شیخ شبلی کی نازک مزاجی متحمل نہ ہو سکی طیش مین آکے فرمایا "اِیْشُ وَیْحَکَ!" (اوبد بخت بتا کیا ہے؟) اُس نے کہا "اَلصَّبْرُ عَنِ اللهِ (خود خدا کے فراق مین صبر کرنا) سنتے ہی شبلی نے وجد مین آکے بے اختیار ایک نعرہ مارا۔ اور یہ ایسی چیخ تھی کہ تمام حاضرین مین بیقراری کی گرمی پیدا ہو گئی"۔

ایک دن راستے مین چلے جاتے تھے۔ ایک شربت کے آبخورے بیچنے والے نے صدا لگائی "لَمْ یَبْقَ اِلَّا وَاحِدٌ" (بس ایک رہ گیا ہے!) اُنھون نے سنتے ہی بیتاب ہو کے نعرہ مارا۔ اور بار بار زبان پر یہی کلمہ جاری تھا کہ "بس ایک رہ گیا ہے! بس ایک رہ گیا ہے" اور پھر آخر مین کہا "اور سوا ایک کے کوئی رہے گا بھی نہین"۔

ایک دن بغداد کے بازار مین چلے جاتے تھے۔ کہ ایک کبڑیے نے ہانک لگائی "دس خیار (کھیرے) ایک دانگ کو!" لحاظ رکھنا چاہیے کہ عربی مین خیار کھیرے کو بھی کہتے ہین اور "خیر" کی جمع بھی خیار ہے۔ جس کے معنے "نیکون" کے ہین۔ یہ صدا سنتے ہی آپ کی عبرت پذیر طبیعت مین جوش پیدا ہوا۔ اور فرمایا "جب خیار (نیکون) کا یہ حال ہے تو اشرار (بُرون) کو کون پوچھتا ہے؟"

ایک دن چند دولتمندون کو عیش و عشرت مین مشغول دیکھ کے آپ نے بے تحاشا ایک نعرہ مارا۔ اور فرمایا "اُن دلون کے حال پر افسوس ہے کہ جو خداوند تعالے کے ذکر سے غافل و بے خبر ہین۔ یہ اسی کی سزا ہے کہ مُردار دنیا کی نجاست کے ذریعہ بنا دیے گئے ہین"۔

اسی طرح ایک دن راستے مین ایک جنازہ جا رہا تھا۔ اور اُس کے پیچھے پیچھے

ع۵ رسالۂ قشیریہ ۱۲۔ ع۶ عوارف ۱۰۔ ع۳ تذکرۃ الاولیا ۹۹۔ ع۵ عوارف ۱۲۷۔ رسالہ قشیریہ ۴۴۔

ایک شخص روتا اور حسرت و اندوہ کے ساتھ کہتا جاتا تھا: "آہ مِنْ فِرَاقِ الْوَلَد" (ہائے بیٹے کی جدائی کا داغ!)[1] اُس کی یہ صدا سنتے ہی حضرت ابوبکر شبلی نے اپنا مُنہ اور سر پیٹ پیٹ کے چلانا شروع کیا "آہ مِنْ فِرَاقِ الاحد" (ہائے اُس وحدہ لاشریک کی جدائی کا داغ!)

ایک مرتبہ کسی کی زبان سے یہ شعر سُن پایا:۔

أَسَائِلُ عَنْ سَلْمیٰ فَهَلْ مِنْ مُخْبِرٍ — يَكُونُ لَهُ عِلْمٌ لَهَا أَيْنَ تَنْزِلُ

(سلمیٰ کو پوچھتے ہو؟ بھلا کوئی خبر دینے والا ہے جو جانتا ہو اور بتائے کہ وہ کہاں جا کے ٹھہری گی؟) آپ نے سنتے ہی ایک نعرۂ مستانہ مارا۔ اور بولے "خدا کی قسم دونوں جہاں مین کوئی خبر دینے والا نہین ہے"۔ اِس شعر کا ہم آپ کی محویت اور ذوق و شوق کے بیان مین بھی ذکر کر چکے ہین۔ صرف فرق اِس قدر ہے کہ وہاں یہ شعر مجنون عامری کا اور اُس مین معشوقہ کا نام لیلیٰ بتایا گیا ہے۔ اور یہان شاعر کی معشوقہ سلمیٰ ہے۔ اِس کے علاوہ وہان یہ ہے کہ کوئی صاحب باطن ملنے کو آتا تو حضرت ابوبکر شبلی خود ہی یہ شعر پڑھ کے کہا کرتے کہ "کوئی بتانے والا نہین" اور اِس موقع پر یون ہے کہ کسی اور کی زبان سے یہ شعر سُن کے آپ متاثر ہوئے اور نعرہ مارا۔ وہان یہ واقعہ امام یافعی کی کتاب مرآۃ الجنان سے لیا گیا تھا۔ اور یہان شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف سے۔ ممکن ہے کہ اختلاف روایت نے ایک ہی واقعہ کو دو طرح کے لباس پہنا دیے ہون۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہین کہ دو جُدا جُدا واقعے ہون۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی طرف سے فاختہ کو "کُوا کُوا!" کرتے سُنا۔ لپک کے اُس درخت کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور اُس کی کُو کُو کا جواب "ہُوا ہُوا!" دینے لگے۔

---

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۶ب۔ [2] عوارف۔ ۱۸۲۔

دیر تک یہ حالت قائم رہی کہ اُدھر وہ کُوکُو کا دم بھر رہی ہے اور اِدھر یہ ہُو ہُو کا دم بھر رہے ہین۔ گویا وہ پوچھتی ہے کہ "کہان ہے؟ کہان ہے؟" اور یہ بتاتے ہین کہ "وہ ہے! وہ ہے!"

ایک دن مغنّی کو گاتے سُن کے عین حالت سماع مین بیخود ہو کے زور و شور سے ایک نعرہ مارا۔ لوگون نے کیفیت پوچھی تو بجاے اس کے کہ کچھ بیان کرین مشہور شاعر عرب کثیّر کا یہ جذب و ذوق عشق مین ڈوبا ہوا شعر پڑھا۔

لو یسمعون کما سمعت کلامھا   خرّوا لعزّۃ رکّعًا و سجودا

جس طرح مین نے اُس کی باتین سُنی ہین اگر یہ سب لوگ سُن پاتے تو عزہ (میری معشوقہ) کے آگے رکوع و سجود مین گر پڑتے۔

ایک دن کسی صاحب ذکر شخص کو "یا رب! یا رب!" کی رٹ لگاتے ہوئے دیکھا تو جوش مین آ کے چلّا اُٹھے کہ "کب تک چلّائے جائے گا۔ اُس کی بھی تو سُن جو کہہ رہا ہے۔ "عبدی! عبدی!" وہ بھی خدا رس اور صاحب ذوق شخص تھا ان کا یہ اعتراض سُن کے بولا "لیکن یہ صدا سُن ہی کے تو مین یا رب یا رب کہہ رہا ہون" یہ جواب شافی سُن کے خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا "تو اب تُو معذور ہے!"

ایک مرتبہ مسجد مین اذان دی۔ جب شہادتین پر پہونچے تو "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" کہہ کے کچھ ایسا جوش ہوا کہ فرمایا "اگر تو نے حکم نہ دیا ہوتا تو تیرے نام کے ساتھ غیر کا نام نہ لیتا۔ یعنی "اشہد ان محمداً رسول اللہ" نہ کہتا۔ یہ ہے سچّا جوش توحید اور یہی شان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے حج کے وقت نظر آئی تھی جب آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت

؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۱ ؎ عوارف ۱۸۲۔ ؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۷۰ ؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۵۲

فرمایا تھا کہ "جانتا ہون تو ایک پتھر ہے - اگر محمد رسول اللہ صلعم نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو مین ہرگز بوسہ نہ دیتا۔"

ایک مرتبہ آپ نے کسی جنازے کی نماز پڑھائی - اور بجائے چار کے پانچ تکبیرین کہین - بعد سلام لوگون نے اس کا سبب پوچھا اور کہا "یہ تو آپ نے نیا مذہب ایجاد کیا ہے؟" فرمایا چار تکبیرین تو مُردے پر تھین - اور پانچوین جہان اور تمام اہل جہان پر۔عہ"

احمد بن مقاتل عکی کہتے ہین کہ مین ماہ مبارک رمضان مین ایک رات امام کے پیچھے شبلی کے برابر صف مین کھڑا نماز پڑھ رہا تھا - امام نے تلاوت کرتے کرتے آیۂ کریمۂ "وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" پڑھی اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہین تو (اے محمد) ہم نے تجھ پر جو وحی بھیجی ہے اُسے واپس لے لین - یہ آیت سنتے ہی شبلی نے اس زور سے چیخ ماری کہ مین سمجھا اس چیخ کے ساتھ ہی اُن کی روح پرواز کر گئی - تھوڑی دیر بعد اُن کی یہ حالت تھی کہ کانپتے تھے اور بار بار کہتے تھے "دوستون سے یون خطاب کیا جاتا ہے؟ تو پھر بھلا ہم ایسے لوگون سے کیا خطاب ہوگا؟عف"

ایک دن ایک گیلی لکڑی جلتے دیکھی جس کے دوسرے سرے پر حسب معمول کچھ رطوبت ظاہر تھی - یہ دیکھتے ہی وفور جذب و جوش سے ان پر مستی کا عالم طاری ہوگیا اور اپنے مریدون سے مخاطب ہو کے فرمایا "مدعیو! اگر یہ دعویٰ ہے کہ تمھارے دل آتش عشق سے لبریز ہین - اور اپنے اس دعوے مین سچے ہو تو پھر تمھاری آنکھون سے آنسو کیون نہین جاری ہوتے؟سہ"

عبد اللہ بن علی نام اُس دور کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ایک رات کو

عہ تذکرۃ الاولیاء ۔ ۶۹۸ ۔ عف رسالہ قشیریہ ۔ ۲۰۲ و طبقات الکبری للشعرانی ۔ ۱۲۳ و سہ تذکرۃ الاولیاء ۔ ۶۹۶ ۔

مین اور شبلی ایک صحبت سماع مین شریک تھے۔ قوّال نے کچھ گایا۔ اور شبلی نے اُس پُراثر نغمہ سے متاثر ہو کے ایک نعرہ مارا۔ اور بیٹھے بیٹھے وجد و بیخودی کی حالت طاری ہو گئی۔ آپ اور سب لوگ تو کھڑے ہوے تھے مگر آپ بیٹھے تھے۔ اہل مجلس مین سے کسی نے کہا "ابوبکر۔ یہ کیا کہ تمام اہل محفل تو کھڑے ہین۔ مگر آپ بیٹھے ہوئے ہین؟" یہ بات سُن کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر حالت مستی بدستور تھی۔ اب آپ نے ابونواس کا یہ شعر پڑھا:

لِی سُکْرَتَانِ وَلِلنُّدْمَانِ وَاحِدَۃٌ　　شَیْءٌ خُصِصْتُ بِہٖ مِنْ بَیْنِہِمْ وَحْدِیْ

مجھے دو نشے ہین اور ہم صحبتون کو ایک اور یہ ایسی بات ہے کہ ان سب مین سے صرف میرے ہی لیے مخصوص ہے[۵]۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے بازار مین جا کے ڈیڑھ دانگ کو (جو اُس عہد کا سب سے کم قیمت سکہ تھا) ایک پُرانی گُدڑی مول لی۔ (اور آدھے دانگ کی ایک ٹوپی لی۔ پھر ان دونون چیزون کو پہنا اور بازار مین کھڑے ہو کے آواز لگائی۔ "ایک صوفی کو دو دانگ پر کون مول لے گا؟"[۶]

آپ نے ایک مرتبہ عبدالرحمن خراسانی سے عجیب حسرت و یاس کے لہجے مین پوچھا "بھلا شبلی کے سوا کبھی کسی اور کو بھی اللہ کہتے دیکھا ہے؟" وہ بھی بڑے پہونچے ہوئے بزرگ تھے۔ جواب دیا "مین نے تو ایک دن بھی شبلی کو اللہ کہتے نہین سُنا" یہ سُننا تھا کہ اِن کی حالت دگرگون ہو گئی۔ اور غش کھا کے زمین پر گر پڑے[۷]۔

اِن حالتون سے جن کی بدولت اُنھین دنیا اور دُنیاداری کی چیزون سے روز بروز وحشت ہوتی جاتی تھی۔ بعض اوقات متاثر ہو جاتے۔ اور خیال آجاتا کہ

[۵] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۰۵ و ۲۰۶۔ [۶] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۳۔ [۷] نفحات الانس ۱۷۰۔

مین دنیا سے کس قدر دور ہوتا جاتا ہون۔ اور کبھی کبھی نعرہ مار کے کہہ اُٹھتے:" ہائے افلاس! ہائے افلاس!" آخر ایک دن لوگون نے پوچھا کہ "حضرت افلاس کیسا؟" فرمایا لوگون مین اُٹھنے بیٹھنے سے۔ لوگون کے ساتھ مانوس ہونے سے۔ لوگون سے ملنے جلنے بولنے چالنے اور ایک دوسرے کے کام آنے سے۔" چنانچہ ان بے تعلقیون اور وحشت زدگیون نے آپ مین یہ امتیاز بھی نہین باقی رکھا تھا کہ کن صحبتون مین جانا اور کن لوگون سے ملنا چاہیے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ گھر سے نکلے تو کئی دن تک غائب رہے عقیدت کیشون اور مریدون نے سب جگہ ڈھونڈھا اور کہین نہ پایا۔ آخر بہت تلاش اور جستجو کے بعد آپ ملے تو کہان ہیجڑون کے محلّے مین۔ حیرت زدہ ہو کے لوگون نے پوچھا کہ حضرت یہان کہان؟" فرمایا "جو ان لوگون کی حالت ہے وہی میری حالت ہے۔ کیونکہ یہ نہ مرد ہین نہ عورت۔ علیٰ ہذا القیاس مین بھی نہ مرد ہون نہ عورت۔ (یہ جوش فنائیت ہے) پھر ان لوگون کی صحبت سے زیادہ مناسب جگہ میرے لیے کون ہو سکتی ہے؟"[۵]

یہ جذبات جوش وحدت کے ہجوم ہی سے نہین بعض اوقات لوگون کے غلط دعوون پر بھی ہیجان مین آ جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی صحبت مین کسی نے آپ کی نقل کی یعنی جس طرح آپ متاثر ہو کے چیخ اُٹھا کرتے تھے اُس نے بھی ایک ایسا نعرہ مستانہ مارا کہ محفل گونج اُٹھی۔ یہ صحبت دریائے دجلہ کے کنارے تھی۔ آپ نے فوراً اُٹھا کے اسے بلا تامل دجلہ مین پھینک دیا۔ اور لوگون کو اپنے اِس فعل پر متحیر دیکھا تو فرمایا "اگر سچا ہے تو خدا اِسے بچائے گا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غرق ہونے سے بچایا تھا

[۵] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۶-۶۹۸۔

اور جھوٹا ہے تو خدا فرعون کی طرح اِسے بھی غرق کر دے گا[۵]"

آخر الامر آپ کا یہ مبارک جنونِ توحید حد سے گزرنے لگا۔ چنانچہ ایک دہکتا ہوا انگارا لے کے جوش وخروش سے چلے۔ لوگوں نے پوچھا "کہاں؟" کہا "جاتا ہوں کعبہ کو جلا کے خاک کر دوں گا۔ تاکہ لوگ گھر کو چھوڑ کے گھر والے کی طرف توجہ کریں۔" دوسرے دن دیکھا تو ایک جلتی ہوئی لکٹی لیے ہوئے جا رہے ہیں جس کے دونوں سرے مشتعل تھے۔ پوچھا "حضرت کہاں کا ارادہ ہے؟" ارشاد فرمایا "جاتا ہوں بہشت اور دوزخ دونوں میں آگ لگا دوں گا۔ تاکہ بغیر ماسوی اللہ کے لالچ کے لوگ اُس رب العزت کی بندگی و پرستش کریں[۶]"

اِن حالتوں کے طاری رہتے اور کیفیات عالم سے عبرت وتنبیہ حاصل کرتے رہنے کی وجہ سے ایک یہ بات بھی ہو گئی تھی کہ جو لوگ لکھنے پڑھنے میں زیادہ منہمک رہتے اُن پر بھی کبھی چوٹ کر جاتے۔ چنانچہ حسین بن احمد صفار کا بیان ہے کہ ایک دن میرے ہاتھ میں دوات تھی۔ شبلی نے دیکھ کے کہا "غَیِّبْ سَوَادَكَ یَکْفِیْنِیْ سَوَادُ قَلْبِیْ" یعنی اپنی اِس سیاہی کو سامنے سے ہٹاؤ مجھے اپنے دل ہی کی سیاہی بہت ہے[۷]۔

اِسی طرح اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اُنھوں نے فرمایا "اِذَا طَالَبُوْنِیْ بِعِلْمِ الْوَرَقِ بَرَزْتُ عَلَیْهِمْ بِعِلْمِ الْخِرَقِ" جب لوگ مجھ سے علم سفینہ طلب کرتے ہیں تو میں اُن کے سامنے گدڑیوں کا علم پیش کرتا ہوں[۸]"

اِن باتوں کو علمائے ظاہر نے بُری نگاہ سے دیکھا۔ اور سخت معترض ہوئے۔

عہ۵ طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۴۔ عہ۶ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۱۔ عہ۷ تلبیس ابلیس۔ تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی انکارہم علی من تشاغل بالعلم۔ عہ۸ تلبیس ابلیس۔ تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی انکارہم علی من تشاغل بالعلم۔

لیکن سچ یہ ہے کہ شبلی معذور ہین۔ اُنھون نے ابتدائے عمر مین جو کچھ پڑھا تھا اُس سے اَب بہت کم تعلق باقی تھا۔ اب جس مدرسۂ باطن مین تعلیم ہوئی اُس کا دار و مدار کتابون اور علم سفینہ پر نہ تھا۔ یہان اُنھون نے ریاضت کے ذریعہ سے دل کو صاف کیا اور یکسوئی و یکدلی پیدا کی۔ استغراق و وجد کی کیفیتین اپنے اوپر طاری کین اور ایسی استعداد و صلاحیت پیدا کر لی کہ سارا عالم اُن کی درسی کتاب تھا۔ جسے وہ بغیر کسی معلم کی مدد کے پڑھتے۔ اُس کے انقلابات و حالات سے عبرت کا سبق لیتے۔ اور فنائیت کے درجے پر پہونچ کے آپ ہی آپ جھومنے لگتے۔ اَب وہ خُم خانۂ وحدت کے سیہ مستون مین تھے۔ اور اُن کی زبان سے جو نکل جاتا گرفت اور اعتراض کے قابل نہین ہو سکتا۔ چنانچہ شیخ کامل خرقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "ابوبکر شبلی وہ ہین کہ جو مست جیے اور مست ہی مرے۔ اس لیے کہ مین نے عالم مکاشفہ مین اُنھین دیکھا کہ ہوا مین رقص کر رہے ہین[ع]"

ذوق سخن۔ اور آپکی شاعری

فی الحال شرقی شاعری کا زبردست عنصر تصوف ہے۔ عام قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ جو شاعر ہوتا ہے وہ صوفی بھی ہوتا ہے حضرات شیعہ تصوف سے بہت علیحدہ ہین۔ اور متصوفین کے خیالات و عقائد کی زور و شور کے ساتھ تردید کرتے ہین مگر شاعری کی دنیا مین آنکے ہم شیعون کو بھی صوفی پاتے ہین۔ لیکن اُس ابتدائی دور مین جب کہ حضرت جنید بغدادی تصوف کی اشاعت اور علوم باطن کی تعلیم

ع نفحات الانس۔ ۲۴۹۔

دے رہے تھے شاعری اور تصوف مین اتنا لزوم نہ تھا جتنا کہ اب ہے۔ بزرگانِ صوفیہ مین سے ہمین سب سے پہلے شخص حضرت ابوبکر شبلی ہی نظر آتے ہین جنھون نے شاعری سے اپنی تعلیمات مین کام لیا۔ اور جو اپنے خداپرستی و خداشناسی کے جوش و جذبات کو اکثر اوقات اشعار کے ذریعہ سے ظاہر کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمین یہ بھی نظر آتا ہے کہ خدا نے اُنھین طبیعت بھی ایسی عطا فرمائی تھی جو شاعری کے لیے نہایت ہی موزون و مناسب تھی۔ اُن کے واقعات بتاتے ہین کہ اگرچہ جذباتِ وحدت کو مست اور دریائے عرفان مین غرق تھے مگر شعر و سخن مین پورا ذوق رکھتے تھے اور بات بات پر اُن کی زبان سے شعر نکلتے تھے جو کبھی خود اُن کے ہوتے اور کبھی مشہور شعرائے عرب کے۔

حضرت جنید کو بالذات شاعری سے کچھ زیادہ اُنس نہ تھا۔ مگر حضرت ابوبکر شبلی کا ذوق مدرسۂ الٰہی کی طالب علمی ہی کے زمانے مین کبھی کبھی خداشناس شیخ کو بھی شعر سے کام لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔

ہم حضرت جنید بغدادی کے حالات مین بھی بیان کر چکے ہین اور اِس رسالے مین بھی "پیر اور مرید" کی بحث مین اس کا ذکر آچکا ہے کہ ایک دن مستانہ وضع و حالت سے آ کے ابوبکر شبلی نے حضرت جنیدؒ کے سامنے تین شعر پڑھے جن کا پہلا مصرع یہ تھا کہ "عَوَّدُوْنِی الوِصَالَ وَالوَصلُ عَذبٌ" اُن کو سُن کے باوجودیکہ حضرت جنید کی زبان سے شاذ و نادر ہی کبھی کوئی شعر سُنا جاتا تھا مگر اُنھون نے بھی شاگرد اور مرید کے جوش سے مجبور ہو کے ایک شعر پڑھ دیا۔

عہ ابن خلکان - ۲۲۶ -

اس موقع کے علاوہ دیگر موقعون پر آپ وقتاً فوقتاً جو اشعار زبان فیض ترجمان سے ظاہر فرماتے رنگ اور جوش مین ڈوبے ہونے کے علاوہ آپ کا اعلیٰ کمال شاعری و سخن سنجی بھی ثابت کر رہے ہین صرف اُردو اور فارسی جاننے والون کے لیے عربی اشعار بہت غیر مانوس ہین۔ اور شاید بعض حضرات اسے نہ پسند کرتے ہون گے کہ اس رسالے مین آپ کے عربی اشعار بھی نقل کر دیے جائین۔ مگر ہم خیال کرتے ہین کہ بغیر اُن کے یہ کتاب جو آپ کے سوانح عمری کے بیان مین ہے ناتمام اور ناقص رہے گی۔ اور جبکہ ہم شعر کے نیچے اُس کا ترجمہ بھی درج کر دیتے ہین تو پھر کوئی شکایت کا محل نہین۔ ان اشعار سے اگر اُردو دان حضرات آپ کے کمال شاعری کو نہ سمجھ سکین تو آپ کے خیالات وجذبات کا تھوڑا بہت اندازہ ضرور کر سکین گے۔

طاہر خشمی کہتے ہین کہ شیخ شبلی نے مجھے اپنے یہ دو شعر سُنائے۔

مَضَتِ الشَّبِیْبَۃُ وَالْحَبِیْبَۃُ فَانْبَرٰے دَمْعَانِ فِی الْاَجْفَانِ یَزْدَحِمَانِ

جوانی بھی رخصت ہوئی اور معشوقہ بھی تو پلکون مین دو آنسو ایک دوسرے کے معارض ہوئے۔ اور نکلنے کے لیے ہجوم کرنے لگے۔

مَا اَنْصَفَتْنِیْ الْحَادِثَاتُ رَمَیْنَنِیْ بِمُوَدِّعَیْنِ وَلَیْسَ لِیْ قَلْبَانِ

حوادث زمانہ نے میرے حق مین انصاف نہین کیا کہ دو دو کے رخصت کرنے پر مجبور کیا حالانکہ میرے پاس دل ایک ہی ہے دو نہین[۱]۔

بعض لوگون نے حضرت ابوبکر شبلی کو عالم وجد مین دیکھا کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ہین۔ اور مستانہ وار یہ اشعار پڑھ رہے ہین۔

[۱] ابن خلکان۔ ۲۶ ۱ء۔

شَقَقْتُ جَیْبِی عَلَیْکَ شَقّاً ۔ وَمَا لِجَیْبِی عَلَیْکَ حَقّاً

میں نے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا۔ حالانکہ گریبان کا تجھ پر کوئی حق نہ تھا۔ یعنی اُسے کچھ تعلق نہ تھا۔

اَرَدْتُ قَلْبِی فَصَادَفْتُہٗ ۔ یَدَایَ بِالْجَیْبِ اِذْ تَوَفّٰی

میں نے تو دل ہی کے ارادے سے ہاتھ بڑھایا تھا مگر گریبان نے ہاتھ کو روکا اور پھٹ گیا۔

لَوْ کَانَ قَلْبِی مَکَانَ جَیْبِی ۔ لَکَانَ لِلشَّقِّ مُسْتَحِقّاً

اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل پھٹا ہوتا تو وہ بے شک چاک ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔[1]

یہ دو شعر حضرت ابوبکر شبلی کے ہیں۔ کیا نازک خیالی اور دقیقہ سنجی ہے۔

اِنَّ صَوْتَ الْمُحِبِّ مِنْ اَلَمِ الشَّوْقِ ۔ وَخَوْفِ الْفِرَاقِ یُوْرِثُ عَذْرًا

عاشق کا عشق کی تکلیف اور فراق کے دھڑکے میں چلاتا بے وفائی ظاہر کرتا ہے۔

صَابِرِ الصَّبْرَ فَاسْتَغَاثَ بِہِ الصَّبْرُ ۔ وَصَاحَ الْمُحِبُّ بِالصَّبْرِ صَبْرًا

صبر پر صبر کر (تو اس صبر سے کیا ہوا کہ) خود صبر پناہ مانگنے لگا۔ اور عاشق نے صبر سے ڈانٹ کے کہا کہ صبر کر۔[2]

ایک مرتبہ آپ نے اپنی صحبت میں یہ اشعار پڑھے تھے۔ خیال کرنا چاہیے کہ ذکر و رویت باری کے نازک مسائل باطن کو کس خوبی و وضاحت سے بتایا ہے۔ اور کتنی اچھی تعلیم ہے۔

ذَکَرْتُکَ لَا اَنِّیْ نَسِیْتُکَ لَمْحَۃً ۔ وَاَیْسَرُ مَا فِی الذِّکْرِ ذِکْرُ لِسَانِیْ

---

[1] روض الریاحین ۲۲۸۔ [2] عوارف المعارف ۳۰۱ و ۳۰۲۔

میں نے تجھے یاد کیا اس طرح نہیں کہ ایک لحظہ کے لیے بھی بھولا ہوں اور یاد کرنے میں سب سے آسان یہ ہے کہ اپنی زبان سے یاد کروں۔

وَكُنْتُ بِلَا وَجْدٍ اَمُوْتُ مِنَ الْهَوٰى ⁂ وَهَامَ عَلَى الْقَلْبُ بِالْخَفَقَانِ

اگر عالم وجد نہ طاری ہوتا تو میں عشق میں مر جاتا۔ مگر دل نے مجھ میں جوش عشق کا خفقان پیدا کر دیا۔

فَلَمَّا اَرَانِي الْوَجْدُ اَنَّكَ حَاضِرِيْ ⁂ شَهِدْتُكَ مَوْجُوْدًا بِكُلِّ مَكَانٍ

پھر جب وجد نے مجھے دکھایا کہ تو میرے سامنے موجود ہے اُس وقت تو مجھے ہر جگہ موجود نظر آیا۔

فَخَاطَبْتُ مَوْجُوْدًا بِغَيْرِ تَكَلُّمٍ ⁂ وَلَاحَظْتُ مَعْلُوْمًا بِغَيْرِ عَيَانٍ

اور میں نے اُس موجود (مطلق) سے خطاب کیا بغیر اس کے کہ گفتگو ہو۔ اور اُس معلوم (مطلق) کو دیکھا بغیر اس کے کہ وہ سامنے ہو۔[عہ]

ابو بکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ ایک دن ابو الحسن تیمی حضرت ابو بکر شبلی کے گھر میں گئے تو دیکھا کہ جوش میں آ کے وہ یہ اشعار پڑھ رہے ہیں:

عَلٰى بُعْدِكَ لَا يَصْبِرُ ⁂ مَنْ عَادَتُهُ الْقُرْبُ

تیرے فراق میں وہ شخص صبر نہیں کر سکتا جسے پاس رہنے (وصل) کی عادت پڑی ہوئی ہے۔

وَلَا يَقْوٰى عَلٰى هَجْرِكَ ⁂ مَنْ تَيَّمَهُ الْحُبُّ

اور ہجر کے برداشت کرنے کی وہ شخص قوت نہیں رکھتا جسے محبت نے ذلیل و خوار کر دیا ہے۔

عہ رسالہ قشیریہ ص ۱۳۲

فَاِنْ لَمْ تَرَكَ الْعَيْنُ ۔ فَقَدْ يُبْصِرُكَ الْقَلْبُ

تو اگر تجھے آنکھ نہین دیکھتی تو دل دیکھ رہا ہے۔

یہ دونون شعر بھی آپ ہی کی جانب منسوب ہین۔

سَرْمَدٌ وَقْتِي فِيكَ فَهُوَ سَرْمَدٌ ۔ وَاَفْنَيْتَنِي عَنِّي فَعُدْتُ مُجَرَّدًا

میرا وقت تیری ذات مین پہونچ کے ابدی ہوگیا۔ لہذا وہ سرمدی ہے۔ اور

تو نے مجھے خود اپنے سے فنا کر دیا تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی مجرد پھر ہوگیا۔

تَغَرَّبَ اَمْرِي وَانْفَرَدْتُ بِغُرْبَتِي ۔ فَصِرْتُ غَرِيبًا فِي الْبَرِيَّةِ اَوْحَدَا

میرا معاملہ نئی قسم کا ہوگیا تو مین اپنی غربت (ندرت) کے لحاظ سے یکتا ہوگیا۔

اور صحرا مین غریب و خائف ہوگیا۔[عہ]

اکثر آپ کہا کرتے "خداوندا! کاش یہ معلوم ہوتا کہ تیرے نزدیک میرا کیا نام

ہے۔ میرے ساتھ تو کیا کرنے والا ہے؟ اور میرے عمل کا خاتمہ کس چیز پر کرے گا؟"

پھر یہ اشعار پڑھتے۔

لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ ذِكْرِي ۔ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ سِرِّي

مجھے کاش معلوم ہوتا کہ وہ جو میرے بھیدون کو جانتا ہے اُس کے وہان میرا

کس طرح ذکر آتا ہے؟۔

اَمْ جَمِيلٌ اَمْ قَبِيحٌ ۔ اَمْ بِخَيْرٍ اَمْ بِشَرٍّ

اچھا یا بُرا۔ بھلائی سے یا بُرائی سے۔

لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ حَالِي ۔ بَيْنَ اَمْرٍ اَمْ بِكُفْرٍ

عہ ابن خلکان۔ ۲۵ ؛ عہ عوارف ۔ ۱۰۷

کاش معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ موت کے دن اور قیامت کے دن؟۔

لَیْتَ شِعْرِی کَیْفَ مَوْتِی ۔۔۔ بِیَقِیْنٍ اَمْ بِکُفْرٍ

کاش معلوم ہوتا کہ میری موت کیسی ہوگی یقین (ایمان) پر یا کفر پر؟۔

اَتُرَی یُقْبَلُ قَوْلِی ۔۔۔ اَمْ تُرَی یُشْرَحُ صَدْرِی

کیا تمھاری رائے ہے کہ میرے کہنے کو وہ قبول کرے گا؟۔ کیا تمھارا یہ خیال ہے

کہ میرے سینے کو وہ کھول دے گا؟۔

لَیْتَ شِعْرِی کَیْفَ اَمْضِی ۔۔۔ بِنَعِیْمٍ اَوْ بِجَمْرٍ

کاش میں جانتا ہوتا کہ کہاں جاؤن گا۔ جنت میں یا دوزخ میں؟۔

فَدَعُوا مَدْحِی وَوَصْفِی ۔۔۔ فَاَنَا اَعْرِفُ قَدْرِی

تو تم میری تعریف اور ثنا وصفت چھوڑ دو کیونکہ اپنی قدر میں ہی خوب جانتا ہوں۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ ابوعبداللہ بن ابی ذہل خود مجھ سے کہتے تھے کہ ایک دن

میرے سامنے کسی شخص نے شیخ ابوبکر شبلی سے پوچھا کہ اس شخص کی نسبت آپ کیا کہتے

کہ کسی کلام کا مطلب تو نہیں سمجھا مگر سن کے اُس شخص کو حال آگیا۔ اور بے سمجھے اُسپر

وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اِس کے جواب میں شبلی نے یہ اشعار پڑھے جو مشہور عاشق

عرب مجنون عامری کے ہیں۔

رُبَّ وَرْقَاءَ هَتُوْفٍ بِالضُّحٰی ۔۔۔ ذَاتَ شَجْوٍ صَدَحَتْ فِی فَنَنٍ

ایک کبوتری جو کچھ دن چڑھے بول رہی ہے اُسکی آواز میں درد ہے اور ٹہنیوں میں

سے آواز دیتی ہے۔

عہ روض الریاحین ص ۱۲۸

ذَکَرَتْ اَلْفًا وَدَھْرًا سَالِفًا ۔ فَبَکَتْ حُزْنًا فَھَاجَتْ حُزْنِی

اُس نے کسی محبت اور کسی اگلے زمانے کو یاد کیا تو غم سے روئی اور میرے غم کو حرکت دے دی۔

فَبُکَائِی رُبَّمَا اَرَّقَھَا ۔ وَبُکَاھَا رُبَّمَا اَرَّقَنِی

تو میرے رونے نے کبھی اُس کا دل رقیق کر دیا۔ اور اُس کے رونے نے کبھی میرا دل رقیق کر دیا۔

وَلَقَدْ تَشْکُوْ فَمَا اَفْھَمُھَا ۔ وَلَقَدْ اَشْکُوْ فَمَا تَفْھَمُنِی

وہ شکایت کرتی ہے اور میں اُسکی زبان نہیں سمجھتا اور میں شکایت کرتا ہوں اور وہ میری زبان نہیں سمجھتی۔

غَیْرَ اَنِّی بِالْجَوٰی اَعْرِفُھَا ۔ وَھِیَ اَیْضًا بِالْجَوٰی تَعْرِفُنِی

سوا اس کے کہ سوزش عشق سے میں اُسے پہچانتا ہوں اور اُسی سوزش عشق سے وہ بھی مجھے پہچانتی ہے[۵]۔

یہ دونوں شعر بھی حضرت ابو بکر شبلی کی زبان سے سُنے گئے۔ اور غالباً اُنھیں کے ہیں:

یَا اَیُّھَا السَّیِّدُ الْکَرِیْمُ ۔ حُبُّكَ بَیْنَ الْحَشٰی مُقِیْمُ

اے سردار کریم۔ تیری محبت میرے سینے کے اندر ٹھہری ہوئی ہے۔

یَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنْ جُفُوْنِی ۔ اَنْتَ بِمَا مَرَّ بِیْ عَلِیْمُ

اے میری پلکوں سے نیند غائب کرنے والے۔ مجھ پر جو کچھ گذری اُسے تو جانتا ہے[۵]۔

---

[۵] طبقات الشافعیہ الکبریٰ للسبکی۔ جلد دوم ۶۶۔ [۵] رسالۂ قشیریہ ف ۱۹۰۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حق کو مجاہدات کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہا وہ مقصد سے دور رہے۔ اور جس نے اُسے اُسی کے ذریعے سے طلب کیا اُسے وہ مل گیا۔ اور یہ فرما کے یہ دو شعر پڑھ دیتے۔

أَيُّهَا الْمُنْكِحُ الثُّرَيَّا سُهَيْلًا عَمْرَكَ اللّٰهُ كَيْفَ يَجْتَمِعَانِ

اے ثریا (ایک مشہور خاتون ثریا بنت علی بن عبداللہ بن الحارث) کا نکاح سہل (سہل بن عبدالرحمن بن عوف زہری) کے ساتھ کرنے والے خدا تیری بڑی عمر کرے کیونکر یہ دونوں جمع ہوں گے۔

هِيَ شَامِيَّةٌ إِذَا مَا اسْتَهَلَّتْ وَسُهَيْلٌ إِذَا مَا اسْتَهَلَّ يَمَانِي

یہ (ثریا) جب طلوع کرے تو شامیہ ہوتی ہے۔ اور سہل جب طالع ہوتا ہے یمانی ہوتا ہے۔

یہ مشہور شاعر عمرو بن ربیعہ مخزومی کے اشعار ہیں وہ ثریا اور سہل (مذکورین) کا عقد ہونے کی تعریف کرتا ہے۔ اور اُن دونوں کو آسمان کے ثریا و سہیل سے تعبیر کر کے کہتا ہے کہ قاضی صاحب آپ نے یہ کیا معجزہ دکھا دیا کہ ثریا اور سہیل کا قران پیدا کر دیا حالانکہ ثریا (ستارہ) شام کی طرف طلوع کرتا ہے اور سہیل یمن میں۔

ایک شخص نے حضرت شبلی کے حلقۂ ذوق میں شریک ہو کے اور سامنے مودّب کھڑے ہو کے پوچھا "حضرت آیا ایسا ہو سکتا ہے کہ صحت وجود کے آثار صاحبان وجد پر ظاہر ہوں؟" فرمایا "ہاں۔ ایک نور نمایاں ہوتا ہے جس کی حالت آتش

---

۵ طبقات الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۲

شوق سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ اور انسانی ہیکلون (جسمون) پر اُس کے آثار چمکنے لگتے ہین۔ جیسے کہ ابن المعتز نے کہا ہے۔

وَامطَرَ الکَأسُ مَاءً مِن اَبَارِقِهَا • فَانبَتَ الدُّرَّ فِی اَرضٍ مِنَ الذَّهَبِ

جام مین صراحیون سے ایک مینہ برسا جس نے سونے کی زمین (سطح جام) مین موتی اُگا دیے۔

وَسَبَّحَ القَومُ لَمَّا اَن رَاءَوا عَجَبًا • نُورًا مِنَ المَاءِ فِی نَارٍ مِنَ العِنَبِ

اور لوگون نے جب پانی کا ایک نور انگور کی آگ مین چمکتے دیکھا تو متعجب ہو ہو کے سبحان اللہ کہہ اُٹھے۔

سُلَافَۃٌ وَرِثَتهَا عَادٌ مِن اِرَمٍ • کَانَت ذَخِیرَۃَ کِسرٰی عَن اَبٍ فَاَبِ

آب انگور جس کے قوم عاد والے باغ ارم سے وارث ہوئے ہین اور جو کسرٰی کے وہان آباؤ اجداد سے امانت چلا آتا تھا۔[۱]

ایک دن نماز عصر پڑھنا بھول گئے۔ اور وقت آخر ہو گیا۔ جیسے ہی خیال آیا اُٹھ کے نماز پڑھی اور ہنس کے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

نَسِیتُ الیَومَ مِن عِشقِی صَلَاتِی • فَلَا اَدرِی عِشَائِی مِن غَدَاتِی

اپنے عشق کی دُھن مین آج مین نماز ہی بھول گیا۔ اب تو مجھے صبح و شام کا فرق بھی نہین معلوم ہوتا۔[۲]

ایک مرتبہ کسی نے حاضر خدمت ہو کے عرض کیا کہ میرے حق مین دُعا فرمائیے۔ جواب مین یہ شعر پڑھ دیا۔

---

[۱] رسالۂ قشیریہ ۔ ۵ ۔ ۴۸ ؛ [۲] طبقات الکبریٰ ۱۲۰

مَضَی زَمَنٌ وَ النَّاسُ یَسْتَشْفِعُوْنَ بِیْ　　فَھَلْ لِیْ اِلٰی لَیْلیَ الْغَدَاۃَ شَفِیْعٌ

وہ زمانہ گذر گیا جب لوگ مجھ سے سفارشیں اٹھوایا کرتے تھے۔ اب تو کوئی ایسا بھی ہے جو کل لیلیٰ کے پاس جاکے میری سفارش کر دے؟[1]

ایک مرتبہ عالم وجد و حال میں ابو نواس کا یہ شعر پڑھا تھا جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور اب پھر اُس کا اعادہ کرتے ہیں۔

لِیْ سَکْرَتَانِ وَلِلنَّدْمَانِ وَاحِدَۃٌ　　شَیْءٌ خُصِصْتُ بِہٖ مِنْ بَیْنِھِمْ وَحْدِیْ

مجھے دو نشے ہیں اور حریفان صحبت کو صرف ایک۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے لیے اُن میں سے اکیلا میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں[2]۔

لوگوں نے کسی موقع پر کہا کہ آپ موٹے تازے نظر آتے ہیں۔ لیکن جس محبت کا آپ کو دعویٰ ہے اُس کا یہ تقاضا تھا کہ آپ دُبلے ہوتے۔ فرمایا۔

اَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَا دَرٰی بَدَنِیْ　　وَلَوْ دَرٰی مَا اَقَامَ فِی السِّمَنِ

میرا دل محبت میں مبتلا ہوا۔ اور بدن کو خبر نہ ہوئی۔ اور اگر خبر ہوتی تو موٹا نہ رہتا[3]

ابو محمد ہروی کا بیان ہے کہ جس رات حضرت ابوبکر شبلی کا انتقال ہوا ہے ساری رات وہ یہی دو شعر پڑھتے رہے۔

کُلُّ بَیْتٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ　　غَیْرُ مُحْتَاجٍ اِلَی السُّرُجِ

ہر مکان جس کا رہنے والا تو ہو اُس میں چراغ روشن کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَجْھُکَ الْمَاْمُوْلُ حُجَّتُنَا　　یَوْمَ یَاْتِی النَّاسُ بِالْحُجَجِ

تیرا چہرہ جو لوگوں کی اُمید گاہ ہے ہماری دلیل ہو گا جس دن کہ لوگ اپنی

---

[1] نفحات الانس، ۵۰۷، [2] رسالہ قشیریہ ۵، [3] نفحات الانس، ۵۰۷

اپنی دلیلین لاکے پیش کوین؎ گے۔ یہی خیال فارسی مین کس خوبی سے ادا کیا گیا ہی۔

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را
من نیز حاضر مے شوم تصویرِ جانان دربغل

آخر عمر مین اکثر یہ شعر بھی آپ کی زبان فیض ترجمان پر جاری رہتا تھا۔

وَكَمْ مِنْ مَوْضِعٍ لَوْمُتُّ فِيْهِ
لَكُنْتُ بِهٖ نِكَالًا فِي الْعَشِيْرَةِ

اور کتنی جگہین ہین کہ اگر مین اُن مین مرجاؤن تو وہان والون کے حق مین ایک عذاب ہو جاؤن؎۔

جبکہ نزع کا عالم طاری تھا لوگون نے کہا کہیے "لا الہ الا اللہ" فرمایا۔

قَالَ سُلْطَانُ حُبِّهٖ اَنَا لَا اَقْبَلُ الرُّشَا
فَسَلُوْهُ بِحَقِّهٖ لِمَ يَقْتُلِيْ تَحَرُّشًا

اُس کی محبت کے سلطان نے کہا کہ مین رشوت نہین قبول کرتا تو اُسکے حق کا واسطہ دلا کے اُس سے پوچھو کہ پھر میرے قتل کے بارہ مین کیون لوگون کے کہنے مین آگیا۔

شاید تتبع اور جستجو سے آپ کے اور اشعار یا آپ کے مذاق شعرخوانی کے اور نمونے نظر آجائین مگر اس قدر بہت کافی ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کا مذاق شاعرانہ کس قدر نکھرا اور لطیف تھا۔ اور کیسے صحیح محل پر آپ اشعار کو کام مین لاتے تھے۔ کیا عجب کہ تصوف مین شاعری کی چاشنی دینا اور شاعری کو تصوف کا خلعت شاہانہ پہنا دینا آپ ہی کا ایجاد ہو۔ لیکن ایسا دعوی کرنے کے لیے ابھی ہم تیار نہین ہین۔

؎ رسالہ قشیریہ۔ ۱۴۹۔ ؎ ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔

آپ کے سفر

امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہین کہ "صوفیہ کی حالتین جداگانہ رہی ہین۔ انہین سے بعض بزرگ اول سے آخر تک مقیم ہی رہے۔ اور اپنے کنج عزلت کو چھوڑ کے منزل سفر مین کبھی قدم نہ رکھا۔ جیسے حضرات جنید بغدادی۔ سہیل بن عبداللہ۔ بایزید بسطامی اور ابوحفص حداد وغیرہم۔ بعضون نے سفر اختیار کیا۔ ساری زندگی غریب الوطنی کی نذر کردی۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی سیاحت ہی مین تھے۔ جیسے ابوعبداللہ مغربی۔ ابراہیم بن ادہم وغیرہما۔ بہتون کی یہ حالت رہی کہ ابتدائی حال مین مشغول سیاحت ہوئے۔ بہت سے سفر کیے۔ اور اُس کے بعد ایک جگہ پاؤن توڑ کے بیٹھ گئے۔ جیسے ابوعثمان حیری۔ اور ابوبکر شبلی وغیرہما[ع]"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی کی زندگی ابتدا ٔ سفر مین گذری۔ اور آخر عمر مین اقامت گزین ہو گئے تھے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی سیرت لکھنے والون نے آپ کے حالات سفر بیان کرنے مین نہایت بے پروائی اور کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ نے ایک ہی نہین متعدد سفر حج کیے ہون گے لیکن کتب سیر سے آپ کا ایک دفعہ حج کرنا بھی نہین ثابت ہوتا۔ ہان محاضرات کی ایک مشہور کتاب مین البتہ آپ کے حالات زندگی کے تذکرہ مین یہ واقعہ نظر پڑا کہ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ دور سے جیسے ہی مکۂ معظمہ کی عمارت نظر آئی ذوق وشوق کا ایسا ہیجان ہوا کہ غش کھا کے گر پڑے۔ اور جب ہوش آیا

ع رسالۂ قشیریہ۔ ص ۱۰

تو زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

هٰذِهٖ دَارُهُمْ وَاَنْتَ مُحِبٌّ   مَا بَقَاءُ الدُّمُوْعِ فِي الْاٰمَاقِ

(یہ اُن کا مکان ہوا اور تو عاشق ہے۔ پھر یہ آنسوؤن کا آنکھوں مین باقی رہنا کیسا؟)

ہمارے سابقہ بیانون سے معلوم ہو چکا ہے کہ تصوف کے مدرسۂ روحانی مین آنے سے پہلے آپ نہاوند کے والی اور حاکم تھے۔ لہٰذا اُس زمانے کو بھی سفر کا زمانہ خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ وطن سر تن راہی تھا حکومت علاقۂ جبل کی۔ مگر اُس سفر کو اُس قسم کی غریب الوطنی سے کوئی علاقہ نہین جو بقول علامۂ قشیری کے اہل باطن کی ریاضت اور ایک قسم کی شان و لایت ہے۔

ہان اُس کے چند روز بعد جب آپ حضرت جنیدؒ کی خانقاہ فیض مین پہونچے اور اُنھون نے فرمایا کہ "تم ایک صوبہ کے حاکم رہ چکے ہو اور خدا کی مخلوق کا ایک بڑا حصہ تمھارے زیر دست رہ چکا ہے پہلے وہان جاکے ہر اُس شخص سے جو تمھارے زیر حکومت رہا ہو معافی چاہو اور حق العباد سے سبکباری حاصل کرو" اس وقت آپ کا پہلا سفر و لایت شروع ہوا۔ افسوس ہمین آپ کے اس سفر کے بھی تفصیلی حالات نہین معلوم لیکن خیال سے مدد لی جائے تو نظر آجاتا ہے کہ آپ کس طرح گاؤن گاؤن پھرے ہون گے۔ ایک ایک دروازے پر گئے ہون گے۔ اور اُنھین لوگون کے سامنے جو کل تک حلقہ بگوش امارت تھے سر عجز جھکایا ہوگا۔ اور ملتجی عفو تقصیر کی خواہش کی ہوگی۔ جنھون نے اپنا کچھ حق بتایا ہوگا اُن کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اور چند روز مین سبکبار و سبکدوش ہو کے دل پر سے حق العباد کا بار

ع۔ مستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول۔ ۱۲۸۔

اُستاد کے ہلکے پھلکے مطمئن اور شگفتہ خاطر حضرت شیخ کی خدمت مین واپس آئے ہونگے۔
لیکن ابھی سفر کا خاتمہ نہین ہوا تھا۔ کیونکہ سرکش نفس کا غرور توڑنے کے لیے
دربار شیخ سے اور ریاضتین بھی بتائی گئی تھین۔ جن مین سے دو سال گدائی و
دریوزہ گری کرنا تھا۔ اس زمانے کو بھی سفر ہی مین شامل سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ کسی
جگہ قیام کیا اور شب و روز پھرتے اور ادھر اُدھر گشت ہی لگاتے رہے۔ غالبًا
آپ کے یہی سفر ہین جن کی بنا پر اہل سیر کہتے ہین کہ آپ کا ابتدائی زمانہ سفر مین بسر ہوا۔
آپ کی زندگی مین دو ایک واقعات اور بھی ایسے ظاہر ہوتے ہین جن سے
ضمنی طور پر آپ کے سفر اور بادیہ گردی و دشت نوردی کا پتہ لگتا ہے۔
چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بادیۂ عرب مین آپ دشت نوردی کرتے چلے جاتے تھے
کہ ایک قبرستان پر گزر ہوا۔ جہان دیکھا کہ ایک شخص روتا بار بار آسمان کی طرف سر
اُٹھا کے دیکھتا۔ پھر زمین پر گال رگڑتا ہے اور تسبیح و تہلیل مین مشغول ہے۔ دل مین
آئی کہ اس سے چل کے ملنا چاہیے۔ چنانچہ راستہ چھوڑ کے اُسکی طرف چلے۔ اُس نے جو
آتے دیکھا تو اُٹھ کے آگے روانہ ہوا۔ آپ نے قدم تیز کیے تو وہ زور سے بھاگنے لگا۔
آخر آپ نے تنگ آ کے آواز دی کہ "اے ولی اللہ۔ بللہ ٹھہریے" اُس نے دور ہی سے
جواب دیا کہ "نہین" آپ نے قسم دلائی۔ لیکن اُس نے اب بھی نہ مانا۔ تب آپنے کہا اچھا
اگر پاس نہین آتے تو اپنی سچائی کا ثبوت دو" یہ سُنتے ہی اُس نے تین بار "اللہ اللہ
اللہ" کا نعرہ بلند کیا اور دھم سے گر پڑا۔ قریب جا کے دیکھا تو تن بیجان تھا اور روح
مفارقت کر چکی تھی۔ اب آپ کو فکر ہوئی کہ اس خدا رسیدہ شخص کی تجہیز و تکفین کا انتظام
کرنا چاہیے۔ اُس قبرستان سے نکل کے ایک قبیلۂ عرب کے پڑاؤ مین تشریف لے گئے،

اُن سے اِس فرضِ کفائی کے متعلق مدد حاصل کی۔ اور واپس آئے۔ لیکن یہان آکے جو دیکھتے ہین تو لاش غائب ہے۔ متحیر و پریشان کھڑے تھے کہ ہاتفِ غیب نے آواز دی "ملائکہ نے اُسکی تجہیز و تکفین کر دی۔ تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہین۔ تو جا کے عبادت کر۔ صدقۂ و خیرات دے اور اپنے کام سے لگ۔ کیونکہ انھین افعال کی بدولت اِس مرحوم شخص نے یہ مرتبہ پایا"۔ اب آپ اور زیادہ حیران ہوئے کہ "یہ کون شخص تھا؟ اور اُس کے کیا حالات تھے"۔ چنانچہ اِن سوالات کو باآوازِ بلند اُس منادیِ غیب کے سامنے پیش کیا۔ جواب ملا کہ "یہ شخص ابتدائے عمر مین نہایت ہی گنہگار و سیہ کار تھا۔ فسق و فجور اور زنا مین مبتلا تھا۔ لیکن بارہ برس کا زمانہ گزرا کہ ایک خواب سے متنبہ ہو کے توبہ کی اور متقی و پرہیزگار بن گیا۔ کل کے دن اتفاقاً ایک سائل نے اِس سے سوال کیا۔ جسے اِس نے اپنے کپڑے اُتار دیے۔ سائل نے خوش ہو کے دُعا دی کہ خدا تیری مغفرت کرے۔ وہ دُعا خدا نے قبول کر لی اور اسے یہ رُتبہ عطا ہوا کہ فرشتون نے تجہیز و تکفین کی"[۱]۔

اسی طرح کا ایک وہ واقعۂ سفر بھی ہے جسے ہم بیان کر آئے ہین کہ اکلِ حلال کھانے کا عہد کیا تھا۔ جنگل بیابان مین مارے مارے پھرتے تھے۔ اور بھوک لگی ہوئی تھی۔ اتفاقاً ایک انجیر کا درخت نظر آیا۔ ہاتھ بڑھایا کہ پھل توڑ کے کھائین کہ خود اُس درخت نے آواز دی "اپنے عہد کو نہ توڑو۔ اور میرے پھل کھانے کا ارادہ نہ کرو۔ کیونکہ مین ایک یہودی کی ملکیت ہون"[۲]۔

ادب کی بعض کتابون مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی ہی کی زبانی ایک بڑا

---

[۱] عوارف۔ ۲۰۰۔ [۲] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۲۶۔

طولانی قصہ بیان کیا گیا ہے جس سے آپ کے دو اور سفرون کا پتہ چلتا ہے۔

اُس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دار السّلام بغداد مین ابو عبداللہ اُندلسی نام ایک بڑے صاحب علم و فضل ولی اللہ تھے۔ جو قرآن مجید کی تمام قرأتون سے واقف اور ۳۰ ہزار حدیثون کے حافظ تھے۔ وہ ایک مرتبہ معتقدین اور اہل باطن احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ سفر کو نکلے۔ ہمراہیون مین جنید بغدادی اور شیخ ابو بکر شبلی بھی تھے۔ ارض شام کے ایک گاؤن مین پہونچ کے اُنھون نے مسیحیون کی صنم پرستی دیکھی۔ اور اُنھین ذلت کی نظر سے دیکھا۔ اِسی اثنا مین کسی کُنوین پر رئیس قریہ کی پری جمال لڑکی پر جو رومی الاصل تھی نظر پڑی اور عاشق ہو گئے۔ کُل ہمراہیون کو چھوڑ کے اور سب کو واپس کر کے شادی کا پیام دیا۔ جواب ملا کہ جسے اِس نازنین کی آرزو ہو دین مسیحی اختیار کرے۔ گرجون کی خدمت کرے۔ اور سُور چرائے۔ ابو عبداللہ موصوف نے سب شرطین منظور کر لین۔ اور عیسائی ہو کے سُور چرانے لگے۔

ایک زمانے کے بعد شیخ ابو بکر شبلی شیخ موصوف کے چند مریدون کے ساتھ پھر اُس گاؤن مین پہونچے اور اُنھین اس ابتر حالت مین پایا کہ دین سے مس نہین۔ قرآن و حدیث بھول گئے۔ علم و فضل رخصت ہو گیا۔ اور عیسائیون کی ٹوپی پہنے ہوئے سُور چرا رہے ہین۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو ضلالت و گمراہی مین۔ رحمت الٰہی سے دور۔ کفر و شرک مین مبتلا۔ اور عبرت روزگار باور کرتے ہین۔ اِن سب لوگون نے واپسی کی درخواست کی تو اُنھون نے کہا "خدا کو جو کچھ منظور رہے وہی ہو گا۔ تم اِس مین دخل نہ دو" اور اپنی حالت پر روئے۔

حضرت ابو بکر شبلی مع اپنے ہمراہیون کے واپس روانہ ہوئے تو شیخ ابو عبداللہ اندلسی نے درگاہ باری تعالیٰ مین دعا کی۔ جو قبول ہوئی۔ اور نور ایمان سینے مین چمکا۔ آ کے تیسرے دن حضرت ابو بکر شبلی سے مل گئے۔ غسل کر کے پاک کپڑے پہنے۔ عبادت کی۔ اور پھر اُن مین وہی اگلا سا علم و فضل اور زہد و تقویٰ موجود تھا۔ اُنھون نے بیان کیا کہ "مسیحیون کی صنم پرستی دیکھ کے میرے دل مین غرور اور خود پرستی کا خیال پیدا ہو گیا تھا اُسی کی مجھے یہ سزا ملی کہ اُنھین کے فتنہ مین مبتلا کیا گیا۔" اس کے بعد وہ بغداد مین واپس آ کے اپنی خانقاہ مین مقیم ہوئے۔ اور پھر وہی ذوق و شوق اور عبادت و ریاضت کی صحبتین قائم ہو گئین۔

اُن کو واپس آئے چند روز ہوئے تھے کہ ایک دن کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت ابو بکر شبلی نے جو اُس وقت صحبت مین موجود تھے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک عورت سیاہ چادر مین لپٹی ہوئی کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ "شیخ سے کہو جس لڑکی کو آپ فلان گاؤن مین چھوڑ آئے تھے حاضر ہے۔" اُس کے آنے کا حال سُن کے شیخ ابو عبداللہ اندلسی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ بُلوا کے حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ "آپ کے چلے آنے کے بعد میری بیتابی اور اُلجھن بڑھی۔ ایک محترم پیرمرد نے خواب مین آ کے ہدایت کی کہ تو شیخ ابو عبداللہ کی پیروی کر اور مسلمان ہو جا چنانچہ مین اُن کی تلقین سے مسلمان ہوئی۔ پھر اُنھون نے میری آنکھین بند کرائین۔ اور ہاتھ پکڑ کے دو قدم چلے۔ تھوڑی دیر مین اُنھون نے مجھے یہان دجلہ کے کنارے لا کے کھڑا کر دیا۔ اور اشارہ کر کے بتایا کہ وہ سامنے شیخ کی خانقاہ ہے۔ اُدھر تم جانا تو کہنا کہ خضر نے آپ کو سلام کہا ہے۔" یہ سُن کے شیخ نے اُسے رہنے کو ایک

بجرہ دیا۔ مگر پہلی دفعہ صورت دیکھنے کے بعد پھر کبھی اُس سے نہ ملتے تھے۔ اور وہ شب و روز عبادت و ریاضت مین مشغول رہتی تھی۔ یہان تک کہ بڑی مشہور عابدۂ زمانہ ہو گئی۔

تھوڑے زمانے کے بعد وہ بیمار پڑی۔ اور مرض بڑھتا ہی گیا۔ جب زندگی سے مایوس ہوئی تو شیخ کے پاس کہلا بھیجا "قبل اِس کے کہ مین دنیا سے رخصت ہون ایک دفعہ مجھے اپنی صورت دکھا جایئے" شیخ ابو عبداللہ گئے۔ اُسے روتے دیکھ کے دلدہی کی۔ اور فرمایا کہ کل یوم القرار مین ہمارا تمھارا ساتھ ہوگا۔ گھبراؤ نہین۔ اِس کے بعد وہ مرگئی۔ کچھ دنون بعد شیخ نے بھی مرض موت مین مبتلا ہو کے سفر آخرت کیا۔ اور شیخ ابوبکر شبلی نے خواب مین دیکھا کہ بارگاہ صمدی سے اُنھین ستر حورین عطا ہوئی ہین۔ اور سب سے پہلے اُن کا عقد اسی رومیہ لڑکی کے ساتھ ہوا ہے[ع]۔

بس اِس کے سوا آپ کے سفر کا اور کوئی واقعہ ہمین نہین معلوم ہو سکا۔

سماع اور صحبتِ حال و قال

حضرت جنید بغدادی کی طرح آپ بھی باوجود غریق بحر معرفت ہونے اور خود رفتگی کی مستانہ شان رکھنے کے سماع کی نسبت یہی رائے رکھتے تھے کہ نہایت ہی نازک اور خطرناک چیز ہے۔ ایک دن لوگون نے پوچھا کہ "یا حضرت سماع کی نسبت آپ کیا رائے رکھتے ہین؟" فرمایا "اُس کا ظاہر فتنہ ہے اور باطن عبرت۔ لہذا

ع مستطرف فی کل فن مستظرف۔ جلد اول۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔

جیسے اشارات یعنی رموز باطن مین پوری معرفت حاصل ہو وہی اُس کے ذریعہ سے عبرت حاصل کرنے کا مجاز ہے ورنہ فتنہ مین پڑجائے گا۔ع

اِس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی رائے مین سماع مخصوص اُنھین لوگون کے لیے ہے جو اُس کے اہل ہون۔ اُس کی عام محفلین گرم کردینا۔ اور ہر کہ ومہ کے لیے نغمہ و سرود کا دروازہ کھول دینا ہرگز جائز نہین۔ علی الخصوص جب یہ بھی ثابت نہین ہو سکتا کہ حضرت جنید و شبلی کے عہد مین جس قسم کے سماع کو اہل ذوق نے اپنے لیے جائز کیا تھا اُس مین مزامیر اور آلات طرب بھی تھے یا صرف خوش گلوئی کے ساتھ شعر خوانی تھی۔

آپ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا تھا کہ بعض لوگ گانا سنتے ہین۔ اور اگرچہ اشعار کا مطلب نہین سمجھتے مگر حال آجاتا ہے۔ ایسے لوگون کے نسبت آپ کیا ارشاد فرماتے ہین؟ "جواب مین آپ نے مجنون عامری کے چار شعر پڑھے جو ذوق مین ڈوبے ہوئے ہین۔ اور اُن سے اِس اعتراض کا جواب شافی بھی ایسی خوبصورتی سے مل جاتا ہے کہ اِس سے اچھا عنوانِ جواب ہو ہی نہین سکتا۔ وہ اشعار ملاحظہ ہون۔

رُبَّ وَرقَاءَ هَتوفٍ بالضحیٰ — ذَاتَ شَجوٍ صَدحت فی فنن

ہمارے احاطہ مین ایک کبوتر کی آواز آرہی ہے اُس کی آواز مین درد ہے اور پتّون مین بول رہا ہے۔

وَلَقَد تَشکُو فَمَا اَفهَمُهَا — وَلَقَد اَشکُو فَمَا تَفهَمُنِی

وہ بھی شکایت کرتی ہے جسے مین نہین سمجھتا اور مین بھی شاکی ہون جو اُس کی

سمجھ مین نہین آتی۔

غَیْرَ اَنِّیْ بِالْھَوٰی اَعْرِفُھَا　　　وَھُوَ اَیْضاً بِالْھَوٰی تَعْرِفُنِیْ

سوا اس کے کہ عشق کے تعارف کرانے سے مین اُسے پہچانتا ہون۔ علےٰ ہذا القیاس وہ مجھے عشق کے ذریعہ سے پہچانتی ہے۔

ذَکَرَتْ اَلفاً وَدَھْراً صَالِحاً　　　فَبَکَتْ شَجْواً وَھَاجَتْ شَجَنِیْ

وہ محبت اور اچھے زمانے کو یاد کر کے درد سے روئی اور میرے غم کو حرکت دے دی۔[۵]

آپکے اِس ذوق وشوق کا یہ اثر تھا کہ آپ کے عالی مرتبہ اور صاحب علم و فضل تلامذہ بھی سماع کے نہایت ہی دلدادہ تھے۔ چنانچہ ابو القاسم نصرآبادی کا شمار بھی اِسی قسم کے صاحبان ذوق مین تھا۔ وہ آپ کے اعلیٰ درجے کے اصحاب مین تسلیم کیے جاتے تھے۔ علم حدیث اور کثرت روایت مین شہرت رکھتے تھے۔ اور اپنے عہد مین شیخ خراسان مشہور تھے۔ مگر باوجود اِن کمالات ظاہری کے اُنھین سماع مین بہت دلچسپی تھی۔ یہان تک کہ ایک دن اُن مین اور ابو عمرو بن نجید مین جو ابو عثمان حیری کے اصحاب و تلامذہ مین تھے اور جنید بغدادی کی آنکھین دیکھے ہوئے تھے کسی صحبت مین تکرار ہو گئی۔ ابو عمرو نے اُنھین سماع اور نغمہ وغیرہ مین منہمک ہونے پر الزام دیا۔ نصر آبادی نے جواب مین کہا "مین بے شک ملزم ہون اور آپ کا کہنا سچ ہے مگر جس صحبت مین ایک شخص تو قول مُباح کہتا ہو اور باقی سب خاموش ہون اُس محفل سے اچھی ہے جس مین غیبتین کی جاتی ہون۔"[۶]

[۵] نفحات الانس - ۵ ب، ۱ - [۶] عوارف - ۱۴۹ - ۱۵۰ -

اِس کے متعلق ہمین کوئی محاکمہ کرنے کی ضرورت نہین۔ لیکن اِس واقعہ سو ضمناً اتنا ضرور ثابت ہوجاتا ہے کہ اُس وقت کے سماع کی صحبتون مین صرف ایک مغنی گانے والا ہوتا تھا اور اُس کے ساتھ کوئی اور آواز نہین سُنی جاتی تھی۔ اگر مزامیر یعنی طنبورے اور ڈھولک کے قسم کی کوئی چیز ہوتی تو ابوالقاسم نصرآبادی یہ نہ کہہ سکتے کہ "ایک شخص تو قول مباح کہتا ہو اور باقی سب خاموش ہون" لہذا وہ غنا صرف شعرخوانی سے عبارت ہے نہ نغمۂ و سرود سے جیسا کہ اکثر عوام مین خیال کیا جاتا ہے۔

تعلیم اور طرز تعلیم

آپ کی تعلیم نہایت سخت تھی۔ اور اس قدر دشوار کہ بہت کم لوگ اُس کے متحمل ہوسکتے ہون گے۔ لیکن مدرسۂ باطن کی تعلیم ہوتی ہی سخت ہے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤن اور تمام اعضا و جوارح کو کسی کام سے روک کے اپنے قابو مین لانا اتنا مشکل نہین جس قدر کہ دل کو صرف ایک طرف متوجہ رکھنا اور خیال کو اِدھر اُدھر جانے سے روکنا ہے۔ اگر ہم اپنے نفوس کا اندازہ کرین تو دل پر ایسا قابو حاصل کرنا ہمارے نزدیک منجملۂ محالات نظر آتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے اپنے مدرسۂ باطن مین لیتے وقت جیسی جیسی سخت ریاضتین آپ سے کرائین اُن پر کاربند ہونا اور اُن کو بجا لانا سچ یہ ہے کہ آپ ہی کا کام تھا ورنہ ہماری تو اتنی مجال نہین کہ نفس انسانی کو یون بےخبری مین بند کرکے اپنا مطیع و منقاد بنالین۔ لیکن جہان آپ نے معیار خدا پرستی اتنا سخت

قرار دیا تھا وہاں خدا نے آپ کو مرید اور عقیدت کیش بھی ایسے سچے صاحب خلوص اور دُھن کے پکے دیے تھے کہ ہر طرح کی ریاضت و نفس کُشی کرنے پر آمادہ ہو جاتے اور چاہے کیسی ہی زحمت و مصیبت کا سامنا ہو تا مرشد کا حکم بجا لانے مین کوتاہی نہ کرتے۔ در اصل اُس زمانے کی یہی خیر و برکت تھی جس نے ہر علم و فن مین ایسے ایسے باکمال پیدا کر دیے جیسے کہ اسلام کو پھر کم نصیب ہوئے۔

ابو العباس دامغانی کو جو آپ کے مریدین مین تھے آپ نے ہدایت فرمائی کہ "خلوت اختیار کرو۔ لوگون مین سے اپنا نام مٹا دو۔ اور دیوار کیطرف مُنہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ یہان تک کہ اِسی حالت مین موت آ جائے"[۱] ایک بار مریدونکو نصیحت فرمائی کہ "پرہیزگاری تین طرح کی ہے۔ (۱) زبان سے۔ (۲) ارکان۔ (اعضا و جوارح) سے (۳) اور دل سے۔ زبان کی پرہیزگاری یہ ہے کہ جس امر سے کچھ تعلق نہ ہو اُس مین انسان خاموش رہے۔ ارکان کی پرہیزگاری یہ ہے کہ شُبہات چھوڑ دیے جائین اور جو چیز شکوک پیدا کرتی ہو اُسے چھوڑ کے اُس چیز کی طرف رجوع کیا جائے جس مین شک و شبہ نہین۔ اور دل کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ذلیل و حقیر ارادون اور بُرے خیالات سے پیچھا چھڑا لیا جائے"[۲]

حصری جو آپ کے مریدان خاص مین تھے جب پہلے پہل مرید ہو کے علم باطن مین مشغول ہوئے تو حضرت ابوبکر شبلی کی خدمت مین ہر جمعہ کو حاضر ہو کے درس حقیقت لیا کرتے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ "ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جبکہ تم میرے پاس آتے ہو اِس اثنا مین اگر خدائے واحد ذوالجلال کے سوا کسی

---

[۱] رسالۂ قشیریہ۔ ۶۷۔ [۲] عوارف۔ ۲۹۴۔

اور کا خیال بھی تمھارے دل مین گذر جائے تو تمھین میرے پاس آنا حرام ہے۔"

ایک مرتبہ ایک درویش اپنی ریاضت مین ہارا ہوا اور اپنی زندگی سے بیزار آپ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ "یا حضرت۔ وفاداری دین کا واسطہ میری فریاد رسی کیجیے۔ بتائیے کہ اب کیا تدبیر کرون؟ کیا اس راہ حق سے مایوس ہو کے واپس لوٹ جاؤن؟" فرمایا "اے شخص تو تو کفر کے دروازے کی کُنڈی کھڑکھڑا رہا ہے۔ کیا نہین سُنا کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ؟ (رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو) یہ سُنتے ہی اُس نے کہا "ہان اب مجھے اطمینان ہوا۔" اُس کی زبان سے یہ کلمات سُن کے آپ نے فرمایا "ہائین! حضرت جل وعلا کو آزماتا ہے؟ کیا نہین سُنا کہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (سوا بدنصیب زیان کارون کے کوئی شخص اللہ کے مکر سے بے پروا نہین ہے) بولا "پھر آپ ہی فرمائیے کہ مین کیا کرون؟" ارشاد ہوا "جا حضرت عز اسمہ کے دروازے پر سر ٹپک یہان تک کہ دم نکل جائے۔ شاید آواز آجائے کہ من بالباب (دروازے پر کون ہے؟)

اس سے بخوبی روشن ہے کہ جس منزل باطن مین آپ اپنے مریدون کو لیجانا چاہتے تھے وہ کس قدر دشوار اور کٹھن تھی۔ اور کیونکر نہ ہو اسی راستے کو بڑی سخت آزمائشون اور دشوار سے دشوار ریاضتون سے خود آپ نے طے کیا تھا۔ غرض حضرت جنید نے جس قسم کی نفس کُشیان آپ سے کرائی تھین ویسی ہی نفس کُشیان آپ اپنے مریدون سے کراتے، اگر کوئی شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہو کے اور توبہ کر کے طالب حق ہوتا

عہ طبقات الکبریٰ - ۱۳۳ - رسالۂ قشیریہ - ۲۳۶ - عبہ تذکرۃ الاولیا - ۶۹۰ -

تو آپ اُس سے فرماتے[1] جنگل مین جا۔ توکّل اختیار کر۔ اور تمام امور سے مجرد ہونے کے بعد خانۂ کعبہ کا حج کر کے آ تب تُو میری صحبت کے قابل ہوگا۔" یہ کہنے کے بعد بغیر کسی زاد راہ اور سواری کے اُسے اپنے ہم صحبتون کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کر دیتے۔ لوگون نے عرض کیا کہ "آپ تو خدا کی مخلوق کے ہلاک کرنے کا بند وبست کر رہے ہین۔" فرمایا "نہین۔ میرے پاس جو آتا ہے اُس کی غرض خدا شناسی ہوتی ہے۔ میری مصاحبت کرنے کے لیے کوئی نہین آتا۔ اور اگر بالفرض اُسکے دل مین میری خدمت ہی کا خیال ہے تو پھر یہ بُت پرستی ہے۔ اور اِس سے تو وہ میرے پاس آنے سے پہلے ہی اچھا تھا۔ کیونکہ موحّد فاسق زاہد زاہدون سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور جب معلوم ہوگیا کہ اِن لوگون کی غرض جستجوے حق ہے تو پھر کوئی اندیشہ نہین۔ اِس راہ مین ہلاک ہوگئے تو بھی سمجھو کہ فائز المرام ہوگئے۔ لیکن اگر یہ سب مصیبتین جھیل کے واپس آ گئے تو اِس سفر کی تکلیفین اُنھین ایسا ہاست یاز بنا دین گی کہ یہان ٹھہر کے اگر دس سال تک مجاہدہ کرتے تو بھی اتنے درست نہ ہوتے۔"

اس ارشاد سے بخوبی پتہ چل سکتا ہے کہ آپ کیسی سخت ریاضت کراتے تھے۔ اور جو شخص آپ کے حلقۂ ارادت مین شریک ہو جاتا تھا اُس کی کتنی جلد اصلاح ہو جاتی تھی۔

جو مرید آپ کی خانقاہ مین حاضر رہتے اُن سے بھی تھوڑی نفس کُشی نہین کرائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنی خانقاہ سے نکل کے مریدون مین تشریف لائے جن کا شمار چالیس تھا۔ اور اُن سے فرمایا "لوگو!

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ص ۱۹۵

اللہ جل شانہ بندون کے رزق کا کفیل ہے۔ اور فرماتا ہے وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (جو پرہیزگاری کے ساتھ اُسکی طرف رجوع کرے اُس کے لیے سبر کے ذریعے کھولتا۔ اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہان سے ملنے کا اُسے خیال بھی نہ تھا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اُس کے لیے کافی ہے) آپ کی ہدایت سُن کے سب نے توکل اختیار کرلیا۔ اُسی اللہ جل شانہ سے لُو لگائی۔ اور سب طرف سے توجہ ہٹالی۔ آپ اُنھین اِس عہد کا پابند کرکے واپس چلے آئے۔ اور اُن کی یہ حالت ہوئی کہ تین دن گزر گئے۔ اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ تیسرے دن آپ پھر تشریف لے گئے اور فرمایا "لوگو! اللہ جل شانہ نے سبب کو بندون کے لیے مباح کیا ہے۔ اور فرماتا ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ (وہ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا۔ لہذا اُسکے راستون مین چلو اور اُس کے رزق کو کھاؤ) اس لیے اب مناسب ہے کہ جو شخص تم مین سب سے زیادہ نیک نیت ہو اِس عزلت گاہ سے نکل کے جائے اور تلاش معاش کرے۔ شاید کچھ قوت اُس کے ذریعے سے تمھین حاصل ہو جائے۔" چنانچہ سب نے ایک شخص کو منتخب کیا۔ اُس نے جا کے شرقی و غربی بغداد[ع] مین چکر لگایا۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تین دن کا بھوکا تھا۔ اور نہایت ہی ناتوان ہو رہا تھا۔ بقدر پھرنے سے ضعف اور بڑھا۔ اور چلنے سے معذور ہو گیا۔ آخر مجبوراً ایک نصرانی

ع بغداد کے دو حصے تھے ایک جو دریائے دجلہ کے مشرق جانب آباد تھا۔ اور دوسرا جو اُسکے مغرب جانب۔ تھا یہ دونون حصے شرقی غربی بغداد کے نام سے مشہور تھے۔

طبیب کے مطب کے پاس جاکے بیٹھ گیا۔ یہان خلقت کا ہجوم تھا۔ ہر مرض کے مریض جمع تھے۔ اور حکیم صاحب علاج کے ساتھ ساتھ اپنے شاگردون کو مخاطب کر کے دواؤن کے افعال و خواص بیان کرتے جاتے تھے۔ جب بھیڑ چھنٹی اور مجمع کم ہوا تو حکیم صاحب کی نظر اِس شکستہ پا فقیر پر پڑی۔ شفقت کی نظر سے دیکھ کے پوچھا "تمھین کیا شکایت ہے؟" یہان مانگنے کی عادت تو تھی نہین۔ اور پھر مانگنا بھی ایک غیر مذہب شخص سے۔ زبان نے عرض حال کی یاری نہ دی مگر ایک بے اختیاری کی حرکت سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ طبیب نے نبض دیکھی۔ اور دل مین سمجھ گیا۔ کہا "تمھارا مرض معلوم ہوا۔ اور اُس کی دوا بھی جانتا ہون۔ مگر ذرا صبر کرو۔" پھر اپنے غلام کو بُلا کے حکم دیا کہ بازار سے جاکے ایک رطل روٹی۔ ایک رطل بُھنا ہوا گوشت۔ اور ایک رطل حلوا لے آؤ۔" جب غلام ان چیزون کو لایا تو حکیم صاحب نے اُنھین درویش کے حوالے کر کے کہا "تمھاری دوا یہ ہے۔" فقیر نے کہا "آپ نے مرض تو خوب تشخیص کیا مگر مجھے اتنا اور عرض کر دینا چاہیے کہ اِس مرض مین چالیس آدمی مبتلا ہین۔" دریا دل طبیب نے فوراً غلام کو بھیج کے مذکورہ غذاؤن مین سے ہر ایک چیز چالیس چالیس رطل کی مقدار مین منگوائی۔ پھر اُن سب چیزون کو خوانون مین لگا کے ایک مزدور پر لدوایا۔ اور حکم دیا کہ یہ شخص جہان لے جائے۔ اِن چیزون کو ساتھ جاکے پہونچا آ۔" غرض حضرت شبلی کا یہ مرید خاص خدا وند جل علا کی عطا کی ہوئی اِن نعمتون کو لیے ہوئے اُس عزلت گاہ مین پہونچا جہان آپ اپنے اُنتالیس مریدون کے ساتھ بیٹھے ہوے تھے۔ اور مصروف ذکر الٰہی تھے۔ آپ اُس کے آنے کی خبر سُنتے ہی اپنی خلوت گاہ سے باہر نکل آئے۔ کھانے کو

دیکھا اور فرمایا" اس کھانے کا عجیب بھید ہے" پھر اُس مرید سے ساری گزشت سُنی، اور جب وہ بیان کر کے خاموش ہوا تو فرمایا "کیا تم لوگ راضی ہو کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ؟ اور کچھ معاوضہ نہ کرو؟" سب نے عرض کی کہ "یا حضرت اِس کا معاوضہ کیا ہے؟" ارشاد ہوا "اُس کے حق مین دُعائے خیر کرو" آپ سب نے ہاتھ اُٹھا کے اُس کے لیے ہدایت اور خیر و برکت کی دُعا کرنا شروع کی۔ اتفاقاً وہ نصرانی طبیب بھی ان مریضان توکل کی حالت دیکھنے کے لیے اِس مرید کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ اور یہان باہر کھڑے ہو کے ایک روشن دان مین سے جھانک جھانک کے ان سب کیفیتون کو دیکھ رہا تھا۔ جب اِن لوگون کی اصلی حالت دیکھی تو نہایت متاثر ہوا۔ اور جب سب نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو ضبط نہ ہو سکا آ کے دروازے پر دستک دی۔ اور جیسے ہی دروازہ کھلا بے تحاشا دوڑ کے سامنے آیا۔ کلمۂ شہادت پڑھ کے حضرت شیخ شبلی کے ہاتھ پر بیعت کی اور دین اسلام مین شامل ہو گیا۔ اس وقت دُعا کے فوراً مقبول ہونے کی ایسی حیرت انگیز تصویر نظر آئی کہ سب کو اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ کا عین الیقین ہو گیا۔ یہ طبیب اس کے بعد نہایت ہی سچا اور خالص العقیدہ مسلمان ثابت ہوا اور حضرت شبلی کے مریدون مین داخل رہا۔[عہ]

ایک شخص آپ کی صحبت مین اکثر شریک ہوتا اور آپ کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا۔ اُس نے ایک دن عرض کیا کہ چاہتا ہون آپ کے ہاتھ پر توبہ کرون۔ فرمایا اُپنا مال بیچ ڈال۔ اپنے قرض کا تصفیہ کر۔ اپنی بی بی کو طلاق دے۔

عہ روض الریاحین۔ یافعی۔ ۱۴۱۔

اپنے بچون کو یتیم بنا دے۔ اور اُن کو اپنے تعلقات سے یہان تک مایوس کردے
کہ تجھے مُردون مین شمار کرین"۔ اُس شخص نے اِن سب باتون پر عمل کیا، اور
کچھ تھوڑا سا قوت لایموت لے کے حاضر ہوا۔ فرمایا "یہ جو لائے ہو اِسے فقرا
کے آگے ڈال دو۔ اور اُن کے ساتھ بیٹھ کے کھاؤ"۔ع

اِن باتون پر اکثر اہل ظاہر کو اعتراض ہو لیکن سچ یہ ہو کہ اِس قسم کے
اعتراضات عموماً غلط فہمیون پر مبنی ہوا کرتے ہین۔ جن علمانے اِن باتون پر حضرت
ابوبکر شبلی یا دیگر ارباب باطن کو الزامات دیے ہین اُن کی بنیاد صرف اِس امر
پر ہے کہ جن چیزون کو حضرت شارع علیہ السلام نے جائز اور حلال کیا ہے اُنسی
یہ بزرگ مریدون کو روکتے اور منع کرتے ہین۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ نے جو جائز نعمتین
عطا فرمائی ہین اُن کو شکر گزار ہو کے قبول کرنا درکنار یہ اُنھین اپنی رائے سے
بغیر کسی حجت شرعی کے ممنوع قرار دیتے ہین۔ چنانچہ انھین وجوہ سے کبھی تو وہ کہتے
ہین کہ یہ بزرگ شرک فی الرسالت مین مبتلا تھے یعنی جو حق صرف پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا جو دبھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ اور کبھی
اس اصول کے مطابق کہ خدا و رسول کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی
ہوئی چیز کو حلال کرنا کفر ہو اِن پاک سیرت خدا پرستون کی نسبت کُفر کا فتوے
دیتے ہین۔ لیکن غور سے دیکھا اور ذرا عقل سے کام لیا جائے تو صاف کُھل
جاتا ہے کہ معترضین خود ہی ناسمجھی اور غلطی مین مبتلا ہین۔

اِن بزرگون نے کبھی کسی حلال چیز کی نسبت نہین کہا کہ وہ ناجائز یا حرام ہو

ع تلبیس ابلیس۔ ذکر نبذة من کلامہم فی القرآن

اور نہ کسی حرام چیز کو کبھی حلال بتایا۔ اُنھون نے صرف اپنے مدرسہ کے طلبہ اور اپنے فن کے سیکھنے والون کو یہ سبق دیا کہ گو خدا کی ہزارہا نعمتین حلال طیّب ہین۔ مگر روحانی ترقی اور صفائے باطن کے لیے اِن اِن چیزون سے احتیاط کرنے کی ضرورت ہو۔ کیونکہ جب تک غذا مین اتنی تقلیل نہ کی جائے اور نفس کو موٹا کرنے والی چیزون سے ہاتھ نہ روکا جائے کوئی شخص نہ روحانی قوت حاصل کر سکتا ہو اور نہ نفس کو قابو مین لا سکتا ہو۔ لہذا اِن کے دربار فیض کا جواز و عدم جواز شرعی حلّت و حرمت سے کوئی واسطہ نہین رکھتا۔ بلکہ وہ خاص قسم کا پرہیز ہے جس کو شریعت یا ثواب آخرت سے تعلق نہین۔

اور اگر ایسے پرہیز کرانے ہی سے انسان کافر ہو سکتا ہے تو سب سے بڑے کافر (معاذ اللہ) ہمارے اطبا اور ڈاکٹر ہون گے جو روز بلا ناغہ مریضون کے لیے ہزارہا چیزین حرام اور ہزارہا جائز کیا کرتے ہین۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ طبیبون اور ڈاکٹرون کو ان علمائے ظاہر نے نہ کبھی الزام دیا اور نہ اُن کی نسبت اِس بنیاد پر کبھی کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا گیا۔ اصل حقیقت یہ ہو کہ صوفیۂ کرام جو احتیاطین اور جس قسم کے پرہیز بتایا کرتے ہین وہ شرعی حیثیت سے نہین بلکہ روحانی طبیب ہونے کی حیثیت سے ہین۔ ہم سمجھتے ہین کہ ہمارے اِس بیان سے بہتون کی غلط فہمیان دور ہو گئی ہون گی۔ اور موجودہ اہل حدیث جو اِن بزرگان باطن پر بے تکان اعتراض کر دیا کرتے ہین اِس سے باز آ جائین گے۔

اب ہم حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن تعلیمون کو بتاتے ہین جن کا سلسلہ پند و نصائح کی حیثیت سے ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اور جن سے دنیا اپنی آخری دم

تک فائدہ اُٹھائے رہے گی۔کیونکہ اِن تعلیمون مین بڑے بڑے دقیق مسائل۔ اعلیٰ درجہ کی حکمتین۔ اور دینی و اخلاقی نصیحتین مستتر ہین۔ اور انسان جس قدر زیادہ غور کرے گا اُسی قدر زیادہ اُن سے لطف اور فائدہ اُٹھائے گا۔

لوگون نے ایک دن پوچھا "حضرت توحید کیا ہے؟" اس کا جواب آپ نے عجیب وغریب جوش و جلال کے الفاظ مین یہ دیا کہ "جو اُس سے تعبیر کرے (یعنی توحید کو الفاظ مین بیان کرے) مُلحد ہے۔ جو اُس کی طرف اشارہ کرے وہ ثنوی (یعنی دو خداؤن کا ماننے والا) ہے۔ جو اُس کی طرف رجوع کرے وثنی (یعنی بُت پرست) ہے۔ جو اُس سے گفتگو کرے غافل ہے۔ جو اُس سے ساکت رہے جاہل ہے۔ جس کے دل مین یہ وہم ہو کہ پہونچ گیا۔ اُسے سمجھو کہ کچھ نہین حاصل ہوگا۔ جو اُس سے قریب ہونے کا دعوےٰ کرے وہ دور ہے۔ جو گمان کرے کہ اُسے پالیا وہ اصل مین کھونے والا ہے۔ جو کچھ تم نے اپنے اوہام سے ممیز کیا۔ اور جو کچھ اپنے پورے معانی سے تم نے پایا وہ حقیقت سے ہٹا ہوا ہے اور تمھاری ہی طرف واپس آتا ہے۔ اور وہ سب تمھارا ہی ایسا حادث و مصنوع ہے۔

فرماتے تھے "جو شخص علم توحید سے ذرہ برابر بھی مطلع ہوگیا وہ اُس کے بوجھ کے سبب سے جیسے اُٹھائے ہوئے ہے باقی تمام چیزون کے برداشت کرنے سے عاجز و ناتوان ہے۔ اور جسے خیال گزرا کہ اُسے توحید حاصل ہوگئی اُس نے یہ سمجھو کہ توحید کی بُو بھی نہین سونگھی۔ چنانچہ خود اپنی نسبت بھی باوجود اِس اعلیٰ مرتبہ عرفان کے فرماتے تھے کہ "جب مین یہ گمان کرون کہ مین نے اُسے کھو دیا۔

ع۴ عوارف - ۱۲ - ۵ رسالہ قشیریہ - ۱۷۷ - ۱۷۸ -

تو سمجھو کہ اُس وقت مین نے پا لیا۔ اور جب مین یہ خیال کرون کہ مین نے پا لیا تو جانو کہ درحقیقت مین نے کھو دیا [عہ]"۔ کبھی فرماتے کہ "جس نے اللہ جل شانہ کو اُسی سے طلب کیا اُس کی توحید صحیح ہی اور جس نے اپنے نفس سے طلب کیا اُس کی توحید ٹھیک نہین [عہ]"۔ ایک شخص سے آپ نے پوچھا "جانتے بھی ہو کہ تمھاری توحید کیون درست نہین؟" اُس نے عرض کیا "نہین"۔ فرمایا "اس لیے کہ تم اُسے اپنی ذات سے طلب کرتے ہو [عہ]"۔ نیز فرمایا "توحید تجھ سے اس لیے نہین بن پڑتی کہ تو اُسے اپنی طرف طلب کر رہا ہی۔ اور جس کے پاس توحید صورت نہین پیدا کرتی وہ کبھی توحید کی بُو تک نہ سونگھے گا [عہ]"۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "توحید موحد کی صفت ہے حقیقتہً اور اُسکا زیور ہے رسماً [عہ]"۔ پھر ایک مرتبہ جوش مین آکے فرمایا "توحید موحد کا ایک حجاب ہے جمال احدیت سے [عہ]"۔

تصوف کی نسبت بھی آپ کی وقیقہ سنجیان اور وہ جواہر معرفت جنھین آپ بحرِ عرفان مین غوطہ لگا کے نکال لائے ہین بہت ہی پُر لطف اور محفوظ رکھنے کے قابل ہین۔ فرمایا "تصوف ایک جلا دینے والی بجلی ہے"۔ کسی اور موقع پر فرمایا "تصوف اللہ کی صحبت مین بے غم ہو کے بیٹھنے کا نام ہے [عہ]"۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا "تصوف یہ ہے کہ انسان ایسا رہے جیسا کہ وجود (عالم ہستی) مین آنے سے پہلے تھا"۔ کسی صحبت مین یہ ارشاد ہوا کہ "تصوف نگاہ رکھنا قوتون یعنی حواس کا اور نگاہ رکھنا انفاس کا ہے"۔ کبھی جوش مین آکے یہ کہہ دیا "تصوف شرک ہی۔ کیونکہ تصوف

عہ عوارف۔ ۲۰۱۔ عہ طبقات الکبری۔ ۱۲۳۔ عہ طبقات الکبری۔ ۱۲۳۔ عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۱۰۷۔ عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۷۷۔ عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۱۰۷۔ عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۶۶۔

دل کی نگہبانی ہو غیر سے اور غیر" مین "یعنی خودی کا خیال ہے"۔ ایک مرتبہ فرمایا "تصوف یہ ہے کہ انسان آپ نو ہستی کے دیکھنے سے باز رکھے"۔

صوفی کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ "وہ خلقت سے منقطع اور اللہ سے متصل ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ واصطفیتک لنفسی (تجھے مین نے اپنے نفس کے لیے اختیار کیا) یعنی ہر غیر (ماسوی اللہ) سے قطع کر دیا۔ اور پھر ارشاد ہوا کہ "لن ترانی" (نہ دیکھے گا تو مجھے) ایک اور موقع پر آپ نے صوفیون کی یہ صفت و حالت بیان کی کہ "صوفی بچہ ہین حق کے گود ہین"۔ کسی نے پوچھا "صوفیہ کا نام صوفی کیون رکھا گیا؟" فرمایا "اس لیے کہ اُن مین کچھ خودی باقی رہ گئی ہی یہ بات نہ ہوتی تو اُن کا کچھ نام ہی نہ رکھا جاتا"۔ ایک موقع پر یہ فرمایا کہ صوفی اُس وقت صوفی ہوتا ہی جب ساری خلقت کو اپنے عیال خیال کرے" یعنی سب کا کفیل و بار بردار سمجھے۔ نیز فرمایا کرتے "صوفی خلقت کے دیکھنے سے معصوم (محفوظ) ہو جاتا ہے"۔

لوگون نے پوچھا کہ فقیری کی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا "یہ کہ سوا خدا کے اور کسی چیز کے ذریعے سے غنیٰ نہ حاصل کرے"۔ چنانچہ اسی امر کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ایک مرتبہ یون فرمایا "فقر کی ادنیٰ علامت یہ ہی کہ اگر ساری دنیا کسی کے قبضہ مین ہو۔ پھر اُسے وہ ایک ہی دن مین خیرات بھی کر دے۔ لیکن اِسی کے ساتھ اگر اُس کے دل مین یہ خیال گزر گیا کہ اپنے لیے مین نے

عہ تذکرۃ الاولیا ۲۰۰ و ۲۰۱ - عبہ رسالہ قشیریہ - ۱۶۶ - سہ طبقات الکبری ۱۳۲ -
للعہ تذکرۃ الاولیا - ۲۰۱ - خصہ رسالہ قشیریہ - ۱۶۶ - سہ عوارف - ۲۹۸ -

ایک دن کا قوت لا یموت رکھ لیا ہوتا تو اُس کا فقر سچا نہیں" یونہیں ایک اور موقع پر کسی نے اسی فقیری کے مسئلہ کو پوچھا فرمایا "فقر یہ ہے کہ سوا ذات باری تعالےٰ کے کسی دولت کی آرزو نہ ہو"

محمد بن عبد الوہاب کا بیان ہے کہ ایک دن کسی نے آپ سے معرفت کی نسبت سوال کیا فرمایا" اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ ہے اور انتہا کی کوئی حد و نہایت نہیں" نیز ارشاد فرماتے ہیں "عارف اُس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ اور نہ اُس کے سوا کسی کے کلام کو زبان پر لاتا ہے۔ اور نہ سوا اللہ جل شانہ کے کسی کو اپنی ذات کا محافظ خیال کرتا ہے" ایک دفعہ فرمایا "عارف کا وقت بھی گویا موسم بہار ہے۔ بادل گرجتا ہے۔ ابر برستا ہے۔ کوندا چمکتا ہے۔ ہوا چلتی ہے۔ پھول کھلتے ہیں۔ بلبل چہچہاتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح عارف کی آنکھ روتی ہے۔ لب ہنستے ہیں۔ دل جلتا ہے۔ سر ہلتا ہے۔ ہمیشہ دوست کا نام لیتا ہے۔ اور اُس کے دروازے پر چکر لگاتا ہے" ایک مرتبہ ارشاد ہوا "عارف وہ ہے کہ کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لا سکے۔ اور کبھی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو ایک پلک کی نوک پر اُٹھالے" معرفت کے متعلق اپنے سچے جذب و جوش کو زیادہ محسوس منظر میں لاکے فرماتے ہیں "عارف وہ ہے کہ دُنیا کی اِزار بنائے۔ اور آخرت کی چادر۔ پھر دونوں کو اُتار کے اللہ جل شانہ کے ساتھ منفرد ہو جائے" اِس کے بعد معرفت کی نوعیتوں کی تصریح فرماتے ہیں کہ "معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) معرفت حق تعالیٰ کی۔ یہ محتاج ذکر الٰہی کی ہے

سے رسالۂ قشیریہ۔ ۱۶۱ و ۱۶۲ عسه طبقات الکبریٰ ۱۲۴ سه رسالۂ قشیریہ۔ ۱۰۲

(۲) معرفت نفس کی۔ یہ محتاج ہی فرائض دینی ادا کرنے کی۔ (۳) معرفت باطن کی۔ اور یہ محتاج ہے اِس بات کی کہ انسان اُس کے احکام اور قضا و قدر پر راضی یعنی راضی برضا ہو جائے[9]"۔

محبت چونکہ تصوف اور کمال باطن کی سیڑھی اور رمز شناسی کی جان ہے اس لیے فرماتے ہین "محبت یہ ہے کہ محبوب جو چاہے اُس کو اختیار کر گو بالذات تجھے اُس سے نفرت ہو۔ اور جس چیز سے محبوب کو نفرت ہو اُسے چھوڑ دے اگرچہ تجھے اُس سے اُنس و اُلفت ہو[10]"۔ منصور بن عبداللہ نے حضرت ابوبکر شبلی کو یہ فرماتے سُنا "محبت یہ ہے کہ تجھ مین اِس بات کا جوشِ رقابت پیدا ہو کہ تجھ سا کوئی اور شخص بھی اُس سے محبت کرتا ہے"۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا "محبت کا نام محبت اِس لیے رکھا گیا کہ سوا محبوب کے سب چیزون کو دل سے مٹا دیتی ہے[11]"۔ ایک دفعہ فرمایا "مجنون عامری سے لوگون نے پوچھا "تمھین لیلیٰ سی محبت ہے؟" کہا "نہین" پوچھا "کیون؟" کہا "محبت ذریعۂ وصل ہے۔ اور یہان ذریعہ ہی درمیان سے ساقط ہو گیا۔ کیونکہ مین لیلیٰ ہون اور لیلیٰ مین ہے[12]"۔ یہ ہی وہ محبت جسے آپ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور جو آپ کے الفاظ و افعال سے بار بار چمک اُٹھا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ لوگون نے محبت کی نسبت سوال کیا تو فرمایا كَأْسٌ لَهَا وَهَجٌ اِذَا اسْتَقَرَّ فِي الْحَوَاسِ وَسَكَنَ فِي النُّفُوسِ تَلَاشَتْ[13] (ایک جام ہے جس مین ایک ایسی گرمی ہے جس نے اگر حواس مین قرار پکڑ لیا اور نفس مین

[9] تذکرۃ الاولیا۔ ۱۔ [10] عوارف۔ ۳۴۳۔ [11] رسالہ قشیریہ۔ ۱۸۹۔
[12] طبقات الکبری۔ ۱۲۲۔ [13] عوارف۔ ۱۰۳۔

ٹھہر گئی تو ساری ہستی کو مٹا کے اپنے رنگ مین رنگ دیتی ہے) ایک موقع پر ارشاد فرمایا "محبت یہ ہے کہ جس چیز کو تو دوست رکھتا ہو اُسے محبوب کے لیے خرچ کرے" اور محبت کے اثر کو ان الفاظ مین بتایا کہ "ہیبت دلون کی گھُلانے والی ہے۔ محبت کی آگ جانون کی پگھلانے والی ہے۔ اور شوق نفسون کا گلانے والا ہے"

زہد و ورع (پرہیزگاری) کی نسبت فرماتے تھے "ورع یہ ہے کہ کل ماسوای اللہ سے تو پرہیز کرے"۔ علی ہذا القیاس زہد کی نسبت لوگون نے سوال کیا تو فرمایا "زہد یہ ہے کہ کل ماسوای اللہ سے تو زاہد (کنارہ کش) ہو جائے"۔ دوسرے موقع پر فرمایا "زہد یہ ہے کہ تو دُنیا کو بھول جائے اور آخرت کو یاد مین نہ لائے"۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا "زہد یہ ہے کہ دل کو اشیا سے خالقِ اشیا کی طرف پھیرے"۔ پھر ایک دفعہ جوشِ وحدت سے از خود رفتہ ہو کے فرمادیا "زہد غفلت ہے۔ کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز مین زہد کرنا غافل ہونا ہے"۔ اور سب سے زیادہ آپ کا پُرلطف و پرمغز فقرہ ورع کی نسبت یہ ہے۔ "اَلْوَرَعُ اَنْ تَتَوَرَّعَ اَنْ تَتَشَتَّتَ قَلْبُكَ عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ" "پرہیزگاری اس بات سے بچنے کا نام ہے کہ ایک چشم زدن کے لیے بھی تیرا دل اللہ جل شانہ کی طرف سے نہ ہٹے"۔ اور آخر اُس حضرت رب العزت کی قدرتِ کاملہ کا لحاظ فرما کے اور دریائے عرفان مین غرق ہو کے فرمادیا "اور سچ تو یہ ہے کہ زہد کوئی چیز ہی نہین ہے۔ کیونکہ دو صورتون سے خالی نہین ہے۔ یا تو انسان اُس چیز سے کنارہ کش ہو گا جو اُس کے پاس نہین ہے تو یہ کنارہ کشی ہی نہین ہے۔ اور یا اُس چیز سے کنارہ کش ہو گا جو اُس کے

سے تذکرۃ الاولیا۔ ۱۰۱۔ بعض رسالہ قشیریہ۔ ۴۷۔ سے تذکرۃ الاولیا۔ ۱۰۳۔

پاس ہے۔ تو اُس سے کنارہ کشی کیونکہ ممکن ہے؟ اس لیے کہ وہ تو اُس کے ساتھ اور اُس کے پاس موجود ہے۔ غرض یہ کہ زہد و ورع نفس کی لاف زنی کے سوا کچھ نہین عے۔" یہی خیال دوسرے الفاظ مین یون ادا کیا گیا ہے "جو مقدر مین ہے ضرور پہونچے گا۔ اور جو مقدر مین نہین کتنی ہی محنت و مشقت سے کام لو نہ ملے گا۔ پھر زہد کیا ہوا؟ عے"

ایک شخص نے آ کے کثرتِ عیال کی شکایت کی۔ نہایت ہی سہولت اور متانت سے فرمایا "ایک کام کرو۔ اپنے گھر مین جا کے دیکھو جس کسی کا رزق خدا کے ذمے نہ ہو اُسے نکال دو عے۔" باوجود اِس حد تک راضی برضا ہونے اور ہر چیز کو اُس واحد لم یزل کے قبضۂ قدرت مین سمجھنے کے آپ مین عجب آزادانہ بانکپن تھا۔ کسی نے کہا "کیا آپ نہین جانتے کہ وہ رحمٰن ہے؟" فرمایا "ہان جانتا ہون۔ لیکن جب سے اُس کی رحمت کو جانا ہے اُس سے رحم کی درخواست نہین کی۔" سائل نے متحیر ہو کے عرض کیا "کیون؟" فرمایا "اس لیے کہ حُرّیت (آزادی) کا مقام زیادہ معزز ہے للعہ۔"

احمد بن محمد بن زید نے ایک دن حضرت شیخ ابوبکر شبلی کی زبان فیض ترجمان سے مندرجۂ ذیل کلمات ہدایت و معرفت سُنتے تھے۔ جو اس قابل ہین کہ آبِ زر سے لکھے جائین: "عارف کو کسی سے علاقہ نہین۔ محب کو کوئی شکایت نہین۔ خوف زدہ کو کبھی قرار نہین۔ اور اللہ عز و جل سے کسی کو مفر نہین للعہ۔

عے عوارف - ۲۹۵ - عے تذکرۃ الاولیا - ۳۰۷ - سے عوارف - ۳۱۶ -

للعہ رسالۂ قشیریہ - ۱۳۰ - ۱۸۴ -

کسی نے پوچھا "دنیا کیا ہے؟" فرمایا "ایک دیگچی ہے جو جوش کھا رہی ہے۔ اور ایک تھیلا ہے جو بھرا جا رہا ہے"۔ اپنے اہل زمانہ سے کہا کرتے "تم لوگ قبرین ہو"۔ کسی نے عرض کیا "کیون؟" فرمایا "اس لیے کہ تم مین سے ہر ایک کپڑون مین دفن ہے"۔ تو اس پر کسی اور نے کہا "تو ہمارا شمار مُردون مین ہے؟" فرمایا "بے شک عارف سو رہے ہین۔ اور جاہل مُردے ہین"۔[۱]

ایک شخص نے آپ کے سامنے اپنا یہ شُبہ پیش کیا کہ "دُنیا تو افعال و اشغال کے لیے ہے اور آخرت احوال کے لیے۔ پھر راحت کب ہو گی؟" فرمایا "دُنیا کے اشغال سے دست بردار ہو جاؤ تا کہ آخرت کے احوال سے بھی نجات مل جائے"۔

ایک مرتبہ فرمایا "عبودیت اُٹھ جانا تیری مراد اور ارادے کا ہے اُس جل شانہ کے ارادے کے مقابلہ مین۔ اور تیرے اختیار کا ٹوٹ جانا ہے اُس کے اختیار کے مقابلے مین۔ اور تیری آرزوٗن کا ترک ہے اُسکی قضا کے مقابلے مین"۔[۲]

فرماتے ہین "غیرتین دو قسم کی ہین۔ (۱) غیرت بشریت نفسون پر (۲) اور غیرت الٰہی دلون پر"۔ اس کی بعد تصریح فرماتے ہین کہ نفسوں پر غیرت الٰہی یہ ہے کہ کل ماسوی اللہ کو تو ضائع کر دے۔[۳] علیٰ ہذا القیاس ارشاد فرمایا ہے کہ "دعوتین تین ہین۔ (۱) دعوت علم (۲) دعوت معرفت۔ (۳) دعوت معائنہ"۔ "علم الیقین" اور "عین الیقین" اور "حق الیقین" کے الفاظ ہر اہل و نا اہل کی زبان سے سُنے جاتے ہین۔ اب ملاحظہ ہو کہ حضرت ابو بکر شبلی نے اِن کی کیا تعریف و تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین "علم الیقین وہ علم ہے جو ہمین انبیاء علیہم السلام کی مبارک زبانون سے پہونچا ہے اور عین الیقین وہ علم ہے

---

[۱] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲۔ [۲] تذکرۃ الاولیاء۔ ۲۰۰، ۲۰۴۔ [۳] رسالہ قشیریہ۔ ۱۵۱۔

جو اسرارِ ہدایت مین خوض و غور کرنے سے بغیر کسی ذریعے اور واسطہ کے دل کو حاصل ہو۔ اور حق الیقین وہ ہے جس کے مضامین تک اِس عالم مین رسائی نہین ہو سکتی۔[۱]

کسی نے پوچھا "یا حضرت آفتاب غروب کے وقت زرد کیون ہوجاتا ہی؟" فرمایا "اسلیے کہ وہ اپنی تکمیل کے مقام سے علٰحدہ ہوتے وقت آنے والے مقام کے خوف سے زرد ہوجاتا ہی۔ یہی حال مومن کا ہی۔ دنیا سے نکلتے وقت اُس کا چہرہ زرد ہوجاتا ہی کیونکہ آئندہ کی منزل سے ڈرتا ہی۔ لیکن اِس کے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو چمکتا ہوا نکلتا ہے۔ اسی طرح مومن جب قبر سے نکلتا ہے اُس کا چہرہ چمکتا ہوا ہوتا ہے۔"[۲]

شریعت و طریقت و حقیقت کا فرق بتاتے ہین کہ "شریعت یہ ہے کہ تو اُس خدائے عز و جل کی عبادت کرے۔ طریقت یہ ہو کہ تو اُس کو طلب کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تو اُس کو دیکھے۔"[۳]

دل کو خدا کے خیال کا مرکز و مستقر ہونے کے باعث آپ نے بھی کعبہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "بیت اللہ الحرام (کعبۂ شریف) مین حضرت خلیل علیہ السلام کے آثار ہین اور دل مین حضرتِ رب العزت کے آثار۔ علیٰ ہذا القیاس جس طرح خانۂ کعبہ مین ستون ہین۔ اُسی طرح دل مین بھی ستون ہین۔ مگر بیت اللہ کے ستون پتھر کے ہین۔ اور دل کے ستون اُس جوہر سے بنائے گئے ہین جو انوارِ معرفت کے معادن سے نکلتا ہے۔"[۴]

[۱] تذکرۃ الاولیا۔ ۲، [۲] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۰، [۳] تذکرۃ الاولیا۔ ۲، [۴] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۳۔

فرماتے ہین خلقت جو اشارہ حق کی طرف کرتی ہے وہ اشارہ مردود ہے۔ مگر جو اشارہ حق سے حق کی طرف ہو اور خلقت کو اُس مین دخل نہ ہو وہ اشارہ البتہ مقبول ہے۔

مریدون کو ہدایت فرماتے کہ "دنیا مین استقامت قیامت پر محمول کرنے کا نام ہو۔ حق تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ لہذا اُسی وقت کے انتظار مین ثابت قدم رہنا استقامت ہے"

کتنے بڑے نازک مسئلۂ الہیات کو آسانی کے ساتھ چند الفاظ مین حل کر دیا ہے کہ "بندے کا بندے کی آنکھ مین ظاہر ہونا عبودیت ہے۔ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کے حسنات کا اُس پر ظاہر ہونا مشاہدہ" لیکن اس سے زیادہ پُر مذاق یہ لطیفہ ہی کہ ایک دن کسی نے آپ سے مشاہدۂ حق کی کیفیت پوچھی۔ فرمایا "ہمارے لیے خدا کا مشاہدہ کہان؟ خدا ہمارا مشاہدہ کر رہا ہے"

ایک ہی امر مین آپ کے اِس قسم کے مختلف و متباین الفاظ سُن کے لوگون نے عرض کیا "حضرت۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ کبھی کچھ فرماتے ہین اور کبھی کچھ؟" جواب مین ارشاد ہوا "ہم کبھی باخود ہوتے ہین اور کبھی بیخود"

مشائخ صوفیہ پر جو عالم وجد طاری ہوا کرتا ہے اُس کی حالت بیان فرماتے ہین کہ "اَلوَجدُ اِظہَارُ المَوجُودِ" یعنی وجد اُس موجود مطلق کے ظاہر کرنے سے عبارت ہے" پھر خود ہی ان لوگون کا خیال کر کے جو نااہل ہونے کے ساتھ وجد کا

۱؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷ ۲؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۲۵ ۳؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔ ۴؎ اللمع ۵؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۵۰ ۶؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔

اظہار کیا کرتے ہین ارشاد فرمایا "جب تک شہود کا مرتبہ نہ حاصل ہو وجد میرے نزدیک انکار (باری) ہے۔ اور جسے خداوند جل وعلا کا شہود حاصل ہے وہ میرے خیال مین (اِس) ہستی کے شہود کو فنا کر دیتا ہے"۔

اللہ جل شانہ کا ذکر آتا تو فرماتے "جَلَّ الْوَاحِدُ الْمَعْرُوْفُ قَبْلَ الْحُدُوْدِ وَقَبْلَ الْحُرُوْف" یعنی حرفون اور تعریفون سے پہلے ہی وہ مشہور یگانہ (مطلق) بزرگ و برتر ہوا"۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی کبھی فرماتے "اُس ازلی حق سبحانہ کی ذات کی نہ کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔ اور اُس کے کلمات کے لیے حرف نہین ہین"۔ مریدین سے اکثر فرماتے "اللہ جل شانہ فرماتا ہے" کہ جو مجھے یاد کرے مین اس کا جلیس (ہم صحبت) ہون" اُس کے اور پوچھتے "ایسی صورت مین بتاؤ کہ خدا کے پاس بیٹھ کے اُسکی صحبت سے تم لوگون نے کیا فائدہ اُٹھایا؟"

ابو الحسن تنی کا بیان ہے کہ "ہم ایک دن مین جامع بغداد مین شیخ ابوبکر شبلی کی صحبت مین فیض یابان معرفت کے حلقے کے پاس ایک کنارے پر کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص مشائخ کی وضع و لباس مین آیا۔ اور پوچھا کہ "اے شیخ۔ وصل کیا چیز ہے؟ سنتے ہی شبلی نے اُس کی طرف رخ کر کے دیکھا اور فرمایا "اے وصل کی حقیقت پوچھنے والے دو طرح کے لگاؤن کو چھوڑ دے۔ تو نے یہ کیا اور وصل کے درجے کو پہونچ گیا"۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت وہ دونون لگاؤ کون سے ہین؟" فرمایا "ایک ٹیلا تمھارے سامنے کہ جو اللہ تک پہونچنے سے روکتا ہے"۔ پوچھا اور وہ ٹیلا کون سا ہے؟" فرمایا "دُنیا و آخرت۔ چنانچہ خود ہمارا پروردگار فرماتا ہے

عہ عوارف المعارف۔ ۲ : ۱۰ د ۳ : ۱ عہ روض الریاحین۔ ۳۲۸ و ۳۲۹ رسالۂ قشیریہ۔ ۴۸ عہ رسالۂ قشیریہ ۱۳۲

کہ مِنکُم مَن یُرِیدُ الدُّنیَا وَمِنکُم مَن یُرِیدُ الاٰخِرَۃ (تم مین سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور کوئی آخرت چاہتا ہے) وہ شخص کہان ہے جو خدا کو چاہتا ہو؟" یہ جواب دینے کے بعد آپ کے دل مین توحید اور عشق الٰہی کا جوش ہوا۔ اور عجیب بیتابی کے لہجے مین یہ کلمات آپ کی زبان سے نکلے "اِذَا قُلتَ اللّٰہُ فَھُوَ اللّٰہُ! وَاِذَا اسکُتَ فَھُوَ اللّٰہُ! یَا اَللّٰہُ! یَا اَللّٰہُ! یَا مَن ھُوَ ھُوَ! وَلَا یَعلَمُ اَحَدٌ مَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ سُبحَانَہٗ! وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ" (جب تو کہے اللہ تو وہ اللہ ہے! اور جب تو خاموش رہے تب بھی وہ اللہ ہے! اے اللہ! اے اللہ! اور اے وہ کہ وہ وہی ہو! اور خود اُس کے سوا کوئی نہین جانتا کہ وہ کیا ہے! پاک ہے وہ! پاک ہے وہ! وہ اکیلا ہو اور کوئی اُس کا شریک نہین!) یہ کلمات ایسے جوش اور ایسے دل سے نکلے تھے کہ آپ زیادہ کی تاب نہ لا سکے۔ یہین تک پہونچنے پائے تھے کہ بیہوش ہو کے زمین پر گر پڑے۔ اور مریدین آپ کو بہ دقت اُٹھا کے گھر مین لائے۔

اَبو علی مغازلی نے ایک دن خدمت مین عرض کیا کہ "یا حضرت بعض اوقات مین کتاب اللہ کی کوئی آیت سنتا ہون تو اُس کے اثر سے دل اس بات پر آمادہ ہو جاتا ہو کہ تمام چیزون کو ترک کر دون۔ اور دُنیا کی طرف سے مُنہ پھیر لون۔ مگر یہ حالت تھوڑے زمانے کے بعد جاتی رہتی ہے۔ اور دل اپنی طرف اور دُنیا کے لوگون کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔" آپ نے سُن کے فرمایا "جو کشش تم مین پیدا ہوتی ہے وہ اُس حضرت رب العزت کی تمھارے

سے نفحات الانس۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳

حال پر توجہ اور اُس کا لُطف وکرم ہے۔ اور اس کے بعد پھر اپنی حالت پر آجانا اُس کی شفقت ہے۔ اس لیے کہ اُس کی طرف توجہ کرنے مین تمھارے لیے یہ مناسب نہین ہے کہ اُسکی طاقت اور قوت سے علٰحدگی اختیار کرو۔"

ابوالحسین مروالروزی کو حضرت شبلی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اُنھون نے ایک دن آپ سے سوال کیا کہ "اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ" سب فیاضون سے بڑا فیاض کون ہے؟" فرمایا "وہ جس نے کبھی کسی شخص کو ایک گناہ پر ایک دفعہ معاف کر دیا تھا۔ لہذا اب اُس گناہ پر کبھی کسی شخص کو عذاب مین نہ مبتلا کرے گا۔ محض اس خیال سے کہ یہ وہ گناہ ہے جو فلان بندے کے لیے معاف کر دیا گیا تھا" یہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے کہ جس ممنوع میوے کے کھانے پر آپ کا قصور معاف کیا گیا اب اُسے سب کھاتے ہین۔ اور خدا کسی سے اُسکی بازپُرس نہ کرے گا۔

لوگون نے ایک دن عرض کیا کہ "ابو تراب نخشبی (جو مشہور روزگار اولیاء اللہ مین گزرے ہین) صحرا مین ایک دن بھوکے ہوئے تو نظر آیا کہ سارا اُمّن صحرا غذاؤن سے بھرا ہوا ہے۔" سُن کے فرمایا "یہ ایک بندہ تھا جس کے حال پر مہربانی ہوئی۔ لیکن اگر تحقیق کے مقام پر پہونچا ہوا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ بلکہ ویسا ہوتا جیسا کہ حضرت رسالت مآب صلعم فرماتے ہین۔ اِنِّی اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیُسْقِیْنِیْ (مین اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہون جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے)۔"

ایک دن لوگون نے پوچھا "حضرت رسول اللہ صلعم نے جو ارشاد فرمایا ہے

عـــ۵ رسالہ قشیریہ۔ ۲۰۱۔ عـــ۵ طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲۔

کہ خَیْرُ عَمَلِ الْمَرْءِ کَسْبُ یَمِیْنِہٖ (انسان کا سب سے اچھا عمل وہ ہے جسے اپنے دہنے ہاتھ (اپنی قوتِ بازو) سے حاصل کرے۔ اِسمین کسب یمین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا" جب رات ہو پانی لے کے وضو کرو۔ اور نماز کے لیے تیار ہو جاؤ پھر جتنی نماز چاہے پڑھو۔ اِس کے بعد ہاتھ اُٹھا کے درگاہ رب العزت مین دعا کرو۔ بس یہی تمھارا کسب یمین ہے"۔[۱]

آپ یہ بھی فرمایا کرتے کہ" توبہ مین دیر لگانا اور تاخیر کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس لیے کہ جب گنہگار نے یہ کہا کہ سال بھر بعد توبہ کرون گا تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ سال بھر تک گناہ کرتا رہون گا"۔[۲]

یہ بھی آپ کی تعلیمات باطنی مین سے ہے کہ" اللہ جل شانہ لوگون کے ظرف و حوصلہ کے مطابق اُن کے سامنے سے واسطون یعنی پردون کو ہٹایا کرتا ہے۔ کیونکہ جو حالات انبیا علیہم السلام پر منکشف ہو گئے ہین۔ اگر اولیاء اللہ پر ذرّہ برابر بھی کھل جائین تو اُن کی ولایت باطل ہو جائے اور بارگاہ ربانی سے وہ کلیتہً منقطع ہو جائین"۔[۳]

کبھی کبھی شیعون اور خوارج پر اعتراض کرتے۔ اور فرماتے کہ شیعون اور خارجیون سے زیادہ تنگ حوصلہ کوئی نہین۔ کسی نے اگر بُرا کیا تو اپنے لیے اور بھلا کیا تو اپنے لیے کیا۔ مگر یہ دوسرون کی حمایت یا مخالفت مین اپنا وقت برباد کیا کرتے ہین۔

وقت کی قدر و قیمت علماے ظاہر کی زبان سے بارہا سُن چکے ہو۔ اور

---

[۱] مستطرف فی کل فن مستظرف۔ جلد اول۔ ۱۲۰۔ [۲] عوارف ۲۹۲۔ [۳] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲۔ [۴] تذکرۃ الاولیاء ۲۰۲۔

خصوص آج کل مغربی مذاق کے رہبران اخلاق کے ہزار ہا پُرشان و شکوہ الفاظ کانون مین گونج رہے ہون گے۔ اب ذرا سنو کہ ایک اگلا صاحب دِل ولی اللہ اس انمول پونجی کی وقعت کس عنوان سے بتاتا ہے۔ حافظ صوفی شیخ ابوسعید مالینی حضرت ابوبکر شبلی کا یہ بے بہا قول بیان فرمایا کرتے تھے کہ "یہ وقت کی پونجی جو تمھارے پاس ہے اِسے فخر و ناز کے ساتھ رکھو کیونکہ کل یہی سرمایہ تمھارے پاس ہوگا۔ اور اِسی کے ذریعے سے اُس کے ساتھ ازلی صحبت رہے گی"۔

ہمارے گران پایہ مورّخ زمانہ شمس العلما مولٰنا شبلی نعمانی نے مولٰنا سے روم کے اکثر اشعار سے موجودہ مسائل سائنس کے ثبوت دیے ہین۔ اِس سلسلے مین وہ شاید حضرت ابوبکر شبلی کے اِس قول سے یہ فائدہ اُٹھا سکین کہ قدما کے نزدیک زمانہ حرکت فلکی سے منتزع ہے۔ اور اگر یہ رفتار فلک نہ ہو تو زمانہ بھی نہ باقی رہے۔ یہ حال کی تحقیق ہے کہ زمانہ تخلیق اور قبل و بعد تخلیق کی حالتون سے یکسان متعلق ہوسکتا ہے۔ لیکن اِن جدید محققون سے بہت پہلے اِسلام کا ایک پاک نفس صوفی کہہ رہا ہے کہ "اِس عالم کے فنا ہونے کے بعد بھی خدا کے ساتھ ازلی صحبت مین زمانہ موجود ہوگا"۔

آپ قرآن مجید مین بہت زیادہ خوض و فکر کرتے۔ اور علم باطن کے متعلق ایسے نازک لطیفے اور بحر عرفان کے گوہر شاہوار ڈھونڈھ نکالتے جو آپ سے بیشتر شاذ و نادر ہی کسی کے ہاتھ لگے تھے۔ چنانچہ اکثر آیات قرآنی

نفحات الانس: ۱۶۲۔

کی آپ نے ایسی اچھی تفسیر کی ہے اور اُن سے ایسے مسائل اپنی الہامی قوت سے حاصل کیے ہین جو سچ یہ ہے کہ آپ ہی کا حصّہ ہین۔

آپ کے زمانے مین شیخ ابوبکر احمد بن موسیٰ مقری قرآن کی ساتون قرائتون کے عالم بے ہمتا تھے۔ اور علوم قرآن مین اُن کی سند مانی جاتی تھی۔ اُنھون نے جب حضرت ابوبکر شبلی کو یہ دعویٰ کرتے دیکھا کہ علم و فضل منجر بہ فساد بھی ہو جایا کرتا ہے تو اعتراضاً آپ کی خدمت مین آ کے کہا "علم سے اور فساد پیدا ہونے سے بھلا کیا علاقہ؟۔ اور یہ بھی دیکھو کہ اُس سے نفع کس قدر حاصل ہوتا ہے!" سنتے ہی حضرت شبلی بولے "تو اللہ جل شانہ کے قول فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ؏ کا کیا مطلب؟" اِس کے بعد جناب شیخ شبلی نے سوال کرنے کے لہجے مین اُن سے فرمایا "مگر اے قرآن کا درس دینے والے بتا کہ قرآن مین یہ مضمون کہان ہے کہ محبوب اپنے چاہنے والے پر عذاب نہین کرتا" شیخ احمد مقری جب خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دے سکے تو حضرت شبلی نے فرمایا کہ "سُنو اللہ جل شانہ فرماتا ہے" وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰے نَحْنُ

؏ یہ آیت سورۂ ص کی ہے۔ معنی یہ کہ "وہ (سلیمان) پنڈلیون اور گردنون پر (گھوڑون کی) ہاتھ مارنے لگا"۔ اس کا پورا قصہ یہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سُنا کہ سمندر کے کنارے دریائی گھوڑے نکلتے ہین۔ یہ سُنکے آپ نے اچھی نسل کی گھوڑیان وہان بندھوا دین۔ گھوڑیان اُن سے حاملہ ہوئین۔ اور نہایت ہی اچھے بچّے جنے یہ بچے جب تیار ہو کے ملاحظہ مین لائے گئے تو آپ اُن مین اس قدر مشغول ہوئے کہ سورج ڈوب گیا اور عبادت کا وقت گزر گیا۔ اس پر آپ کو غصّہ آیا اور اُن عمدہ نسل کے گھوڑون کو منگا کے کاٹ ڈالا۔ یہی آخری واقعہ اس آیت مین مذکور ہے۔

أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کہا یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور دوست ہین[عہ]۔ غالبًا شیخ کا مقصود یہ ہے کہ باوجودیکہ یہود و نصاریٰ شرک و کفر مین مبتلا اور سرکش ہین مگر چونکہ خدا کے دوست اور عزیز ہونے کے دعویدار ہین اسلیے وہ اُن پر عذاب نہین کرتا۔

اِس کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیتون کی تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (کہہ دے (اے محمد صلعم) مومنین سے کہ اپنی آنکھین نیچی رکھین) کی تفسیر مین فرماتے ہین سر کی آنکھون کو محارم سے اور دلون کی آنکھون کو ماسوای اللہ سے[عہ]۔ آیۂ کریمہ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (مگر وہ شخص جو خدا کے پاس قلب سلیم لے کے حاضر ہو) کی تفسیر مین فرمایا "یہ قلب سلیم ابراہیم علیہ السلام کا قلب تھا۔ اِس لیے کہ وہ بندے کی خیانتون اور حضرت رب العزت کی ناراضیون سے اپنے امکان بھر محفوظ تھے[سہ]۔

ایک مرتبہ کسی نے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" کے معنے پوچھے۔ فرمایا "خداوند جل وعلا ہمیشہ سے تھا اور عرش بعد پیدا ہوا۔ یاد رکھو کہ رحمن عرش سے نہین بلکہ عرش رحمن سے مستوی ہوا[للعہ]۔ ایک مرتبہ آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (اور عنقریب تیرا پروردگار تجھے دے گا ایسا کہ تو راضی ہو گا) پڑھی اور فرمایا خدا کی قسم جب تک آپ کی امت کا ایک شخص بھی آتش دوزخ مین رہے گا آپ ہر گز راضی نہون گے[صہ]"۔

عہ طبقات الشافعیہ سبکی۔ جلد دوم۔ ۱۰۳۔ عہ نفحات الانس ۱۷۷۔ سہ طبقات الکبریٰ ۱۲۳۔
للعہ روض الریاحین ۳۲۹ و رسالہ قشیریہ ۷۔ صہ تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی الشطح والدعاوی۔

ابو نصر عبداللہ بن علی طوسی سراج اپنی کتاب اللمع مین لکھتے ہین کہ ایک دن ابوبکر بن خفیف نے شبلی سے اللہ جل شانہ کے قول وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (اور مکر کیا اُنھون (کافرون) نے اور مکر کیا اللہ نے۔ اور اللہ سب سے اچھا مکر کرنے والا ہے) کو پیش کر کے عرض کیا کہ "خیر اُن لوگون کا مکر تو معلوم ہے۔ مگر اللہ کا مکر کیا ہے؟" فرمایا "اللہ کا یہ مکر ہے کہ وہ جس حالت پر تھی اُسی حالت پر اُنھین چھوڑ دیا۔ اگر وہ چاہتا تو اُن کی حالت ایک آن واحد مین بدل جاتی"۔ لیکن ابوبکر ابن خفیف موصوف کی صورت دیکھی تو دل مین سمجھ گئے کہ یہ بات اِن کے دل پر نقش نہین ہوئی ہے۔ بولے "تم نے فلان طبریہ عورت کو کبھی یہ شعر گاتے سنا ہے کہ۔

وَيَقْبُحُ مِنْ سِوَاكَ الْفِعْلُ عِنْدِي ــــ وَتَفْعَلُهُ وَيَحْسُنُ مِنْكَ ذَاكَ

کوئی کام تیرے سوا کوئی اور کرتا ہے تو مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے اور وہی کام تُو کرتا ہے تو یہ تجھ سے اچھا معلوم ہونے لگتا ہے[۱]"۔

لوگون نے ایک موقع پر آپ سے حدیث نبوی اِذا رأیتم اھل البلاء فاسئلو ربکم العافیة (جب تم مبتلائے بلا لوگون کو دیکھو تو اپنے پروردگار سے عافیت کی دُعا مانگو) کے معنے پوچھے فرمایا "مبتلائے بلا وہ لوگ ہین جو اللہ کی طرف سے غافل ہین[۲]"۔

---

[۱] طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۵۵۔ [۲] طبقات الکبریٰ للشعرانی ۱۲۳۔

آپ کی مخالفت

دُنیا مین اختلاف کیا جانا اور اہل زمانہ کا عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جانا ہمیشہ اہل حق اور سچے خدا پرستون کی آزمائش کا ذریعہ ہوتا رہا ہے۔ یہ دُشواری ہر فن اور ہر قسم کے باکمالون کو پیش آیا کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد حنبلؒ کے ایسے ائمۂ فقہ و حدیث بھی زمانے کی اِس عام سردمہری سے نہین بچے تو پھر بچارے صوفیون کے لیے کیونکر مفر ہو سکتا ہے؟۔

حضرت جنید بغدادی کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ باوجود احتیاط شدید اور عام لوگون کے سامنے خاموش رہنے کے طعن خلائق اور صاحب اقتدار اُمرا کی سختیون سے نہ بچ سکے۔ زمانے کی جب یہ حالت ہو رہی تھی تو حضرت ابوبکر شبلی کا دامن اُن لوگون کے ہاتھ سے کیونکر بچ سکتا تھا۔ کیونکہ آپ تو مرشد کے روکنے پر بھی رموز باطن کو علانیہ علی رؤس الاشہاد اور بر سر منبر بیان فرمایا کرتے تھے حسین بن منصور حلاج کے نذر اجل ہونے کے وقت ارکین سلطنت کو عام صوفیون کی طرف سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ جن مین سب سے اعلیٰ مرتبہ آپ ہی کا تھا اور اُس وقت آپ کی زبان سے بعض ایسے الفاظ نکل جاتے تھے کہ لوگون کی پُر کینہ نظرین سب سے زیادہ آپ ہی پر پڑ رہی تھین۔ مگر اپنی عادت کے خلاف اُن دنون آپنے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ اور اُس فتنۂ عظیم سے بچ گئے۔

بگروہ خیر ایک خاص موقع تھا۔ آپ کی زندگی ہمیشہ ایسی بدگمانیون کا ہدف بنی رہی چنانچہ جہال اور عوام کے ہاتھون آپ نے بڑی بڑی تکلیفین اُٹھائین۔ ہمیشہ خلقت کے

شور و شر مین مبتلا اور ردّ و قبول کے ہچکولے برداشت کرتے رہے۔ اکثر لوگ آپ کے قتل کر ڈالنے پر آمادہ رہے۔ کیونکہ آپ کی بھی بعض باتین حسین بن منصور حلاج کی باتون سے ملتی جلتی تھین ؎۔ ہم بتا چکے ہین کہ لوگون نے راہ چلتے ڈھیلے مارے۔ جن سے پاؤن اس قدر زخمی ہو گیا کہ چلتے تو زمین پر خون کے چھاپے بن جاتے۔ اس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ زنجیرون مین باندھ کے بٹھائے گئے۔ غرض کہ کوئی بات اُٹھا نہین رہی۔

مگر پھر بھی آپ خوش نصیب تھے کہ سریر آرایان سلطنت اور اُمرائے دولت کبھی آپ کی آزار رسانی پر نہین آمادہ ہوئے۔ جیسا کہ دیگر بزرگان صوفیہ اور ائمۂ دین کو پیش آیا تھا۔ آپ سے بعض مشائخ صوفیہ کو بھی اختلاف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابو بکر یزدانیار اُرموی جو آرمینیہ کے عالی مرتبہ مشائخ باطن مین تھے تصوف کے ایک جُداگانہ طریقہ کے بانی و مجتہد تھے۔ اُنھین بعض مشائخ عراق خصوص ابو بکر شبلی وغیرہ کے طرز عمل اور آپ کی تعلیمون پر اعتراض تھا۔ مگر اس سے بجائے اس کے کہ عوام الناس آپ کے مخالف ہون عراق اور بغداد کے شیوخ باطن خود ابو بکر یزدانیار کے خلاف ہو گئے تھے ؎۔

لیکن خود شیخ ابو بکر یزدانیار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھین حضرت ابو بکر شبلی سے جو کچھ اختلاف تھا۔ ویسا ہی تھا جیسا کہ حضرت جنید بغدادی کو تھا۔ چنانچہ فرماتے تھے ”مجھے ان لوگون سے جو اختلاف ہے صرف اس بنا پر ہے کہ اُنھون نے اسرار الٰہی کے رموز غیر مستحقین اور نااہلون پر فاش کر دیے۔ ورنہ جانتا ہون کہ وہ مقتدائے قوم ہین۔ اور اُن کی محبت کو مین قربت الٰہی کا ذریعہ قرار دیتا ہون ؎“۔

؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۴۸۸۔ ؎ نفحات الانس۔ ۱۷۰۔

؎ طبقات الکبرے۔ ۱۳۴۔

علیٰ ہذا القیاس شیخ ابو الحسن صوفی قوشنجی[ع] اور شیخ ابو بکر شبلی مین بھی اختلاف ہوگیا تھا[ع]۔ بلکہ بالمشافہہ بحث بھی ہوئی[ع]۔ مگر یہ اختلافات اُسی قسم کے تھے جیسے کہ بعض فقہا کو دیگر فقہا سے ہوا کرتے ہین۔ جن مین کسی قسم کا شر نہین ہوتا۔ اور جن کی نسبت یہ مقولہ مشہور ہے کہ "اختلاف العلماء رحمۃ"۔

اسی قسم کا اختلاف اُس عہد کے ایک شیخ ابو الحسن مثنی[ل] کو بھی شیخ ابو بکر شبلی[لع] سے رہا تھا۔ جنھون نے اپنے شباب کے زمانے مین حضرت شبلی کو دیکھا تھا۔ اور آپ کے حلقۂ درس کے قریب کھڑے ہو کے روحانی تعلیم و تعلّم کی کیفیت ملاحظہ کی تھی۔

تعلیمات کی ذیل مین ہم بیان کر آئے ہین کہ اُس عہد کے امام قرأت شیخ ابو بکر احمد بن موسی مقری نے حضرت شبلی کے اِس دعوے پر کہ علم کبھی مُنجر بہ فساد بھی ہو جاتا ہے اعتراض کیا تھا۔ جس کا شبلی نے آیات قرآنی سے ایسا نمایان ثبوت دیا کہ سوا خاموش ہو جانے کے کچھ بنائے نہ بنی[ص]۔

اور سچ یہ ہے کہ اپنے روحانی جذبات کے جوش مین بعض اوقات آپ علم سفینہ اور کتابت کی جو مخالفت کر بیٹھا کرتے تھے اُس نے جماعت علما کو آپ کی طرف سے ضرور بدظن کر دیا ہوگا۔ دوات کو دیکھ کے کہنا کہ "اپنی سیاہی ہٹاؤ میرے لیے اپنے دل ہی کی سیاہی بہت ہے"۔ یا یہ فرمانا کہ "جب وہ (علما) اوراق کا علم لے کے میرے سامنے آتے ہین تو مین خرقہ کے علم سے اُن کا مقابلہ کرتا ہون[س]"۔ علما کی دل آزاری کے لیے تھوڑی بات نہ تھی خصوص اُن دنون جبکہ حدیث کے لکھنے اور نقل کرنے کا

ع طبقات الکبریٰ مین علامہ شعرانی "قوشنجی" کی جگہ "یوسنجی" لکھتے ہین۔ ۱۴۹ ع نفحات الانس ۲۱۴۰۔
س طبقات الکبریٰ۔ ۱۴۱ للعہ نفحات الانس ۲۹۳ و ۲۹۳۔ ص نفحات الانس ۲۲۱ س تلبیس ابلیس۔

رواج ساری دُنیاے اسلام مین اعلیٰ کمال دینی تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن یہ اختلافات اُسی وقت تک تھے جب تک علما لوگون سے سُن کے بغیر دریافت کیے مخالفت شروع کر دیتے۔ اُن مین سے اگر کبھی کوئی اصل حقیقت دریافت کرنے کی طرف مائل ہوتا اور خود آپ سے مل کے تحقیق کرتا تو فوراً اختلاف سے باز آجاتا بلکہ آپ کا معتقد ہو کے واپس جاتا۔ چنانچہ ابن بشّار جو اُس زمانے کے باکمالون مین تھے ابتداءً حضرت شبلی کے اس قدر خلاف تھے کہ لوگون کو آپ سے ملنے آپ کی صحبت مین آنے جانے۔ اور آپ کی تقریر سُننے سے روکا کرتے۔ اتفاقاً ایک دن آپکے پاس آئے تاکہ آپ کے علم وفضل اور آپ کے اصول وعقائد کا امتحان کرین۔ پوچھا "کون حضرت کسی کے پاس پانچ اونٹ ہون تو اُن کی زکوٰۃ کیا دے؟" اس سوال پر حضرت ابوبکر شبلی نے سکوت کیا تو ابن بشّار نے مکرر یہی سوال کیا۔ آخر شبلی نے کہا "کہ از روے شرع واجب تو ایک بکری ہے۔ مگر ہم سے لوگون کے لیے لازم ہو کہ پانچون اونٹ زکوٰۃ مین دے دین۔" ابن بشّار نے کہا "اس مسئلے مین تھارا کوئی امام بھی ہو یا ذاتی اجتہاد ہے؟" فرمایا "ہمارا امام اِس مسئلہ مین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین جنھون نے اپنا سارا مال خدا کی راہ مین دے دیا تھا۔ اور جب آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ "اپنے عیال کے لیے کیا رکھا ہے؟" تو کہا "اللہ اور اُس کے رسول کو" یہ مُسکت جواب سُن کے ابن بشّار بے کچھ کہے سُنے چُپکے اپنے گھر واپس گئے۔ اور پھر کبھی کسی کو حضرت شبلی کے پاس آنے سے نہین روکا۔[ع۵]

بہر تقدیر حضرت شبلی سے اگرچہ بہت کچھ اختلاف کیا گیا۔ اور آپ کو مختلف صحبتون

ع۵ طبقات الکبریٰ۔ ۱۴۳۔

اور جماعتون مین الزام دے گئے مگر آپ کے اصول توحید اور جذبات الٰہی پر کوئی مخالفت نہین غالب آسکی ۔ اور آخر عمر تک آپ اُن رموز وحدت اور اسرار معرفت کے حامل اور مبلغ رہے جو حضرت جنید بغدادی کی معرفت آپ کو اسلاف کرام سے پہونچے تھے ۔ اور آپ کے ذریعے سے ہمارے عہد کے پاک باطن صوفیون تک پہونچے ہین ۔

فیض یابان صحبت معاصر اور مُرید

جو روحانی فیض حضرت جنید بغدادی سے دُنیائے اسلام کو پہونچا جس کی اشاعت آج تک جاری ہے اور خدا نے چاہا تو رہتی دُنیا تک باقی رہے گی اُس کے سلسلہ کی ایک طلائی کڑی چونکہ حضرت شبلی بھی واقع ہوئے ہین لہذا دیگر بزرگان سلف کی طرح آپ کا فیض بھی آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا ۔ اگر چشم بصیرت سے دیکھیے تو تمام اسلامی خانقاہون کے چراغون مین حضرت ابوبکر شبلی کے سینے کا نور بھی چمکتا نظر آئے گا ۔ اسی طرح حقیقت شناسی کے کان موجودہ صوفیۂ صافی طینت کی ہُوحق مین اکثر اوقات شیخ شبلی کا نعرۂ مستانہ بھی سُن لیا کرتے ہون گے ۔

فیض یابون کی وہ جماعت در کنار جیسے بواسطہ یا بعد کے زمانون مین آپ سے فیض روحانی پہونچا ہم اُن خوش نصیب اور بابرکت بزرگون کا بھی شمار نہین بتا سکتے جنھون نے اپنی آنکھ سے آپ کا جمال جہان آرا دیکھا اور آپ کے نورانی سینے کی شمع معرفت سے اپنے باطن کی شمعین روشن کین ۔ ہان اُن مین سے اُن چند مخصوص لوگون کی فہرست پیش کرتے ہین جن کے نام ہمین علمائے سیر سے معلوم ہوئے ہین یا جن کے مبارک نام آپ کے حالات کے سلسلے مین آگئے ہین ۔

اِن مین دو قسم کے لوگ ہین۔ ایک تو وہ جو آپ کے معاصر تھے۔ آپ کی طرح وہ بھی اُس دور مین مقبول و مستند خیال کیے جاتے تھے۔ اور علوم باطن کی خدمت بجا لا رہے تھے۔ اور اِن کے ساتھ اُنھین آپ سے ملنے دیکھنے یا کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اور دوسرے وہ بزرگ جو آپ کے مرید تھے آپ کی صحبت فیض مین شریک ہوئے تھے۔ اور آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو کے مرجع عالم اور رہنمائے خلق قرار پائے تھے۔

اول الذکر قسم کے لوگون مین مندرجۂ ذیل حضرات ہین:۔

ابو بکر احمد بن موسی بن عباس بن مجاہد مقری۔ علم قرأت کے مستند عالم تھے اور شیخ قرأت مانے جاتے تھے۔ ساتون قرأتون سے واقف ہی نہین مصنف بھی تھے ۲۴۵ھ مین پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر شبلی سے ملے اور چونکہ شبلی علم سے ضرر بھی پہونچنے کے قائل تھے لہذا اعتراضاً کہا "علم سے فساد کہان؟" اِس کے جواب مین حضرت شبلی نے ایسی حیرت انگیز گفتگو کی کہ عش عش کر گئے۔ ۳۲۴ھ مین سفر آخرت کیا۔[۱]

ابو علی ثقفی حضرت ابو بکر شبلی کے معاصر اور آپ کے ہم پایہ مشائخ زمانہ مین شمار کیے جاتے تھے۔ اِن کا قیام خراسان کے مستقر شہر نیشاپور مین تھا۔ حضرت شبلی نے اپنے ایک شاگرد کو جاسوسون کی طرح خفیہ بھیج کے اِن کے ایک سال کے حالات و کیفیات اور نیز اِن کے کلمات و مواعظ منگوائے تھے۔ اور پھر اُن کو ملاحظہ فرما کے رائے دی تھی کہ اس شخص کی صبح کی باتین تو علم حقائق مین معجزات ہین مگر رات کا کلام ردی اور فاسد ہے۔ اور پھر اس کے سبب کا بھی پتہ لگا لیا تھا۔ شیخ ابو علی نے ۹۰ برس

---

[۱] طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ص ۱۰۳۔

کی عمر پائی۔ اور شب جمعہ ۲۳۔ جمادی الاول سنہ ۳۲۶ھ کو رہ نورد عالم بالا ہوئے۔[ع۲]

جعفر خزار حضرت جنید بغدادی کے اصحاب و تلامذہ مین شمار کیے جاتے حضرت ابو بکر شبلی کے معاصر مشائخ مین تھے۔ شبلی کی زبان سے اکثر ان کی ثنا و صفت سُنی جاتی۔ کیونکہ وہ اِن کے کمال باطنی کے نہایت ہی معترف تھے۔ نبدار بن حسین جو اُس عہد کے صاحب باطن مشائخ مین تھے اِن کو خود ابو بکر شبلی سے افضل اور زیادہ عالی مرتبہ بتایا کرتے سنہ ۳۱۱ھ مین دُنیائے دنی کو چھوڑ کے عالم باقی اختیار کیا۔[ع۳]

ابوالحسن بن احمد بن سہل بوسنجی۔ بعض کتابون مین بوسنجی کی جگہ قوشجی ہے۔ حضرت شبلی کے معاصرین و اقران مین تھے۔ اور عقیدت کیشونکی ایک بڑی جماعت اُن کے فیض صحبت سے برکت حاصل کیا کرتی تھی۔ خراسان کے ایک جویائے حقیقت جوان تھے۔ ابو عثمان سے ملے۔ عراق مین جا کے عطاء حریری سے فیض حاصل کیا۔ شام مین جا کے طاہر مقدسی اور ابو عمرو دمشقی کے ایسے علمائے باطن کی صحبت مین شریک ہوئے۔ بعض مسائل تصوف مین اُنھین حضرت شبلی سے اختلاف تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ سنہ ۳۴۸ھ مین دُنیا کو رخصت کیا۔[ع۴]

ابو بکر عبد اللہ بن طاہر ابہری حضرت شبلی کے معاصر اور اقران مین تھے۔ بڑے پائے کے لوگون مین تھے۔ یوسف بن حسین رازی اور ابو محمد قریسینی کی سراپا فیض صحبتون سے برکت حاصل کی تھی۔ سنہ ۳۳۰ھ مین رہ نورد عالم بالا ہوئے۔[ع۵]

ابو بکر تر دانیا ارموی حضرت ابو بکر شبلی کے ہم پایہ معاصرون اور مستند مشائخ عصر

ع۲ طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۰۳-۲۔ ع۳ نفحات الانس - ۲۲۵ - ع۴ طبقات الکبری ۱۳۲۔

ع۵ طبقات الکبریٰ - ۱۳۲۔

مین تھے تصوف مین وہ ایک جُداگانہ اور خاص طریقے پر چلتے تھے۔ اِن کو عام مشائخ عراق اور خاصتہً حضرت ابوبکر شبلی سے بعض امور مین اختلاف تھا جس کی وجہ سے مشائخ عراق اُن کے خلاف ہو گئے تھے[۸]۔

ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم مالک۔ بندار کے شاگرد اور مرید تھے۔ مگر شبلی کی زیارت سے شرفیاب ہوئے تھے۔ کچھ اوپر سو برس کی عمر پائی[۹]۔ مگر یہ نہین معلوم ہو سکا کہ کس سال انتقال ہوا۔

دوسری قسم کے لوگون مین سب سے پہلے ہم آپ کے فرزند کا نام لیتے ہین۔ اور اُن کے بعد دیگر بزرگون کی طرف توجہ کرین گے۔ جن کا سلسلہ حسب ذیل ہے:۔

یونس بن ابی بکر شبلی۔ یہ حضرت شیخ شبلی کے صاحبزادے تھے۔ جن سے آپ کی یہ خلوت کی کیفیت ہمین معلوم ہوئی کہ رات بھر کوٹھے پر کھڑے رہے۔ اور صبح کو شکایت کی کہ سوا ایک مُرغ کے رات کو مجھے کوئی اللہ کا یاد کرنے والا نظر آیا[۱۰]۔ یونس کے حالات ہمین اور کہین نہین مل سکے۔ لہذا نہ ہم آپ کا کوئی واقعہ بیان کر سکتے ہین۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہین کہ آپ کا کس سنہ مین انتقال ہوا۔

ابوبکر طمستانی۔ اِن کا اصلی وطن ارض فارس تھی۔ ابراہیم دباغ شیرازی اور جناب شیخ شبلی کی صحبتون سے فائدہ اُٹھا کے اِس اعلیٰ مرتبۂ کمال پر پہونچ گئے کہ بلند پایہ مشائخ زمانہ مین شمار کیے جاتے اور خود حضرت شیخ شبلی عزت کرتے تھے۔ سنہ ۳۴۰ھ مین سفر آخرت کیا[۱۱]۔

---

[۸] نفحات الانس ۱۸۰۔ [۹] نفحات الانس ۲۴۹۔ [۱۰] تلبیس ابلیس۔

[۱۱] نفحات الانس ۱۴۵۔

حسین بن محمود بن موسیٰ اسلمی - اعلیٰ درجے کے مشائخ مین تھے حضرت شبلی کو دیکھا تھا اور آپکے دیدار سے برکت حاصل کی تھی - سنہ ٣٤٠ھ کے بعد جادہ پیمائے آخرت ہوئے [ع]-

جعفر بن محمد بن نصیر نگران خُلدی خواص دینوری - وطن دینور تھا - مگر بغداد مین رہ کے حضرت شبلی کی خدمت کرتے اور اُن کی صحبت سے فیض اُٹھاتے تھے - شبلی کے آخر عہد مین اُن سے اِس قدر تعلقات بڑھے ہوئے تھے کہ مرض موت مین زیادہ تر خدمات یہی بجا لائے - اِنھین نے اُنھین آخری وضوء کرایا - اور اُس اثنا مین زبان بند ہو گئی تو شبلی نے اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے کے خود ہی ڈاڑھی مین مسح کر لیا - اُنھین پر اُنھون نے یہ راز بھی ظاہر فرمایا کہ ایک درہم کا مظلمہ مجھ پر باقی ہے اُس کے عوض ہزارون درہم دے چکا ہون مگر اُس کا بار دل پر سے نہین ہٹتا - اور اُن کے جنازے پر اِنھین کے رونے کی آواز ہمارے کان تک آئی ہے - اُس مبارک جسم بے روح پر ہزارہا خلقت روئی ہوگی مگر اِن کا رونا روایت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے [ص] - اِنھون نے دو ہزار مشائخ کے دربار فیض سے برکت حاصل کی تھی - اور ٣٤٨ھ مین آغوش لحد کے سپرو کیے گئے [ض]-

ابو الحسن بندار بن حسین بن محمد بن مہلب شیرازی - اصول دین کے عالم اور محدث تھے - اور شبلی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے - یون تو حضرت شبلی کے کمالات باطنی سے ہزارہا آدمیون نے فیض پایا ہوگا - مگر اِن کو اُن سب مین ایسا امتیاز حاصل تھا کہ خود مرشد یعنی حضرت شبلی اپنے اِس جویائے حقیقت مرید کی تعظیم کیا کرتے تھے - ابو عبد اللہ خفیف جو ایک بڑے عالی مرتبہ صوفی گزرے ہین -

---

[ع] نفحات الانس - ٢٠٧ - [ص] طبقات الکبریٰ - ١٢٣ و رسالۂ قشیریہ - ١٨١ - [ض] نفحات الانس - ٢١٣ -

وہ انھین کے مرید تھے[عہ]۔ علوم ظاہر اور خاصۃً علم کلام مین ان کے تبحر کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ امام المتکلمین و رأس المتشرعین حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رح کے شاگرد تھے۔ شیخ ابوالحسن اشعری کو جو شہرت و ناموری حاصل ہے محتاج بیان نہین آپ اُنکی خدمت مین بحیثیت شاگرد نہین بلکہ خادم کی طرح رہتے تھے[ععہ]۔ پھر کمال روحانی حاصل کرنے لیے حضرت شبلی کی طرف رجوع کیا۔ اور آپ کی سراپا فیض صحبت سے شرف یاب ہوئے۔ یہ بھی اُن چند خوش نصیب عقیدت کیشون مین تھے جن کی حضرت شبلی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ اور بے شک یہ بزرگ اس کے مستحق تھے۔ کیونکہ شیخ ابوالحسن اشعری رح کے مخصوصین مین تھے ۳۵۳ھ مین وفات پائی[للعہ]۔

ابوسہیل محمد بن سلیمان بن ہارون بن عیسی بن ابراہیم بن بشر حنفی صعلوکی ائمۂ تصوف مرتعش ابوعلی ثقفی وغیرہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا حضرت ابوبکر شبلی سے بہت زیادہ فیض یاب ہوئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اپنے زمانۂ قیام بغداد مین میرا کوئی ہفتہ حضرت شبلی کی خدمت مین حاضر ہونے سے خالی نہ جاتا تھا۔ کبھی مین کچھ پوچھتا اور کبھی خالی بیٹھ کے چلا آتا۔ ایک دن شیخ شبلی ابواسحق مروزی سے ملنے کو گئے۔ اتفاقاً وہان مین بھی بیٹھا ہوا تھا جب مجھے دیکھ کے اُن سے کہا "کیا یہ مجنون تمھارے لوگون مین ہے؟ ہرگز نہین یہ تو ہمارے لوگون مین ہے[صہ]"۔ ابوسہیل کا علم و فضل اس قدر مسلم تھا کہ دوست دشمن سب مانتے اور تعظیم کرتے تھے۔ بعد جا کے نیشاپور مین سکونت اختیار کی جہان منگل کے دن ۱۵ ذی قعدہ ۳۶۹ھ کو آغوش لحد کے سپرد کیے گئے[ہ]۔

عہ نفحات الانس ۲۱۵۔ ععہ طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۹۰۔

للعہ نفحات الانس ۲۱۵۔ صہ طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۶۲۔ ہ نفحات الانس ۲۸۷۔

ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی خراسان کے محترم شیوخ مین تھے۔ شیخ ابوبکر شبلی اور نیز ابوعلی رودباری اور مرتعش کے ایسے صاحب کمال صوفیہ اور علمائے الٰہی کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا حضرت شبلی کی وفات کے بتیس برس بعد ۳۶۶ھ مین وطن مالوف نیشاپور کو خیرباد کہہ کے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور ہجرت کرکے وہین اقامت گزین ہوگئے[عہ]۔ اُنھین سیدالطائفہ جنید بغدادی کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوا تھا۔ جادہ پیمائے طریقت ہونے کے علاوہ علوم ظاہر کے بھی مستند عالم تھے۔ علم حدیث مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور کثرت سے روایت حدیث کیا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ علم حدیث مین اس قدر توغل تھا۔ اور عالی مرتبہ محدث تسلیم کیے جاتے تھے اُنھین سماع اور رجال وقال کی صحبتون سے خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر اُن سے اور ابوعمرو بن نجید سے بحث ہوگئی[عہ]۔ جس کا ہم اس سے پیشتر تذکرہ کرچکے ہین۔ خراسان کے مشہور شہر نیشاپور مین پیدا ہوئے۔ اور وہین نشو ونما ہوا۔ اور ۳۶۷ھ مین خاص مکہ معظمہ مین وصال ہوا[عہ]۔ مگر علامہ قشیری کی روایت زیادہ مستند ہی جو فرماتے ہین کہ ۳۶۹ھ مین وصال ہوا[للعہ]۔ اور اُسی مقدس زمین مین آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حمدون الفرا۔ نفحات الانس مین مولانا جامی نے اِن بزرگ کی کنیت بجائے ابوعبداللہ کے ابوبکر بتائی ہے۔ خراسان ونیشاپور کے عالی مرتبہ بزرگان دین اور مسلم الثبوت اولیاء اللہ مین تھے۔ ابوعلی ثقفی۔ عبداللہ بن منازل ابوبکر بن طاہر۔ اور حضرت ابوبکر شبلی وغیرہ مقبول ومرجع عالم مشائخ کے چمنستان معار...

عہ رسالہ قشیریہ ۔ ۲۹ ۔ عہ عوارف المعارف ۳۹ ۔ عہ نفحات الانس ۱۰۱ ۔ للعہ رسالہ قشیریہ ۔ ۲۹

سے گلچینی کی تھی - اور اس رتبہ کو پہونچ گئے تھے کہ یکتائے عصر تصور کیے جاتے[٩٩]۔
سنہ ٣٣٣ھ میں دُنیائے ناپائدار سے رخصت ہو کے رہ نوردِ عالم آخرت ہوئے[١٠٠]۔

ابو الحسن علی بن ابراہیم حصری - اِن کا خاندان بصرہ کا تھا - مگر بغداد میں اقامت اختیار کر لی تھی - شبلی کے خاص شاگرد اور مرید تھے - اور اُنھیں کے ذریعے سے حضرت ابو بکر شبلی کا سلسلۂ فیض جاری ہوا - یہ جب پہلے پہل مرید ہوئے ہیں تو معمول تھا کہ ہر جمعہ کو جناب شبلی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے - اور مرشد کی تاکید تھی کہ اِس درمیان میں یعنی جمعہ سے جمعہ تک خدا کے سوا کسی اور کا خیال بھی تمھارے دل میں گزر جائے تو تمھیں میرے پاس آنا حرام ہے - آخر جب علوم باطن میں ترقی کی تو اس درجے کو پہونچ گئے کہ لوگ کہتے ہیں عجیب حالت تھی اور عجیب گفتگو اور سارے عراق کے شیخ سمجھے جاتے تھے - حضرت شبلی سے اگرچہ ہزارہا خلقت فیض یاب ہوئی مگر اور سب کو صرف باتیں سُننا نصیب ہوئی تھیں - اِنھیں خاص طور پر شاگردی کا خلعت عطا ہوا - شبلی ان کی بہت قدر کیا کرتے تھے - اور کبھی کبھی وفورِ محبت سے فرما دیا کرتے "جیسا میں دیوانہ ہوں ویسے ہی تم بھی ہو" یہی اُن کے علم و فضل کے وارث ہوئے - اور اُن کی جگہ سجادہ نشین ہوئے - فقہ حنبلیہ کے پیرو تھے - اور جمعہ کے دن ماہ ذی الحجہ سنہ ٣٧١ھ میں سفر آخرت کیا[١٠١]۔

ابو عبد اللہ بن ابی ذُہل یہ ایک خراسان کے صاحب دل اور صاحب ہمت بزرگ تھے - کمال رُوحانی کے ساتھ عالم و ثقہ تھے اور روایت حدیث کیا کرتے تھے چار سال تک حضرت شبلی کی خدمت کی - مگر ادب و تعظیم کا اِس درجہ لحاظ تھا کہ اُنھوں نے اپنی زبان سے کبھی کوئی سوال

٩٩ طبقات الکبریٰ - ١٣٦ ١٠٠ نفحات الانس - ٨٥ ١٠١ طبقات الکبریٰ - ١٣٥ - ١٤٣ ١٠٢ نفحات الانس - ١٢٠ -

نہین کیا۔ اور لوگون کے پوچھنے پر حضرت شیخ جو جواب دیتے اُسی سے یہ بھی فیض و برکت حاصل کرتے۔ اِنھون نے بہت سامان بھی حضرت شبلی کی نذر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے شیخ شبلی اِن کو "جوادِ خراسان" کہا کرتے تھے[۱]۔ بے سمجھے حال آنے پر جو اعتراض ہوتا ہے اُس کا شافی جواب جو کسی کے پوچھنے پر حضرت شبلی کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوا تھا وہ ہمین انھین کی عنایت و روایت سے معلوم ہوا۔ ۲۱ صفر ۳۴۳ھ کو ابو عبداللہ بن ابی ذہل نے سفر آخرت کیا[۲]۔

ابو الحسین محمد بن احمد بن اسمٰعیل بن سمعون جو عموماً "ابن سمعون" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت ابو بکر شبلی کے زمانے مین ان کا بچپن تھا۔ ایک دن ایک پُر تکلف بانکی ٹوپی پہنے ہوئے بغداد کی جامع مسجد مین گئے۔ حضرت شبلی اپنے معتقدین کے حلقے مین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ پاس سے ہو کے گذرے مگر جناب شیخ کو سلام نہین کیا۔ شبلی نے ان کی پشت دیکھ کے اپنے خادم ابو بکر اصفہانی سے فرمایا "جانتے بھی ہو کہ اس بچے مین خدا کے کیسے کیسے ذخیرے جمع ہین۔" یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور ان کا علم و فضل اِس درجے کو پہونچ گیا کہ "الناطق بالحکمۃ" کے محترم لقب سے مشہور ہوئے۔ سنہ ۳۸۷ھ مین سفر آخرت کیا[۳]۔

وزیر علی بن عیسیٰ۔ المقتدر باللہ عباسی نے اِس قابل و نیک مشرب شخص کو ۳۰۱ھ مین دمشق سے بُلوا کے خلعت وزارت سے سرفراز کیا تھا۔ مگر چند ہی روز بعد ۳۱۶ھ مین جب اُس نے خلافت کا رنگ بگڑا دیکھا تو استعفا دے دیا۔ کیونکہ اول تو پہلے ہی سے خلیفہ کے خادمون اور حرم کی عورتون خاصۃً امیر المومنین کی والدۂ محترمہ کے

[۱] نفحات الانس ۲۱۸ و [۲] طبقات الشافعیہ جلد دوم ۱۲۲ [۳] نفحات الانس ۳۲۱۔

مصارف حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے اُس پر طرہ یہ ہوا کہ فوج انبار سے واپس آئی۔ تو اُس کی سالانہ تنخواہ مین دو لاکھ چالیس ہزار اشرفیون کی رقم اور اضافہ کر دی گئی۔ خلیفہ کی اِس ناعاقبت اندیشی پر وزیر علی بن عیسیٰ نے استیعفا دیا تو خلیفۂ المقتدر باللہ نے کہا مین تو آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہون۔ پھر آپ کیون علیٰحدہ ہوئے جاتے ہین؟ علی بن عیسیٰ نے اپنی ضعیفی و ناتوانی کا عذر کر کے پھر اصرار کیا تو استیعفا منظور ہوا اور خدمت سے الگ ہوتے ہی وہ اور اُس کا بھائی عبدالرحمن بن علی گرفتار کر لیے گئے۔ وزیر علی بن عیسیٰ کی نیک نفسی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی کی بیماری کا حال سُنا تو خاص شاہی طبیب کو جو عیسائی تھا بحکم خلافت اُن کے علاج پر مامور کیا اور وہ اُن کی تلقین سے مسلمان ہو گیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔

ابوالحسن مثنّی حضرت شبلی کی صحبت فیض سے شرف یاب ہوئے تھے۔ اور بعد کے زمانے مین لوگ اِن کی زبان سے شبلی کے حالات سُنا کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر اِن سے ملنے کو گئے۔ اور کسی فقیہ کے یاد دلانے پر شبلی کے چشم دید حالات سُننے کے مشتاق ہوئے۔ اِنھون نے بے ادبی خیال کر کے پہلے تو جناب رسالتمآب صلعم کا ایک واقعہ بیان کیا اور اُس کے بعد حضرت شبلی کا یہ پُراثر واقعہ بیان کیا کہ کسی نے اُن سے "وصل" کی حقیقت دریافت کی تھی جس پر شبلی نے ایسی تقریر کی کہ سب سامعین کو بیتاب کر دیا اور خود بھی غش کھا کے گر پڑے۔

ابوالعباس دامغانی۔ اِن بزرگ کے بھی زیادہ حالات نہین معلوم ہو سکے۔ صرف اِس قدر جانتے ہین کہ حضرت شبلی نے ایک مرتبہ نصیحت کی تھی کہ "خلوت

ابن اثیر۔ جلد ۸۔ صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱۔ روض الریاحین ۱۱۲۔ ۱۱۵۔ نفحات الانس ۲۹۲ و ۲۹۳۔

اختیار کرو" لوگون کے درمیان سے اپنا نام مٹا دو۔ اور دیوار کی طرف منہ پھیر کے بیٹھ جاؤ۔ یہان تک کہ موت آ پہونچے"[۱] اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس کسی نے اس نصیحت پر عمل کیا ہو (اور ہمین یقین ہے کہ ابو العباس دامغانی نے ضرور عمل کیا ہوگا) وہ کمالات روحانی مین کس درجے پر پہونچ گیا ہوگا۔

ابو عبد اللہ رازی ابتداءً حضرت شبلی کی صحبت سے فیض اُٹھاتے تھے۔ پھر شہر نیشاپور مین جا کے اقامت گزین ہو گئے۔ یہی وہ بزرگ ہین جنھین ایک صاحب کی فیاضی سے ایک صوف کا کپڑا پہننے کو مل گیا تھا۔ اُس کے بعد اُنھون نے حضرت ابوبکر شبلی کے سر پر ایک اچھی ٹوپی دیکھی۔ اور دل مین کہا یہ ٹوپی میرے کپڑے کا جوڑ ہے۔ میرے پاس ہوتی تو کیا اچھا تھا۔ حضرت شبلی ان کے دل کی حالت پہچان گئے۔ اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اور وہان ان کا صوف کا کپڑا اور اپنی ٹوپی دونون کو ایک مین لپیٹ کے آگ مین رکھ دیا[۲]۔

اُستاد ابو علی دقاق۔ نامی گرامی صاحب دل تھے حضرت شبلی کے مرید ابو القاسم نصرآبادی کے شاگرد تھے۔ اور اُنھین کی بارگاہ معرفت کے فیض یابون مین اُن کا شمار ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہین کہ "مین نے علم تصوف کو نصرآبادی سے اُنھون نے شیخ ابوبکر شبلی سے اُنھون نے جنید بغدادی سے اُنھون نے سری سقطی سے۔ اُنھون نے معروف کرخی سے اور اُنھون نے داؤد طائی سے حاصل کیا جو تابعین یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم سے فیض اُٹھانے والون مین تھے"[۳] اُنھین سے مروی ہے کہ شبلی شب بیداری کے لیے آنکھون مین نمک کا سُرمہ لگایا کرتے تھے[۴]

---

[۱] رسالۂ قشیریہ - ۲۷۔ [۲] رسالۂ قشیریہ - ۱۳۹۔ [۳] رسالۂ قشیریہ - ۱۵۰۔ [۴] رسالۂ قشیریہ - ۲۳۔

عبدالرحمٰن خراسانی۔ جن خراسانی لوگون کو بغداد مین حضرت شبلی کی صحبت نصیب ہوئی اور اُن سے فیض پہونچا اُن مین یہ بھی تھے۔ اُنھین کا بیان ہے کہ کسی نے حضرت شبلی کے دروازے پر دستک دی۔ ننگے سر اور ننگے پاؤن نکل آے۔ اُس نے اِن کا نام لے کے پوچھا "وہ کہان ہین؟" کہا "وہ کافر، خدا اُس پر رحم نہ کرے۔" ایک دفعہ شبلی جو شمین آ کے خود اِن سے پوچھ بیٹھے تھے کہ "شبلی کے سوا کسی اور کو بھی کبھی اللہ کہتے دیکھا ہے؟" اِنھون نے بے تکلفی سے کہا "شبلی کو تو کبھی بھی اللہ کہتے نہین سُنا۔" اِس جواب نے ایسا اثر کیا کہ شبلی غش کھا کے گر پڑے[عہ]۔

شیخ احمد استرآبادی حضرت شبلی کی صحبت کا فخر حاصل کیا تھا۔ اور خراسان کے شیخ باطن تسلیم کیے جاتے تھے۔ ایک دن شبلی نے اپنے ہاتھ سے اِن کی شارب کھول دی تھی یعنی لبین کتر دی تھین۔ اِس کو اپنے لیے اتنا بڑا سرمایۂ برکت خیال کیا کہ پھر کسی کو موچھون مین ہاتھ نہین لگانے دیا[عہ]۔ یہ ایک عجیب حیرت انگیز اور حد شرع سے گزرا ہوا واقعہ ہے۔ مگر فقرا اور صاحب باطن لوگون سے کبھی کبھی ایسی بے اعتدالیان ضرور ہو جایا کی ہین۔ جو اُن کے سچے جوش اور نیت خیر کی وجہ سے امید ہے کہ اللہ جل شانہ کی درگاہ مین قابل معافی ہون گی۔

ابو مقاتل احمد بن مقاتل عکّی۔ حضرت شبلی کی صحبت فیض سے اکثر برکت حاصل کیا کرتے۔ اِنھین نے اُن کو مونچھ سے بھوؤن کے بال اُکھاڑتے دیکھ کے سوال کیا تھا۔ اور یہی ایک مرتبہ صف مین شبلی کے برابر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام کو آیۂ کریمہ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ سُن کے وہ بے اختیار ہو گئے[ہ]۔ اِس سے

عہ نفحات الانس۔ ۱۷۶۔ عہ نفحات الانس۔ ۲۹۳۔ عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۴۴۔ ۲۰۲۔

زیادہ اِن بزرگ کے حالات نہین معلوم ہو سکے۔

ابوالحسین مروالرودی۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ اور بغداد مین صحبت شبلی سے فیض اُٹھاتے تھے۔ اِنھین نے پوچھا تھا کہ "اکرم الاکرمین (سب فیاضون سے بڑا فیاض) کون ہے؟" فرمایا "وہ جس نے کسی خطا پر ایک شخص کو معاف کر دیا تو پھر اُس گناہ کی وجہ سے کسی پر عذاب نہ کرے گا"[ع]

ابوبکر صیدلانی۔ یہ بھی خاک فارس سے ظاہر ہوئے۔ اور عراق و بغداد مین آ کے حضرت شبلی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جناب شیخ شبلی ان کی بھی تعظیم و تکریم کیا کرتے۔ مگر آپ کے بعد واپس جا کے نیشاپور مین اقامت گزین ہو گئے تھے۔ جہان انتقال کیا۔ اور آغوش لحد کے سپرد کیے گئے[عہ]

ابومحمد ہروی۔ حضرت شبلی کے انتقال کے وقت یہ اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ چنانچہ شب وصال کو رات بھر موجود رہے۔ اور کہتے ہین کہ شبلی کا ساری رات یہ عالم تھا کہ بار بار دو شعر پڑھتے[سہ] جو وفات کے حالات مین بیان کیے جائین گے۔

بکیر دینوری آپ کے مرید اور آپ کے خادم تھے۔ مرض موت مین آپ کے پاس حاضر تھے۔ اُنھین سے آپ کے انتقال کے چند حالات مروی ہین[للعہ] اِن کا سنہ وفات ہمین نہین معلوم ہو سکا۔

ابوبکر اصفہانی۔ ان کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضرت ابوبکر شبلی کے خادم تھے[صہ] اِس کے سوا اِن کا اور کچھ حال نہین معلوم ہو سکا۔

عہ نفحات الانس ۲۰۲۔ عہ نفحات الانس ۔ ۱۷۹۔ سہ رسالۂ قشیریہ ۔ ۱۷۹۔

للعہ روض الریاحین ۔ ۱۹۰۔ و نفحات الانس ۔ ۱۷۷۔ صہ نفحات الانس ۔ ۲۲۱۔

فاطمۂ نیشاپوزیہ۔ یہ خاتون بھی حضرت شبلی کے فیض روحانی سے بہرہ یاب ہوئی تھی۔ اور غالبًا آپ کی خادمہ تھی۔ جب حسین بن منصور حلاج کی نسبت علما نے قتل کا فتویٰ دیا ہے اور اُن کی نسبت لوگون مین طرح طرح کے خیالات مشہور ہوئے ہین تو حضرت ابوبکر شبلی نے اِس خاتون کی معرفت اُن سے چند سوالات کے جواب طلب کیے تھے ؎۔

اِن بزرگون کے علاوہ چند اور محترم نام بھی ہین جن کے مختصر حالات بھی ہمین نہین معلوم ہوسکے۔ مگر آپ کی صحبت فیض مین کہین نہ کہین ضرور نظر آگئے ہین۔ مناسب ہوگا کہ اُن کے قابل قدر نامون سے بھی ہم ناظرین کو محروم نہ رکھین۔ لہذا اُن کی مختصر فہرست بھی پیش کیے دیتے ہین (۱) احمد بن محمد بن زید جنھین آپ نے عارف کی شان بتائی تھی۔ (۲) محمد بن محمد بن عبدالوہاب جن کے سامنے آپنے فرمایا کہ معرفت کیا چیز ہے۔ (۳) منصور بن عبداللہ جن کو آپ سے معلوم ہوا کہ شان محبت کیا ہے۔ (۴) ابو علی مغازلی جنھون نے اپنے اوپر آیات قرآنی کے اثر دن کو حضرت شبلی کے سامنے بیان کرکے جواب شافی پایا۔ (۵) عبداللہ بن علی جن سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ سماع نے شبلی پر کیا اثر کیا تھا۔ (۶) ابو عمران جو علماے زمانہ مین تھے شبلی کے حلقۂ فیض کے برابر جامع بغداد مین بیٹھ کے درس دیا کرتے تھے اور جو ایک مسئلۂ فقہی مین حضرت شبلی کی تحقیقات سُن کے حیران ہوگئے تھے۔ (۷) ابوبکر رازی جن سے روایت ہے کہ شبلی نے علما کے علم کو باعث فساد بھی خیال کیا۔ (۸) ابوالحسن تمیمی جنھون نے ایکبار حضرت شبلی کو مستانہ وار چند اشعار پڑھتے سُنا۔ (۹) طاہر ختمی اِن سے بھی شبلی کی شعرخوانی

؎ لٹریری ہسٹری آف پرشیا مصنفہ براؤن۔ جلد اول صفحہ ۴۴۲۔

مروی ہے۔ (۱۰) ابن بشار جو لوگون کو شبلی کی صحبت مین آنے سے روکتے تھے اور پھر ایک مرتبہ مل کے ایسے معتقد ہوئے کہ اِس سے باز آگئے۔ (۱۱) حسین بن منصور حلاج جو علما کے حکم سے قتل ہوئے۔ اور جن کا مختصر حال حضرت جنید کی سیرۃ مین لکھا جاچکا ہے۔ (۱۲) شیخ ابو زرعہ رازی۔ (۱۳) شیخ ابو نصر قبانی (۱۴) حسین بن احمد اصفار جن کے ہاتھ مین دوات دیکھ کے شبلی نے فرمایا تھا کہ اپنی سیاہی ہٹاؤ۔

اِن کے سوا اور خدا جانے کتنے گران پایہ معاصر اور فیض یابان صحبت ہون گے جن کے نام ہم نہین جانتے۔ مگر اِس فہرست کے خاتمہ پر ہم فاتحہ اور دُعائے مغفرت مین اُنھین بھی شریک کرکے درگاہ رب العزت مین عرض کرتے ہین کہ "خداوندا اپنے فضل و کرم سے تو اُن سب کی مغفرت کر۔ اور ہمین اُن کے نقش قدم پر چلا"۔

وفات

مومن کی وفات کیا۔ ایک قیدی تھا جو قید خانہ سے چھوٹا اور آزمائش گاہ دُنیا کے آلام و مصائب سے اُسے نجات مل گئی۔ خصوص اُس مومنِ پاک طینت کی وفات جو "موتوا قبل ان تموتوا" کے سچے اصول پر عمل کرکے اپنی ہستی پہلے ہی مٹا چکا ہو۔ اور توحید کی دُھن مین فنا ہو کے ایسا مٹ گیا ہو کہ اُسے اپنی زندگی و موت کا امتیاز ہی نہ باقی رہا ہو۔ مگر لوگون کو یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ولیِ کامل اور مست جام الست کی موت کیسی ہوا کرتی ہے۔

شیخ ابو بکر شبلی کی موت جو اُن کی نظر مین نہین صرف ہمارے خیال مین موت ہے۔ نہایت ہی اطمینان و سکون کی موت تھی۔ وصال کا زمانہ قریب آیا تو بار بار

زبان مبارک سے یہ کلمات نکل جاتے کہ "بہت سے مقامات ہین کہ اگر وہان مین مرون تو لوگون کے لیے ایک عذاب و مصیبت ہو جاؤن" جس دن سفر آخرت کیا ہے اُس سے پہلی شب کو ساری رات بار بار یہ شعر زبان سے نکل جاتا تھا۔

وَجهكَ المَامُولُ حُجَّتُنَا   يومَ تَاتِى النَّاسُ بِالحُجَجِ

تیرا چہرہ جو امید گاہ ہے اُس روز ہماری حجت ہوگا جس دن سب لوگ اپنی اپنی حُجتین لے کے حاضر ہون گے۔

ابو محمد ہروی جو آپ کے با صفا عقیدت کیشون مین تھے فرماتے ہین کہ اس شب کو مین صبح تک پاس بیٹھا رہا۔ اکثر اُنھین دو شعر پڑھتے سنتا تھا جن مین دوسرا شعر تو یہی ہے اور پہلا یہ تھا کہ۔

كُلُّ بَيتٍ اَنتَ سَاكِنُهٗ   غيرُ مُحتَاجٍ اِلَى السُّرُجِ

جس گھر مین تُو رہتا ہو اُسے چراغ کی ضرورت نہین یعنی تیرا رُخِ روشن چراغ کا پورا کام دے دے گا۔

اس موقع پر آپ کی ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات کے دیکھتے قابلِ حیرت نہین۔ آپ کے خادم اور مرید بکیر کہتے ہین "حضرت ابوبکر شبلی مرض موت مین مبتلا تھے کہ اتفاقاً جمعہ کا روز آیا۔ اور مرض مین گو نہ تخفیف نظر آئی۔ بچھونے سے اُٹھے۔ اور دینداری کے جوش نے اتنی طاقت پیدا کر دی کہ مجھ پر سہارا دے کے جامع مسجد کی طرف روانہ ہوئے کہ نماز جمعہ مین شریک ہون۔ کتب فروشون کے بازار تک پہونچے تھے کہ ایک تازہ وارد شخص راستے مین ملا

؎ رسالۂ قشیریہ ۴۴۔ ؎ تذکرۃ الاولیا۔ ؎ رسالۂ قشیریہ ۱۶۹۔

جو رصافہ سے آیا ہوا تھا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "کل مجھے اِس شخص سے ایک سابقہ پڑے گا" مین نے اِس بات کا کوئی خیال بھی نہین کیا۔ اور اُنھین جامع مسجد مین لے جا کے نماز پڑہائی۔ پھر گھر مین واپس لایا۔ خدا کی قدرت اُسی رات کو اُن کا انتقال ہو گیا۔ اور کسی اچھے غسل دینے والے کی تلاش ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ بھشتیون کے محلہ مین ایک نیک نفس و پرہیزگار شخص ہے جو غسل میت دیا کرتا ہے۔ مین فوراً اُس کے لانے کو روانہ ہوا۔ اور لوگون نے مجھے اُس کے دروازہ پر لیجا کے کھڑا کر دیا۔ مین نے دروازے پر ایک ہلکی سی دستک دی اور بہ آواز بلند کہا "السلام علیکم" فوراً اندر سے یہ آواز آئی "کیا شبلی کا انتقال ہو گیا؟" مین نے کہا "ہان" یہ جواب سنتے ہی وہ باہر نکل آیا۔ اَب جو صورت دیکھتا ہون تو وہی شخص ہے جس کی طرف کل حضرت شیخ نے اشارہ کیا تھا۔ دیکھتے ہی میرے دل پر کچھ ایسی حیرت طاری ہوئی کہ بے اختیار مُنہ سے نکلا "لا الہ الا اللہ" اُس نے بھی کہا "لا الہ الا اللہ" پھر پوچھا "آپ کو حیرت کس بات پر ہے؟" مین نے کل کی ساری سرگذشت بیان کی اور پوچھا "آپ کو اُن کے انتقال کی خبر کیونکر معلوم ہو گئی؟" اُس نے کہا "عجب احمق ہو۔ آخر شبلی کو آج کے سابقے کی کیونکر اطلاع ہو گئی تھی۔؟"

جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی اور وصال کی گھڑی سر پر آ گئی تو آپ کی بیقراری بڑھی۔ وہ فنائیت جو مخلوقیت کی طرف آنے ہی نہ دیتی تھی ذرا کم ہوئی۔ کیونکہ ضرور تھا کہ آپ کو جامِ مرگ پلایا جائے اور اُس کے مزے کو آپ چکھین۔ اِس حالت مین آپ کو اپنی انسانیت اور معاصی کا خیال آیا۔ فرمایا "دو ہوائین چل رہی ہین

سلہ عوارف المعارف - ۱۹۰

ایک لُطف کی اور دوسری قہر کی۔ جس پر لُطف کا جھونکا چل گیا وہ مقصود تک پہونچ گیا۔ اور جس پر قہر کی ہوا چلی حجاب مین گرفتار ہو گیا۔ دیکھیے اب اس وقت ہوائے لُطف آتی ہے یا ہولے قہر۔ اگر ہوائے لُطف کا جھونکا آیا تو اُس کی امید پر ہر طرح کی سختیان اور ساری نامرادیان برداشت کر سکتا ہون۔ لیکن اگر کہین ہوائے قہر چل گئی تو گیا گذرا ہوا۔ اُس کی آفت کے سامنے کسی سختی اور بلا کی ہستی نہین۔[عه]

اَب نزع کا عالم طاری تھا۔ لوگون نے کہا "کہیے لا الٰہ الا اللہ" جواب مین ایک نظم پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ "سُلطان محبت رشوت نہین قبول کرتا"۔[عه] لیکن باوجود اس محویت اور دریائے توحید مین غرق ہونے کے دینداری کی حس اِس قدر صحیح تھی کہ بیمار دارون کی طرف دیکھ کے فرمایا "ایک درہم کا مظلمہ مجھ پر باقی ہے اُس کے لیے ہزارون درہم خرچ کر چکا ہون۔ مگر دل پر سے اُس کا بار نہین ہٹتا"۔[عه]

چونکہ سب کو آپ کے انتقال کا یقین ہو گیا تھا اس لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ مین شریک ہون۔ اِس امر کو آپ سمجھ گئے اور اُن لوگون کو دیکھ کے فرمایا "عبرت کی بات ہے کہ مُردون کی جماعت زندے کی نماز پڑھنے کو آئی ہے"۔[عه] حقیقت شناسون کے نزدیک یہ دُنیوی زندگی موت ہے اور اُس عالم کی ابدی زندگی حیات۔ یہ یقین آخری سانس تک آپ کے دل مین تھا۔ اور واقعی اِس جملہ کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا ہوگا۔

اَب آپ کو معلوم ہوا کہ خدا کے پاس جانے اور دربارِ رب العزت مین حاضر ہونے کا وقت آ گیا۔ جعفر بن نُصیر بکران دینوری کی طرف دیکھ کے فرمایا "مجھے وضو کراؤ"۔

عه تذکرة الاولیا - ۲۰۶، ۲۰۷ ۔ عه رسالۂ قشیریہ ۱۸۰ ۔ عه عوارف المعارف ۱۹۰ ۔ عه تذکرة الاولیا - ۲۰

اُنھون نے فوراً تعمیل ارشاد کی مگر ڈاڑھی مین خلال کرنا بھول گئے۔ لیکن اتنی دیر مین آپ کی زبان بند ہو چکی تھی جعفر کا ہاتھ پکڑ کے خود ہی خلال کرا لیا۔ اب جو دیکھا تو بالکل ہی آخری وقت تھا۔ جعفر بے اختیار رونے لگے اور ایک آہ کے ساتھ کہا "اُس شخص کا کیا کہنا جس نے مرتے دم تک آداب شریعت مین سے ایک چیز بھی نہین چھوڑی"؎

اب اِس وقت کلمۂ توحید کی تلقین کرنی چاہی اور عرض کیا کہ کہیے "لا الٰہ الا اللہ" زبان نے اتنی یاری دی کہ فرمایا "جب غیر ہی نہین تو نفی کس کی کرون؟" لوگون نے عرض کیا "حکم شریعت یونہین ہی۔ آپ کلمہ پڑھین"۔ پھر وہی پہلا جواب دیا کہ سُلطان محبت کہتا ہے مین رشوت نہ قبول کرون گا"۔ اس وقت کسی شخص نے زیادہ بلند آواز سے کہا کہیے "لا الٰہ الا اللہ" بولے "ایک مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہی"۔ ایک ذرا خموشی رہی۔ اور ایک گھڑی بعد لوگون نے پوچھا "اب مزاج کیسا ہے؟" فرمایا "محبوب سے جا ملا"۔ اور اِسی فقرے پر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔؎ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

۳۳۴ھ مین برس پورا ہونے کے ساتھ ہی آپ کی عمر بھی پوری ہو گئی۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہونے کو دو ہی دن باقی تھے کہ جمعہ کا دن آگیا۔ اِس سال کے اندر اب دوسرا جمعہ ملنے کی امید نہ تھی لہذا آپ نے جمعہ کی نماز جامع مسجد مین ادا فرمائی اپنی میت نہلانے والی کی صورت دکھائی اور دن کے ختم ہوتے ہی دُنیائے بقا و فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے بمقابل اپنے مرشد جنید بغدادی اور دیگر مشائخ زمانہ کے بہت

؎ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۸۱ ؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔

زیادہ عمر پائی۔ کیونکہ ۷۰ برس جیے۔ اور بغداد کے مقبرۂ خیزران میں دفن ہوئے۔[عہ]

لوحِ تُربت پر آپ کا نام جعفر بن یونس کندہ تھا۔[عہ] مگر اکثر عُلماے سیرۃ نے آپ کا نام دُلف بن جحدر بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں نام ہوں۔ جیسا کہ ہم ابتدا میں بیان کر چکے ہیں۔ آپ کے مزار کی نسبت ہم یہ تو نہیں بتا سکتے کہ فی الحال کس حالت میں ہے۔ اور آج کل بغداد میں قبرستان خیزران کا بھی پتہ ہی نہیں لیکن قدیم الایام میں مدت دراز تک پتہ لگتا ہے کہ لوگ زیارت کو جاتے اور روحانی فیض و برکت حاصل کرتے تھے۔[عہ]

اکثر بزرگان دین اور اہل طریقت نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ مگر وہاں بھی وہی شان جوش و خروش اور ذوق و شوق کے جذبات نظر آئے۔ چنانچہ ایک شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو اُس نے پوچھا "آپ نے آخرت کے بازار کو کیسا پایا؟" فرمایا "بالکل بے رونق۔ سوا جلے ہوئے کلیجوں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے کچھ نہیں نظر آتا۔ وجہ یہ کہ یہاں تو جلے کلیجوں پر مرہم رکھا جاتا ہے۔ اور شکستہ دل جوڑے جاتے ہیں۔ بس اس کے سوا یہاں والوں کا اور کوئی کام ہی نہیں۔"[للعہ]

ایک اور شخص نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا "منکر و نکیر سے کیونکر نبٹی؟" بولے "اُنھوں نے پوچھا تیرا خدا کون ہے؟ میں نے کہا وہ جس کے حکم سے تم نے اور تمام فرشتوں نے میرے باپ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا میں اُنھیں آدم کے

عہ ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔ عہ نفحات الانس۔ ۲۰۲۔ عہ طبقات الکبریٰ۔ ۱۴۲۔
للعہ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۸۔

صُلب مین تھا اور تمھین دیکھ رہا تھا۔ یہ جواب سُن کے وہ بولے اِس نے تو ساری نسل آدم کی طرف سے جواب دے دیا۔[۱]"

کسی اور نے دیکھا تھا۔ پوچھا "اللہ جل شانہ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟" فرمایا "اُس نے ایسی پوچھ گچھ کی کہ مین مایوس ہو گیا تھا۔ اور مجھے کوئی امیدِ نجات نہین نظر آتی تھی۔ لیکن آخر کو جب میری یاس دیکھی تو اپنے آغوشِ رحمت مین لے لیا۔[۲]"

اِسی طرح ایک اور صاحب نے آپ کو خواب مین دیکھ کے یہی سوال کیا کہ "خداوند تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" بولے باوجود اُن تمام دعوون کے جو مجھ سے ظاہر ہوا کرتے تھے اُس نے کسی بات کا مطالبہ و محاسبہ نہین کیا۔ لیکن ایک روز مین کہہ بیٹھا تھا اِس سے بڑھ کے کوئی نقصان نہ ہوگا کہ تو بہشت سے باز رہے اور دوزخ مین جائے۔ میرے اِس فقرے پر عتاب کیا۔ اور ارشاد فرمایا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگ میرے دیدار سے محروم رہین اور محجوب ہون۔[۳]"

آپ ۲۰۰ھ مین پیدا ہوئے تھے جس سال کہ خلفائے عباسیہ مین سے المتوکل علی اللہ مارا گیا اور المنتصر نے سریر خلافت پر قدم رکھا۔ اور وفات ۳۳۴ھ مین ہوئی جس سال کہ المستکفی باللہ سریر خلافت سے اُتارا گیا۔ اور المطیع للہ نے تاج خلافت پہنا۔ اِس ستاسی برسون مین خلافت نے بڑے بڑے پلٹے کھائے تھے۔ آل عباس کے بارہ ہاشمی خلیفہ تخت پر بیٹھے اور اُترے بخصوص آپ کی ولادت کے زمانے مین ایسی سُرعت سے تغیرات ہو رہے تھے کہ جب تک آپ نو برس کے ہوئے ہون چار خلیفہ تخت سے جُدا کیے جا چکے تھے۔

---

[۱] تذکرۃ الاولیا، ۲۰۷۔ [۲] رسالہ قشیریہ، ۲۴۴۔ [۳] تذکرۃ الاولیا، ۲۰۸۔

اُس کے بعد تخت و تاج خلافت کو ذرا استقلال حاصل ہوا تھا۔ مگر آپ کے آخر زمانے مین یعنی ۳۳۳ھ اور ۳۳۴ھ مین دو عباسی تاجدار تخت سے اُتارنے اور کمال بے رحمی سے اندھے کیے گئے۔ اول الذکر سال مین تو یہ ہوا کہ خلیفہ المتقی للہ کشتیون پر سوار ہو کے رقہ سے بغداد آ رہا تھا۔ سندیہ نام ایک مقام مین ٹھہر گیا اور ترکون کا امیر اعظم تورون جسے المتقی نے امیر الامرائی کا خلعت پہنایا تھا تجدید عہد کے بہانے سندیہ مین آ کے اُس سے ملا۔ جہان علم نام ایک عورت کی سازش سے اُس نے خلیفہ کی آنکھون مین سلائی پھیر دی۔ اور اُسے اندھا بنا کے المستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

تورون تو دوسرے سال یعنی ۳۳۴ھ کے شروع ہی مین مر گیا۔ لیکن اب بغداد پر معز الدولہ بن بویہ کا عمل دخل تھا جس کے آتے ہی مارے ڈر کے خود خلیفہ المستکفی چھپتا پھرتا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ وحشت کم ہوئی۔ خلیفہ معز الدولہ سے ملا۔ بیعت لی۔ اور اُسے دوست بنا لیا۔ مگر اہل بغداد پر سب سے بڑی یہ آفت نازل تھی کہ خود معز الدولہ تو خلیفہ کا مہمان ناخواندہ بنا ہوا تھا۔ اور اُس کے لشکری جبراً و قہراً رعایائے بغداد کے مہمان بنائے گئے تھے۔ جس آفت سے بغداد والون کو کبھی سابقہ نہین پڑا تھا۔ اتفاقاً اِسی زمانے مین اُسی عورت علم نے جو اب المستکفی کی نفس ناطقہ اور دربار پر چھائی ہوئی تھی ایوان خلافت مین دیلمیون اور ترکون کی ایک دعوت کی۔ اِس سے معز الدولہ کو یہ بدگمانی ہوئی کہ علم فوج والون کو میرے خلاف اُبھارنا چاہتی ہے۔ اِس کے بعد المستکفی نے استمالت کے لیے معز الدولہ کو خود ہی بلا بھیجا۔ ۲۲۔ جمادی الآخر کو وہ ایوان خلافت مین آ کے شان و تمکنت سے بیٹھا۔ حاکم خراسان

کا سفیر بھی حاضرِ دربار تھا کہ یکایک دو دیلمی نقیب غُل مچاتے ہوے آئے اور خلیفہ کے ہاتھ کی طرف بڑھے۔ المستکفی سمجھا کہ دست بوسی چاہتے ہین۔ آپ ہی اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اور اُنھون نے بجاے دست بوسی کے خلیفہ کو ہاتھ پکڑ کے تخت سے کھینچ کے نیچے گرا لیا۔ پھر اُسی کے عمامہ سے اُسکی گردن باندھی۔ اور معزالدولہ کے گھر مین پکڑے گئے۔ ساتھ ہی ایوان خلافت اِس طرح لوٹا گیا کہ کوئی ادنیٰ چیز بھی نہین باقی رہی۔ ابو احمد شیرازی جو المستکفی کا کاتب تھا وہ بھی قید کر لیا گیا۔ عَلَم کی جو محل خانہ کی داروغہ تھی زبان کاٹ لی گئی۔ اور المطیع للہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے غریب المستکفی اُس کے حوالے کر دیا گیا۔ جس نے سنگدلی سے اُسے سلائیان پھیر کے اندھا کر دیا[۱]۔

یہ واقعات ہنگامہ مصیبتین اور آفتین تھین جنھین حضرت شبلی نے وفات سے چھ مہینے پہلے دیکھا تھا۔ مگر اُن کی لَو تو خدا سے لگی ہوئی تھی اِن معاملات کا اُن پر بہت ہی کم اثر پڑا ہوگا۔ اور شاید اُنھون نے خیال بھی نہ کیا ہو کہ بغداد مین کیا ہو رہا ہے۔

یہ بھی سلطنت اور حکومت کی باتین تھین جن سے سوا معززین سلطنت کے تمام رعایا کو کم دخل ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت شبلی کی وفات کا زمانہ سلطنت ہی کے لیے نہین رعایا کے لیے بھی قیامت خیز اور سخت آفتون کا زمانہ تھا۔ کیونکہ اِس سال بغداد مین ایسا سخت قحط پڑا جیسا کہ اور کبھی نہین دیکھا گیا تھا۔ غذا کی کمی سے یہ حالت ہو گئی کہ لوگ مُردار جانورون کو کھانے لگے۔ بہت سے لوگ

[۱] ابن اثیر۔ جلد ۸۔ ۱۴۸۔

کتون اور بلیون کو پکڑ کے کھا گئے۔ بعض لوگ اس درجے تک عسرت روزگار
بے کہ خود اپنے بچون کو بھون کے کھاتے ہوئے پائے گئے۔ جب اور کچھ نہ ملا تو
لوگون نے کانٹے کھانا شروع کیے۔ جس کی وجہ سے امراض اور اورام کی شدت
ہوئی۔ اور ہر گلی کوچے مین موت کا بازار گرم ہو گیا حتّٰی کہ مُردون کو دفن کرنا
دشوار تھا۔ لاشین باہر پڑی سڑتین اور کتے اور جانور اُنھین نوچ نوچ کے کھاتے۔
آخر بہت سے لوگ بغداد چھوڑ کے بصرے کی طرف چلے۔ کہ شاید وہان اس عذاب
الٰہی سے چھٹکارا ہو۔ مگر اُن مین سے اکثر تو راستے ہی مین مر گئے۔ اور جو زندہ پہونچے
وہ بصرے پہونچکے مرے۔ جان بر کوئی نہو سکا۔ خلاصہ یہ کہ بغداد مین مکان اور
جائدادین ایک ایک ٹکیہ پر بک گئین۔[۵]

معترفین کمال

باوجود اُن شدید ترین مخالفتون بلکہ عداوتون اور آزار رسانیون کے
جن کا ذکر ہو چکا ہے آپ کے کمالات باطنی کی یہ خاص کرامت تھی کہ مخالفون
مین جس قدر جوش مخالفت بڑھتا اُس سے زیادہ زمانہ آپ کے موافق اور آپکے
فضل و کمال کا معترف ہوتا جاتا اور یہی وجہ تھی کہ ابن بشّار اور ابوبکر مقری
کے ایسے مستند اور مشہور زمانہ علما اختلاف واعتراض کرنے کے لیے آئے
اور جب آپ کی تقریر سُنی تو اپنے شکوک وشبہات سے باز آکے حلقہ بگوش عقیدت
ہو گئے۔ جامع بغداد کے اندر جن محترم فاضل کے تلامذہ نے امتحان لینے کے طریقے

---

[۵] ابن اثیر۔ جلد ۸۔ ۱۵۳ و ۱۵۴۔

سے فقہی مسئلہ پوچھا تھا وہی آپ کی وسیع معلومات اور آپ کا تبحر علمی دیکھ کے اس درجہ عش عش کر گئے کہ اُلٹے معذرت خواہ ہوئے۔ اور اقرار کر لیا کہ آپ کی تقریر سے ہمین وہ باتین معلوم ہو گئین جو نہین معلوم تھین۔

وہی سلطنت جس نے مشائخ صوفیہ کو مجرم قرار دیا تھا حضرت جنید بغدادی جس کے خوف سے بظاہر فقیہ اور باطن مین شیخ باطن بنے رہتے تھے جس نے نوری کو پابزنجیر کیا جس نے خود حضرت شبلی کے دوست حسین بن منصور کو نہایت عبرت ناک طریقے سے قتل کیا اُسی کی یہ حالت تھی کہ جب یہ بیمار ہوئے تو وزیر سلطنت عیادت کو آیا۔ اور شاہی طبیب کو خلیفہ سے باضابطہ اجازت حاصل کر کے آپ کے علاج کے واسطے مامور کیا۔

دیگر ممالک اور بلاد کے مشائخ آپ کے خلاف ہوئے تو عراق کے تمام مشائخ اور ذوق یابان معرفت آپ کے طرفدار اور اُن کی تردید پر آمادہ ہو گئے۔

وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے جذبات کو علانیہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ اور اس اظہار مین سچائی اور راست بازی تھی۔ یہ صرف راستبازی ہی کی برکت تھی کہ جو مسائل آپ کی زبان سے اور آپ کی صحبت فیض مین سنے جاتے چاہے کیسے ہی نئے اور انوکھے ہون اور علمائے زمانہ کو اُن سے چاہے کیسی ہی وحشت ہوتی ہو مگر آپ کی زبان سے وہ ایسے صدق اور خلوص سے نکلتے تھے کہ اپنا معجزنما اثر کر دکھاتے۔ اور دشمن کو بھی اسیر دام عقیدت کر لیتے۔

اسلام کی اشاعت مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کو خاص دخل تھا جس وقت تک آپ ایمان نہین لائے صحابہ کعبہ مین جا کے

علانیہ عبادت نہ کر سکتے۔ اور نہ علیٰ رؤس الاشہاد اعتراف توحید کی اُنھین جرأت ہو سکتی تھی۔ حضرت فاروق اعظم نے دین برحق کے قبول کرتے ہی فرمایا کہ جب کفار علانیہ کفر و شرک کے رسوم کو بجا لاتے ہین تو ہم خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت علانیہ کیون نہ کرین۔ اور اُسی وقت جا کے کعبہ مین نماز پڑھی۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی بنیاد پڑ گئی۔

یہی شان اصول معرفت کے اظہار اور رموز حقیقت کی تبلیغ مین جناب شیخ ابوبکر شبلی سے نمایان ہوئی۔ آپ کے زمانے تک اصول تصوف کی تلقین خفیہ طور پر کی جاتی تھی۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اُن کے اخفا کی یہان تک کوشش کرتے کہ دروازہ مقفل کر کے کُنجی زانو کے نیچے رکھ لیتے تو زبان کھولتے۔ مگر حضرت شبلی نے شیخ و مرشد کے زمانے ہی سے اپنے خیالات و جذبات کو علانیہ ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور بعد تو تصوف کو اس قدر ترقی دی اور اُس کے مسائل مخفیہ کی اس قدر اشاعت کی کہ زمانے مین ہر طرف لوگ اِس متبرک فن کے معترف ہونے لگے۔ اور آپکی دیرانہ کوشش نے ہر جگہ ایسے ایسے جویائے حقیقت پیدا کر دیے کہ سارے ممالک اسلام مے وحدت کے خمخانے بن گئے۔ اور جہان دیکھیے اِسی روحانی شراب کا جام چل رہا تھا۔

چنانچہ بعض متقدمین نے تسلیم کر لیا ہے کہ اصول تصوف کو پہلے حضرت ذوالنون مصری نے بیان کیا جو امام دار الہجرت حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ پھر حضرت جنید بغدادی نے اُنھین ترقی دی۔ اور اُن کو مدوّن و منضبط کیا۔ اور منبر پر بیٹھ کے اُن کی تبلیغ مین علانیہ آواز حضرت شیخ

ابو بکر شبلی نے بلند کی۔[1]

آپ کی یہی خیر و برکت تھی جو روز بروز آپ کی مقبولیت اور قدر و منزلت کو بڑھاتی ہی رہی۔ چنانچہ لوگون مین علی العموم مشہور تھا کہ شہر بغداد مین (جو اُن دنون دُنیائے اسلام کا قلب تھا) بلحاظ تصوف تین عجائبات ہین۔ (۱) اشارات یعنی رموز کے بتانے مین شبلی۔ (۲) مکاشفات مین مرتعش۔ (۳) حکایات مین جعفر خُلدی۔[2]

یہ دونون بزرگ جو حضرت شبلی کے ساتھ عجائبات بغداد بتائے گئے ہین خود بھی حضرت شبلی کے کمال کے معترف تھے۔ شیخ شبلی کا نعرۂ مستانہ جس کا کئی بار ذکر آچکا ہے مشہور تھا۔ اور یہ دونون حضرات مرتعش اور خلدی نعرۂ شبلی کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ اور آپ کی تعریف مین رطب اللسان رہتے۔

چنانچہ مرتعش کا یہ قول تھا کہ عجائب بغداد تین ہین (۱) نعرۂ شبلی۔ (۲) نکتۂ مرتعش۔ یعنی خود میرے نکات و رموز۔ (۳) حکایات خلدی۔ اور خلدی بھی اُن کے اس دعوے کی تائید مین فرماتے۔ اور اپنے وسیع تجربے کو پیش کر کے کہتے کہ "مین نے دو ہزار مشائخ دیکھے ہین۔ مگر عراق مین تین عجائبات جمع نظر آئے (۱) نعرۂ شبلی۔ (۲) نکتۂ مرتعش۔ اور (۳) حکایات میری۔"[3]

اِن دونون بزرگون نے اگرچہ حضرت شبلی کے نعرۂ مستانہ کو عجائبات بغداد و عراق مین بتایا ہے اور اس عام شہرت کی طرف نہین توجہ کی کہ ابو بکر شبلی کے

---

[1] ایڈورڈ براؤن۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ جلد اول۔ ۴۹۰ [2] طبقات الکبریٰ الشعرانی۔ ۱۲۳

[3] نفحات الانس۔ ۱۸۰ [4] نفحات الانس۔ ۲۱۳

اشارات یعنی آپ کی رمز فہمی سب سے زیادہ عجیب چیز تھی۔ اُن کا نعرۂ شبلی کا معترف ہونا بجا ہے۔ کیونکہ یہ پُرجوش و پُرشور نعرہ اُن کے کانون مین گونج رہا ہوگا مگر آیات قرآنی کے معانی بتانے اور دیگر امور مین آپ جس ذہانت و طباعی سے غور کرکے نکات و حکم کا پتہ لگایا کرتے تھے وہ ہمین آپ ہی کا حصہ نظر آتا ہے۔

دراصل سرشار مے وحدت ہونے کی وجہ سے آپ کے دیگر کمالات جذب وجوش کے دامن مین اس قدر چھپ گئے تھے کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر بعض معاصرین کی اُن پر نظر نہ پڑی۔ اور واقعی آپ کا جوش و خروش غیر معمولی اور قیامت خیز تھا۔ دنیا کی ہر ہر بات سے عبرت حاصل کرتے۔ اور عبرت کے ساتھ ہی ایسا جوش پیدا ہوتا کہ اُس کے اظہار کے وقت لوگون کو بھی از خود رفتہ کردیتے اور خود بھی بیہوش ہو کے گر پڑتے۔

چنانچہ آپ کے بعد شیخ خرقانی جو ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے صاحب کشف صوفی تھے اکثر کہا کرتے "ابوبکر شبلی ہی تھے جو مست جیے اور مست مرے۔ اس لیے کہ مین نے عالم مکاشفہ مین اُنھین اس وضع مین دیکھا کہ میرے سامنے ہوا مین رقص کر رہے ہین عہ"

انھین امور نے آپ کے بعد لوگون کا عام خیال آپ کی طرف اس قدر رجوع کر دیا تھا کہ بعض لوگون مین آپ کے حالات کی جستجو کا توغل بے انتہا بڑھ گیا تھا۔ بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلعم کے حالات پوچھین علما سے شبلی کے حالات دریافت کرتے۔ چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ابوالحسن مثنیٰ سے ملنے کو آئے تو بجائے

عہ نفحات الانس۔ ۲۴۹۔

اِس کے کہ کوئی حدیث یا حضرت رسالت صلعم کا کچھ حال پوچھیں کہنے لگے "تم نے اپنے شیخ شبلی کو دیکھا ہے - اُن کا کوئی واقعہ بیان کیجیے"۔ ابوالحسن مثنّیٰ نے کہا "شبلی کے حالات پوچھتے ہو اور رسول مقبول صلعم کے حالات نہین پوچھتے ؟" ابوسعید نے کہا "رسول اللہ صلعم کا بھی کوئی واقعہ فرمائیے"۔ تب اُنھون نے پہلے ایک حدیث نبوی بیان کی اور اس کے بعد شبلی کا وہ واقعہ بیان کیا جس مین ایک شخص نے "وصل" کے متعلق سوال کیا تھا - اور شبلی کو جواب مین پُراثر تقریر کرتے کرتے اس قدر جوش آیا کہ بیہوش ہو کے گر پڑے [۳]"۔

یہ تو آپ کے بعد کا قریب تر زمانہ تھا جب تک کہ آپ کے دیکھنے والے موجود تھے - لیکن اُس کے بعد روز بروز لوگون کے دلون مین آپ کی عقیدت بڑھتی ہی گئی - اور نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت و حقیقت کے متعلق جو کتاب لکھی جاتی اُس مین آپ کے اقوال و حکم سے فائدہ اُٹھایا جاتا - اور آپ کا نام اُسکی مقبولیت کا ایک بردست عنصر ہوتا - اور پھر اِس کے بعد فارسی اور عربی کی لوبی کتابون مین بھی آپ کے اخلاق و عادات اور آپ کے حکایات سے فائدہ اُٹھایا جانے لگا۔

چنانچہ بوستان مین آپ کا کمال ورع ظاہر کرنے والی ایک چھوٹی سی حکایت جو شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے تحریر فرمائی ہو اُسے ہم اِس سے پیشتر نقل کر چکے ہین - اِس موقع پر ایک اور حکایت نقل کیے دیتے ہین جو دلچسپی سے خالی نہین [۵]-

---

[۳] نفحات الانس - ۲۹۲ و ۲۹۳ - [۵] یہ حکایت سفرون مین درج کرنے کے قابل تھی مگر ہماری نظر اِس پر اُسوقت پڑی جبکہ اِس کتاب کا غالب حصہ مرتب ہو کے طبع ہو چکا تھا - اور یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ ہم ناظرین کو اس سے محروم رکھین - لہذا اِسے یہین درج کیے دیتے ہین - اور دوسرے اڈیشن مین سفرون کے سلسلہ مین داخل کر دی جائے گی۔

مولانا معینی جوینی نے گلستان سعدی کے طرز پر ایک اخلاقی کتاب لکھی ہے جس کا نام نگارستان رکھا ہے۔ اُس مین مولانائے ممدوح ایک حکایت مین خود حضرت ابوبکر شبلی کی زبان سے اُن کے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہین۔ وہ حکایت یہ ہے کہ شیخ شبلی کہتے ہین "ایک دن مین بارادۂ حج گھر سے نکل کے بغداد کے بازار مین آیا۔ وہان ایک خوبصورت جوان رعنا کو دیکھا کہ پُرتکلف کپڑے اور زرکار جوڑے پہنے بغداد کے نازک بدن معشوقون کی طرح ناز و انداز سے جا رہا ہے۔ اور ایک سیب اُس کے ہاتھ مین ہے۔ دوسرے دن جب قافلہ روانہ ہوا تو مجھے وہی جوانِ رعنا قافلہ مین نظر آیا۔ اور اِس شان سے کہ جوتیون مین جواہرات ٹکے ہوئے ہین مصری دستار سر پر ہے اور گلاب مین بسا ہوا ہے۔ گویا گلگشت چمن یا سیر بازار کے لیے منزل عیش سے نکل کے باہر آیا ہے۔ مین نے دل مین کہا اس نوجوان کے متعلق کوئی راز کی بات ضرور ہے۔ دو صورتون سے خالی نہین۔ یا تو کوئی معشوق ہے جسے لوگ نازبرداری کے ساتھ لیے جاتے ہین۔ یا کوئی عاشق ہے جو اپنے نیاز سے کامیاب ہو کے ناز آفرینی کے درجے کو پہونچ گیا۔ اب مجھے یہ فکر ہوئی کہ یہ حج کو جاتا ہے۔ یا اور کہین جائے گا۔ آخر نہ رہا گیا۔ اور مین نے اُس کے پاس جا کے پوچھا "میان صاحبزادے۔ تم کہان جاؤ گے؟" بولا "گھر کو" مین نے کہا "کون گھر؟" بولا "جس پُرآشوب گھر نے ایک خلقت کو آوارہ کر رکھا ہے اُسی کی زیارت کو مین بھی جاتا ہون کہ دیکھون یہ آوارہ گرد لوگ کس کے پاس جاتے ہین۔ اِس گھر مین جا کے کسے دیکھین گے؟ اور کیا فائدہ اُٹھائین گے؟" مین نے کہا "مگر یہ بھی کوئی سامان سفر ہے جسے تم ساتھ لے کے چلے ہو؟ شاید تمھین اِس صحرا

کی دشواریان نہین معلوم؟" سُن کے اُس نے یہ شعر پڑھا۔

"دوست آوارگی ہمی خواہد — رفتن حج بہانہ اُفتادست"

مین نے کہا "اے نازپروردہ نوجوان اِس تن پروری سے کام نہین چلے گا۔" بولا۔

"من نہ باختیار خود مے روم از قفائے او — آن دو کمان عنبرین مے بردم کشان کشان

اے شبلی میرا تو اسی وضع مین نشو و نما ہوا ہے۔ اس لیے میری اِس فروگذاشت کو معاف کرو۔"

مین نے پوچھا "اچھا یہ سیب کیون سونگھ رہے ہو؟" بولا "تاکہ بلاخیز صحرا کی خونخوار بادسموم سے نجات اور فرحت حاصل ہو۔ اِس لیے کہ مین پھولون کی خوشبو کا عادی ہو رہا ہون گو دلبرون کے ساتھ رہا ہون۔ اور دل کی کلی کھلتی رہی ہے۔" مین نے کہا "اچھا آؤ ہم تم اِس سفر مین ساتھ اور ایک دوسرے کے ہمدرد رہین۔" بولا "خدا کی قسم یہ نہ ہوگا۔ تم خرقہ پوش مین جرعہ نوش۔ مین خراباتی تم مناجاتی کل بھی جام مے گلگون اُڑا چکا ہون۔ اور اِس وقت تک خمار کا اثر باقی ہے۔ بھلا میرا تمھارا نباہ کیونکر ہوگا۔" یہ جواب سُن کے مین اُس سے جُدا ہو گیا۔ اور پھر راستے بھر اُس سے ملنے کا اتفاق نہین ہوا۔ یہان تک کہ قافلہ مکۂ معظمہ مین پہونچا۔ وہان ایک دن جبکہ بڑی سخت گرمی تھی کیا دیکھتا ہون کہ وہی نوجوان میزاب (کعبہ شریف کے پرنالے) کے نیچے پڑا ہوا ہے چہرہ زرد اور مُرجھایا ہوا۔ ناتوان اور بیمار۔ نہ وہ کپڑے ہین۔ نہ وہ دستار ہے۔ نہ وہ جوتیان ہین۔ مگر وہی سیب ہاتھ مین ہے جسے ناک کے پاس لیجا کے سونگھتا اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

لَدَغَتْ حَيَّةُ الْهَوٰے كَبِدِی   مَالَهٗ رُقْيَةٌ وَلَا رَاقِی

(واقعی عشق نے مجھے ڈس لیا۔ اِسکا نہ کوئی اُتارا ہے اور نہ کوئی جھاڑنے والا) مین نے چاہا اُسے چھوڑ کے آگے بڑھون کہ اُس نے دامن پکڑ لیا۔ اور کہا شبلی مجھے پہچانتے ہو؟ مین نے کہا "تمھارا یہ حال کیونکر ہوا؟" بولا فریاد۔ فریاد! یہ وہ راستہ ہے جس مین معشوق بنا کے لاتے ہین اور عاشقی مین مبتلا کر دیتے ہین۔" مین نے پوچھا "یہ وہی سیب ہے جسے تم لے کے چلے تھے؟" بولا "اِس سیب کی مصیبت سے بھی فریاد ہے۔ شبلی دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا کیا؟ اور کس طرح پامال غضب بنا دیا؟ پہلے تو کہا تو معشوق ہے جی نہ میلا کر۔ جب مجھے صحرائے آزمائش مین مبتلا کیا تو کہا تو عاشق ہے۔ جب مین عرفات مین پہونچا تو کہا ابھی تو بچہ ہے۔ جب مین واسط مین پہونچا تو کہا تو درمیانی عمر کا ہے۔ پھر جب مین اِس گھر پر پہونچا تو آواز آئی کہ تو اِس حرم کا محرم نہین۔ آخر مایوس ہو کے مین نے غل مچایا یا اَیُّہَا المطلوب۔ اِس کا جواب یہ سُنا کہ ارجع یا محجوب (اے محجوب پلٹ جا) مین اس فکر مین جل کے خاک ہو گیا کہ یہان کچھ نہین سما اور اِس نغمہ سے آشنا ہوا کہ گھر مین کوئی غیر نہین۔ اے شبلی آج مین زار و نزار اور اِس نزاکت سے بیزار ہون۔ نہ یہ جانتا ہون کہ محب ہون یا محبوب۔ اور نہ اِس کی خبر ہے کہ طالب ہون یا مطلوب۔ حاجبون مین ہون۔ یا کسی اور کا محتاج ہون۔ اِسی فکر مین پھنسا اور اسی صدمے سے گھُلا جاتا ہون۔ بیمار تو نہین ہون مگر اسی فکر کی بیماری ہے۔" اُس کی آہ و زاری نے میرے دل پر اثر کیا۔ اُس سے کہا "اچھا آ۔ تجھے اہل ذوق کے پاس لے چلون۔ اور اِس حیرت سے نجات دلاؤن۔" بولا "شبلی۔ مجھے پڑا ہی رہنے دو۔ اِس لیے کہ اُس حیرت

مین مجھے ایک دلچسپی ہے اور اس فکر مین مزہ ملنے لگا ہے" جب اُس نے یہ کہا تو مین اُسے چھوڑ کے چلا آیا۔ اِس کے بعد رات بھر مین مسجد حرام کے اطراف و جوانب مین مصروف عبادت و ذکر رہا صبح کو جب خانۂ کعبہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ لوگ اُس شکستہ خاطر جوان کی لاش کو حطیم کے پاس سے اُٹھا کے دفن کرنے کے لیے کندھون پر لیے جاتے ہین۔ ایک محرم رازِ حقیقت سے اُس کی حالت پوچھی تو اُس نے یہ شعر پڑھا۔

عاشقان کشتگان معشوقند ‌ ‌ ‌ ‌ برنیاید ز کشتگان آوازؔ

اگلے تصانیف ہی پر موقوف نہین۔ آج تک جو کتابین تصوف اور روحانی اخلاق مین لکھی جاتی ہین اُن مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے اقوال و افعال سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اُٹھایا جاتا ہے۔

حِکَم

آپ کے حِکَم و لطائف دریائے معرفت کے وہ موتی ہین جو بہت گہرا غوطہ لگا کے نکالے گئے ہین۔ اُن سے ایک طرف تو آپ کے غرق توحید اور شناور دریائے حقیقت ہونے کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف اِس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آیات و احادیث وغیرہ مین آپ اپنی ذہانت و طبّاعی سے کیسے اچھے معنی نکال لیا کرتے تھے جو ظاہری معنون سے الگ اور اہل تصوف کے روحانی مذاق کے موافق ہوتے۔

ع‌ه تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔

شیخ الطائفہ محی الدین بن عربی اور دیگر متاخر ائمۂ تصوف نے اس قسم کی نکتہ آفرینی اور دقیقہ سنجی میں اعلیٰ درجہ کا کمال دکھا دیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مذاق تفسیر کی بنیاد حضرت شبلی ہی سے پڑی۔ اور یہ سڑک جس پر تمام بغداد والے چلتے رہے ہیں اصل میں حضرت شیخ شبلی ہی کی نکالی ہوئی تھی۔ آپ کے یہ چند اقوال شیخ یہ ہیں کہ آپ زر سے لکھنے اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں اور ایسے ہیں کہ ان سے ہر خیال و مذاق اور ہر کیش و ملت کا آدمی یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(۱) آزادی دل کی آزادی ہے اور بس۔

(۲) حق سبحانہ و تعالیٰ سے باتیں کرنے میں شگفتگی ظاہر کرنا بے ادبی ہے۔

(۳) محب اگر خاموش ہوا اور عارف اگر نہ خاموش ہوا تو ہلاک ہوا۔

(۴) شکر منعم کی طرف دیکھنے کا نام ہے نہ نعمت کی طرف دیکھنے کا۔

(۵) استقامت اس کا نام ہے کہ یہی (موجودہ) وقت تجھے قیامت نظر آئے۔

(۶) ہزار سال (کی عبادت) میں ایک وقت کی بھی غفلت رسوائی ہے۔

(۷) دل دنیا و آخرت دونوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ دنیا محنت کا گھر ہے۔ آخرت نعمت کا گھر ہے اور دل معرفت کا گھر ہے۔

(۸) میں اگر بادشاہ کی خدمت نہ کر چکا ہوتا تو مشائخ کی خدمت نہ کر سکتا۔

(۹) حب ایک دہشت ہے ایک خوف میں۔ اور ایک حیرت ہے ایک نعمت میں۔

(۱۰) جو محبت کا دعویٰ کرتا اور پھر محبوب کے سوا اور چیز کا خواستگار ہو وہ محبوب کے ساتھ مسخراپن کرتا ہے۔

عہ نفحات الانس ۔۲۰۴ ۔ عہ عوارف المعارف ۔ ۱۶۲ ۔ عہ طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۳ ۔

للعہ رسالہ قشیریہ ۱۰۶ ۔ ۱۲۶ ۔ ۲۲۹ ۔

(۱۱) جب حق تعالی چاہتا ہے کہ خود بلا پر عذاب کرے تو اُسے عذر کے دل مین لاتا ہی۔

(۱۲) کسی نے حق تعالی کو نہین پہچانا۔ کیونکہ پہچانتا تو پھر غیر مین نہ مشغول ہوتا۔

(۱۳) علم ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ اپنی ذات سے اپنے نفس کو تمائز کر کے پہچانے۔

(۱۴) عبارت کی علم زبان ہو۔ اور اشارت معرفت کی زبان۔

(۱۵) ہمت صرف خدا کا طلب کرنا ہے۔ اور اِس کے سوا جو کچھ ہے ہمت نہین۔

(۱۶) صاحب ہمت کسی چیز پر مائل نہین ہوتا۔ مگر صاحب ارادہ جھٹ مائل ہو جاتا ہی

(۱۷) جمعیت کلی کو حقیقت کہتے ہین۔ اور وہ وحدانیت کی ایک صفت ہے۔

(۱۸) مذکور کے مشاہدے کے وقت ذکر کو بھول جانا افضل ترین ذکر ہے۔

(۱۹) حق تعالے کے ساتھ بیٹھنا بغیر کلمہ و کلام کے ہے۔

(۲۰) صابر اہل درگاہ سے ہے۔ راضی اہل پیشگاہ سے ہے۔ اور مفوض (اپنے آپکو خدا پر چھوڑ دینے والا) اہل بیت سے ہے۔

(۲۱) صادق کی علامت یہ ہے کہ حرام کو مُنہ سے الگ پھینکے۔

(۲۲) اُنس یہ ہے کہ بندے کو اپنے سے وحشت ہو۔

(۲۳) جو ذکر سے اُنس رکھتا ہے وہ اُس کے برابر کب ہو سکتا ہی جو خود مذکور سے اُنس رکھتا ہو

(۲۴) ہر نعمت کے نیچے تین مکر ہین۔ اور ہر عبادت کے نیچے چھ مکر۔

(۲۵) قرب کی علامت ماسوای اللہ سے قطع کرنا ہے۔

(۲۶) جوانمردی یہ ہو کہ خلقت کی مصلحت کو تو اپنی مصلحت کے مثل بلکہ اُس سے بڑھکر چاہے

(۲۷) بندہ جو سانس اپنے مالک حضرت جل جلالہ کی موافقت مین لیتا ہو وہ تمام عابدون کی قیامت تک کی عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(۲۸) یہ گھڑی جس مین تو ہے (موجودہ گھڑی) ہزار سال گذشتہ اور ہزار سال آئندہ کی بہ نسبت تیرے لیے غنیمت ہے۔ یعنی عالم ارواح مین ماضی و مستقبل یکسان ہین۔ ہوشیار رہ کہ تجھے کوئی جسمانی شے دھوکا نہ دے۔

(۲۹) اہل معرفت کے لیے ایک گھڑی کی بھول بھی شرک ہے۔

(۳۰) جس طرح خلق کا محجوب حق تعالیٰ سے حجاب مین ہے۔ اُسی طرح حق تعالےٰ کا محجوب خلق سے حجاب مین ہے۔

(۳۱) ایک گروہ ہے جس کے افراد وعظ کی صحبتون مین عادت کے طریقے پر جمع ہو جاتے ہین۔ اور جو کچھ کہا جاتا ہے اُسے رسم کے طریقے سے سُن لیتے ہین مگر اس بیٹھنے اور سُننے سے وہ سوا بلا کے کسی چیز کے مستحق نہین ہیں۔

(۳۲) ورع (پرہیزگاری) یہ ہے کہ کُل ماسوی اللہ سے تو پرہیز کرے۔

خاتمہ

ایسے باکمال اور ایسے غریق دریاے معرفت تھے حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور افسوس کہ اُن کا ذکر خیر بھی ختم ہو گیا۔ اگرچہ ابھی جی نہین بھرا۔ جی چاہتا ہے کہ یہی ذکر ہوتا رہے۔ اور یہ سلسلہ برابر قائم رہے۔ کیونکہ شبلی کو حضرت رب العزت کے ذکر مین جو ذوق و شوق تھا اُس نے خود اُن کے تذکرہ مین بھی ایک مزہ پیدا کر دیا ہے۔ اور یہی مزہ ہے جس نے اس محترم نام کو دُنیاے اسلام مین ہر دلعزیز بنا دیا۔ اور امید ہے کہ قیامت تک یہ نام یونہین ہر دلعزیز رہے گا۔ الخ

ص تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۲ سے ۳۰۰ تک۔ ص رسالہ قشیریہ۔ ۷۰۔

اس کی مقبولیت ترقی کرتی جائے گی۔

طبعیات یعنی مادیات کے فنون مین یورپ نے فی الحال جو ترقیان کی ہین وہ عالم پر چھائی جاتی ہین۔ بظاہر حقیقت شناسی و معرفت کا مذاق روز بروز تنزل اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور نظر آرہا ہے کہ متائهین سلف اور علمائے باطن کے مزارون کی شمعین اس سائنس کے طوفان عظیم کے جھونکون سے گل ہوا چاہتی ہین۔ یورپ ہی نے یونان و روم کے فلاسفۂ اشراقی۔ اور اپنے مذہبی عابد و مرتاض مقتدائون کی سرد بازاری نہین کی۔ بلکہ اُس کی تقلید مین نئی تعلیم پانے والے نوجوانان اسلام بھی اپنے علمائے باطن اور روحانیات و اخلاق کے باکمالان سلف سے بدعقیدت ہوتے جاتے ہین۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فلسفۂ جدید کی مدد سے انسان چاہے آسمان سے تارے توڑ لائے مگر انسان کامل نہین بن سکتا۔ وہ ریل بنا کے ایک مہینہ کا راستہ ایک گھنٹہ مین طے کر سکتا ہے۔ اُڑنے والا جہاز بنا کے ہوا مین اُڑ سکتا ہے لیکن یہ ممکن نہین کہ روحانیت کے محترم دربار مین باریاب ہو۔

خود فلسفۂ جدید کے بانی اور اُس کے اکثر پیرؤون کا دامن باوجود تمام کمالات صوری کے بداخلاقی اور مختلف جرائم کے مکروہ دھبون سے ناپاک ہے لیکن اس چشمۂ معرفت کا ایک قطرہ بھی اگر کسی کے حلق سے اُتر گیا تو وہ انسان سے فرشتہ بن گیا۔

یہی سبب ہے کہ یورپ والون نے دو ہی سو برس کے اندر اس جدید مادّی مذاق مین ترقی بھی کی۔ اور اُکتا بھی گئے۔ کیونکہ صدہا علمائے یورپ اب سائنس کو چھوڑ چھوڑ کے روحانیت کی طرف رجوع کرنے لگے ہین۔ اور ”ریلیٹیانزم“ ”افلاطونیت“ دلون مین

جگہ پیدا کرتی جاتی رہی ہے۔ زمانے کی اگر یہی رفتار رہی تو امید کی جاتی ہے کہ مادیات
کے جال مین پھنسنا چند روز بعد پھر عوام اور ادنی درجے کے لوگون کا کام رہ جائے گا۔
اور روحانیت وحقیقت کا جویا ہونا اعلیٰ درجے کے شریف النفس لوگون کا مشغلہ ہو گا
اس وقت ہمارے نوجوان بھی جو اُن کی تقلید کو سرمایۂ ناز خیال کرتے ہین۔
چمنستان باطن کی سیر کرتے ہوئے اپنے قدیم باغ معرفت مین آئین گے۔ اور نظر آئے گا
کہ ہمارے اسلاف مین بھی ابوبکر شبلی کا ایسا عالی پایہ جویائے حقیقت گذرا ہے
جس کے سینے کی شمع معرفت سارے عالم کے علمائے روح کی شمعون کو اُسی طرح
بے نور کیے دیتی ہے جس طرح آفتاب کی روشنی مین تارون کا نور غائب ہو جاتا
ہے۔ اور وہی زمانہ ہو گا جبکہ شبلی کا سچا مرتبہ معلوم ہو گا۔ والسلام۔

خاتمة الطبع

"سلسلۂ مشاہیر اسلام" کا یہ دوسرا نمبر معزز و محترم اور صاحب ذوق ناظرین کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہی۔ اور الحمد للہ کہ آب و لائقین۔ ایک حضرت جنید بغدادیؒ کی اور ایک حضرت ابو بکر شبلیؒ کی شایع ہو گئین۔ جو بہت تنقید و تحقیق اور عرقریزی و جانکشی سے مرتب کی گئی ہین جنید بغدادی کے سوانح عمری کو اعلی و ادنے طبقہ کے لوگون نے پسند کیا اور بڑی خوشی کی یہ بات ہی کہ پرانے خیال کے لوگون نے تو خلعت قبولیت عطا فرمایا ہی نئی خیال والون اور نئی تعلیم پائے ہوی نوجوانون نے بھی قدر کی۔

ارادہ تھا کہ اب بھی ہم کسی پرانے صوفی صافی مشرب کے حالات کی طرف توجہ کرین مگر جناب شاہ التفات احمد صاحب قبلہ سجادہ نشین درگاہ ردولی شریف کے اصرار اور بہت سے دیگر حضرات کی تاکید سے ہم جماعت صوفیہ سے نکل کے علما کے طبقہ مین آگئے اور حضرت شیخ ابو الحسن اشعریؒ کی لائف مرتب کرنا شروع کر دی ہی۔ واقعی اس لائف کی بے انتہا ضرورت تھی کیونکہ قریب قریب ساری دنیا کے اہل سنت حنفی ہون یا شافعی مالکی ہون یا حنبلی اصول و عقائد مین سب حضرت ابو الحسن اشعری کے پیرو ہین۔ اور جیسی خدمت دین اسلام کی اُنھون نے کی ہو کسی سے نہ ہو سکی تھی۔ جب فلسفۂ یونان کا اسلام کے عقائد پر حملہ ہوا۔ تمام محدثین و فقہا سے کچھ جواب نہین پڑتا تھا۔ اور عوام صراط مستقیم سے بھٹکے جاتے تھے اُسوقت ابو الحسن اشعری اُٹھے اور تمام مخالفین کو پامال کر کے ملت بیضا کو سب پر غالب کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ جیسی فتح اسلام کو دیگر ادیان کے مقابلے مین حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھون تلوار سے حاصل ہوئی تھی۔ ویسی ہی فتح فلسفۂ یونان اور بد عقیدگی کے مقابلہ مین اسلام کو ابو الحسن اشعری کے ہاتھون قلم سے حاصل ہوئی۔ یہ لائف امید ہی کہ جلد مرتب ہو کے شائع ہو جائے۔ مگر اسکا حجم تین سو صفحون کے قریب بلکہ اس سے بڑھتا نظر آتا ہی۔ لہذا ہم ابھی یہ نہین بتا سکتے کہ اُسکی قیمت کیا ہوگی۔ تیار ہوتے ہی حسب قاعدہ اجازت ایک ہفتہ پیشتر اطلاعی کارڈ بھیج کے تمام خریداران جنید و شبلی کی خدمت مین وی۔ پی۔ بھیجی جائے گی۔

خاکسار۔ منیجر دلگداز۔ ۱۲

جناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شررؔ کی تصانیف

تاریخ

نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	جنید بغدادیؒ	عہ
۲	ابوبکر شبلیؒ	۸ر
۳	حروب صلیبیہ	عہ
۴	تاریخ سندھ	عہ
۵	خواجہ معین الدین چشتیؒ	۶ر
۶	اسلامی سوانح عمری	۸ر
۷	حسن بن صباح	۶ر
۸	لارڈ بیکن	۱۲ر
۹	فسانۂ قیس	۳ر
۱۰	تاریخ بغداد	۶ر
۱۱	ملکہ زنوبیہ	۳ر
۱۲	الحکم الرفاعیہ (جو فلسفہ اخلاق مین ہے)	۴ر

جلد ہاے دلگداز

نمبر	جلد	قیمت
۱۳	جلد سنہ ۱۹۰۱ع	۶ر
۱۴	جلد سنہ ۱۹۰۳ع	عہ
۱۵	جلد سنہ ۱۹۰۰ع	عہ
۱۶	جلد سنہ ۱۹۰۴ع	عہ
۱۷	جلد سنہ ۱۹۰۵ع	عہ
۱۸	جلد سنہ ۱۹۰۶ع	عہ
۹	جلد سنہ ۱۹۰۷ع	۱۰ر

یہ کتابین نہین منشیانہ معجزات ہین آیندہ سے خریدارون کے ساتھ یہ خاص رعایت کیگئی ہی کہ جو صاحب سب کتابین یعنی پوری ۴۴
جلدین یکشت لین گے انھین مجموعی قیمت کے نصف پر دی جائین گی۔ اور جو کسی ایک قسم کی کتابین یعنی صرف تاریخ
یا صرف جلد ہاے دلگداز یا صرف ناول خرید فرمائین گے انکو ایک تہائی قیمت چھوڑ دی جائے گی جلدی۔ وی پی کی درخواست بھیجیے

ناول

نمبر	نام کتاب	قیمت
۲۰	یوسف نجمہ کامل	عہ
۲۱	مقدس نازنین	عہ
۲۲	ایام عرب ہر دو جلد	عہ ۸ر
۲۳	فردوس برین	عہ
۲۴	فلورا فلورنڈا	عہ
۲۵	شوقین ملکہ	عہ
۲۶	ملک العزیز ورجنا	عہ
۲۷	حسن انجلینا	عہ
۲۸	منصور موہنا	عہ
۲۹	شہید وفا	عہ
۳۰	درگیش نندنی	عہ
۳۱	دلکش ہر دو حصہ	۱۴ر
۳۲	بدر النسا کی مصیبت	۶ر
۳۳	آغا صادق کی شادی	۱۰ر
۳۴	ڈاکو کی دولہن	۱۲ر

سنہ ۱۹۰۸ع کے شروع مین ہماری دو جدید ناول تیار ہون گے۔ وہ اس مین اضافہ کرو لیے جائین گے۔ اور اُس وقت تک ان مین سے بعض کتابین شاید نہ باقی رہین۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان